الا اِنّ اَولیاءَ اللہِ لا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون۔

سوانح حیات حضرت قادر ولیؒ
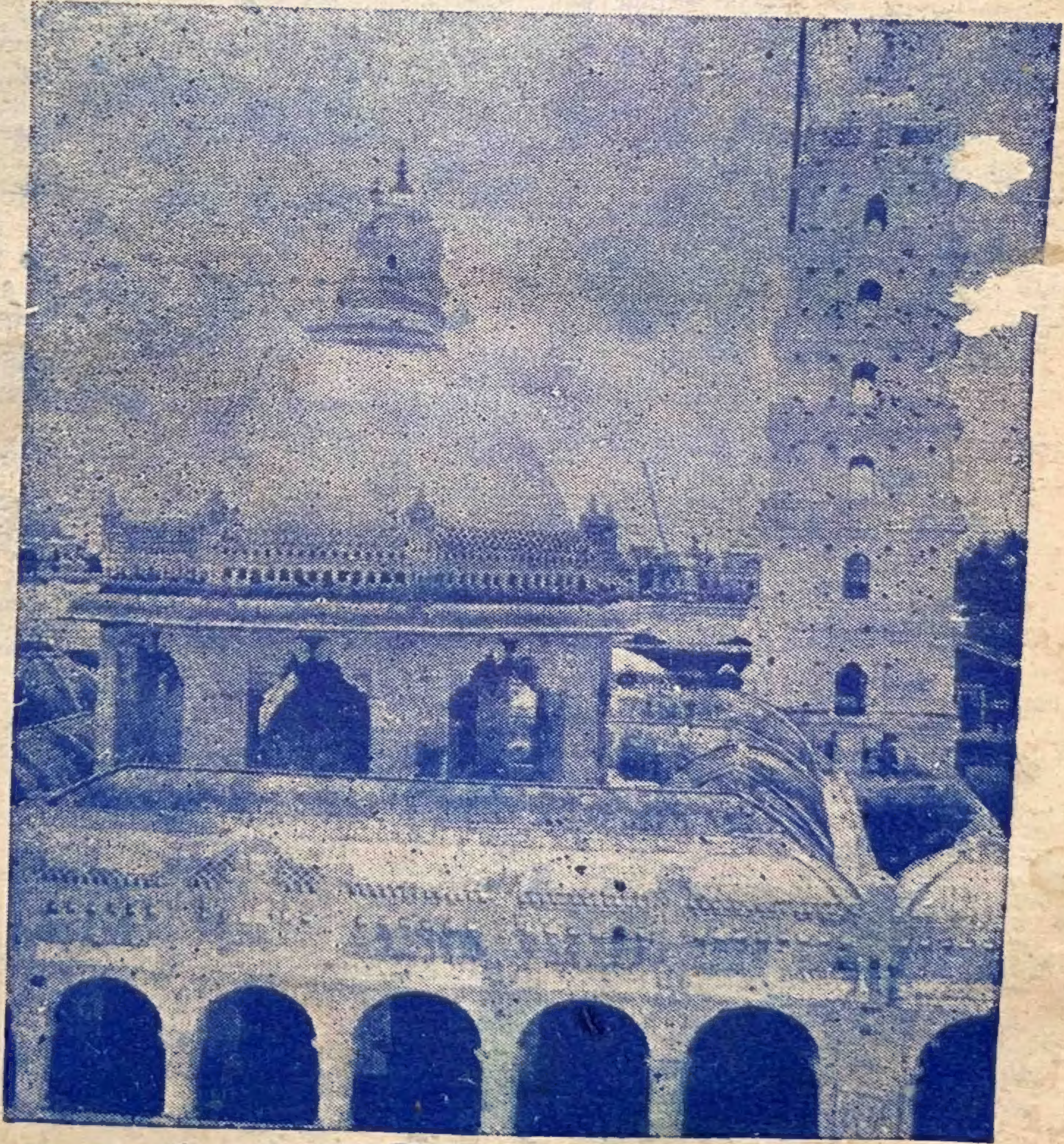
PRICE Rs. 3-75

(رجسٹر شدہ)

۱۔ حضرت قادر ولیؒ کے گنبد کا قبہ

ملنے کا پتہ:

مشتہر و مترجم: الحاج یس۔ وی۔ یم حسین عالم صاحب

۲۵، منارا نارتھ اسٹریٹ ناگور۔ ضلع تنجاور (دیس۔ انڈیا)

۱۶. درگاہِ شریف کا جنوبی دروازہ

۱۴. بڑا مینار جسے تنجاوُر کے راجہ نے بنوایا تھا۔

۱۵. درگاہِ شریف کا مشرقی دروازہ

۱۱۔ سیدہ سلطان بی بی کی درگاہِ شریف
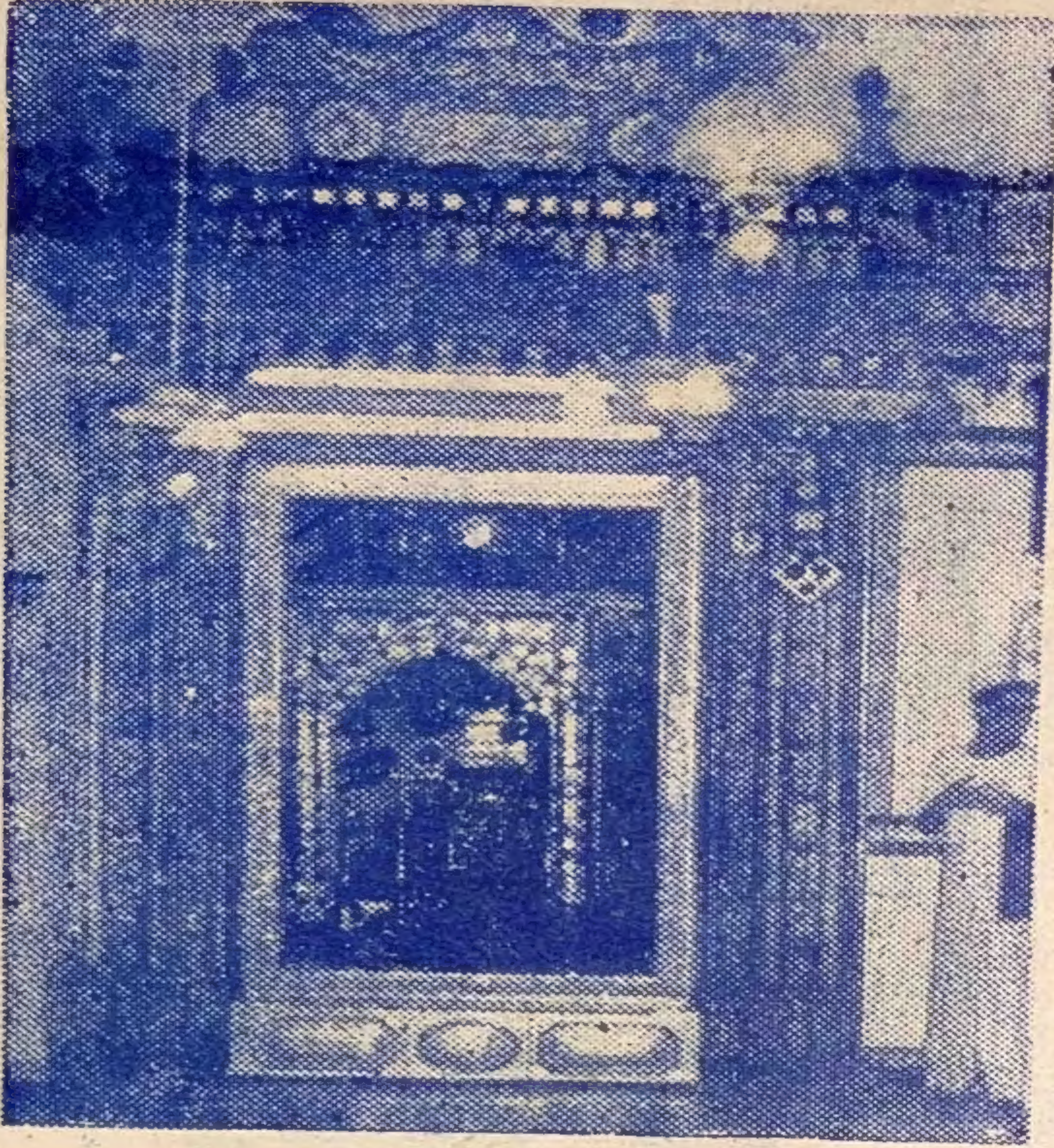
۱۰۔ حضرت سید محمد یوسفؒ کی درگاہِ شریف
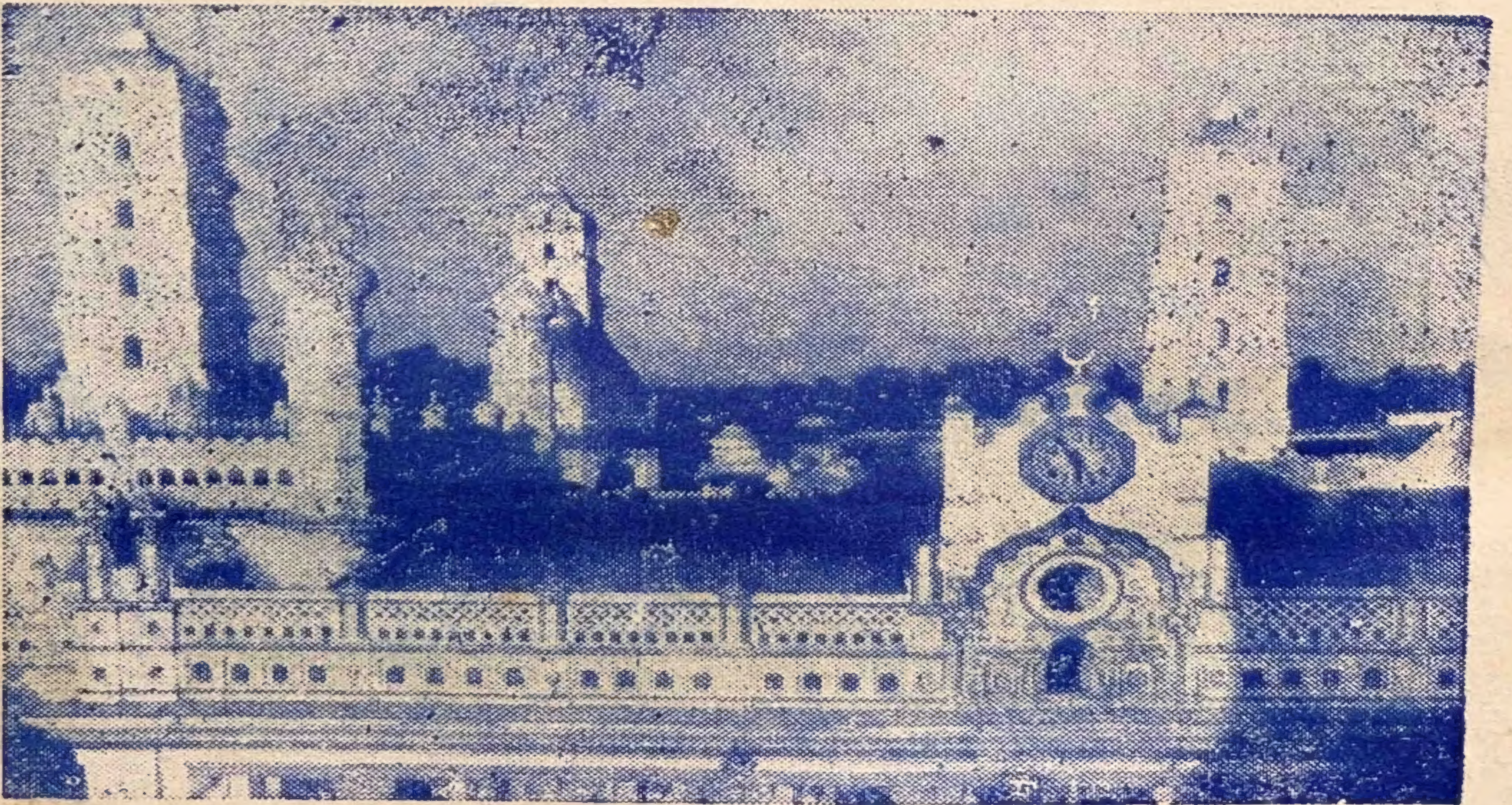
۱۷۔ درگاہ شریف کے مغربی دروازے کے اُوپر کا حصّہ

۸۔ مزارِ شریف کا گنبد
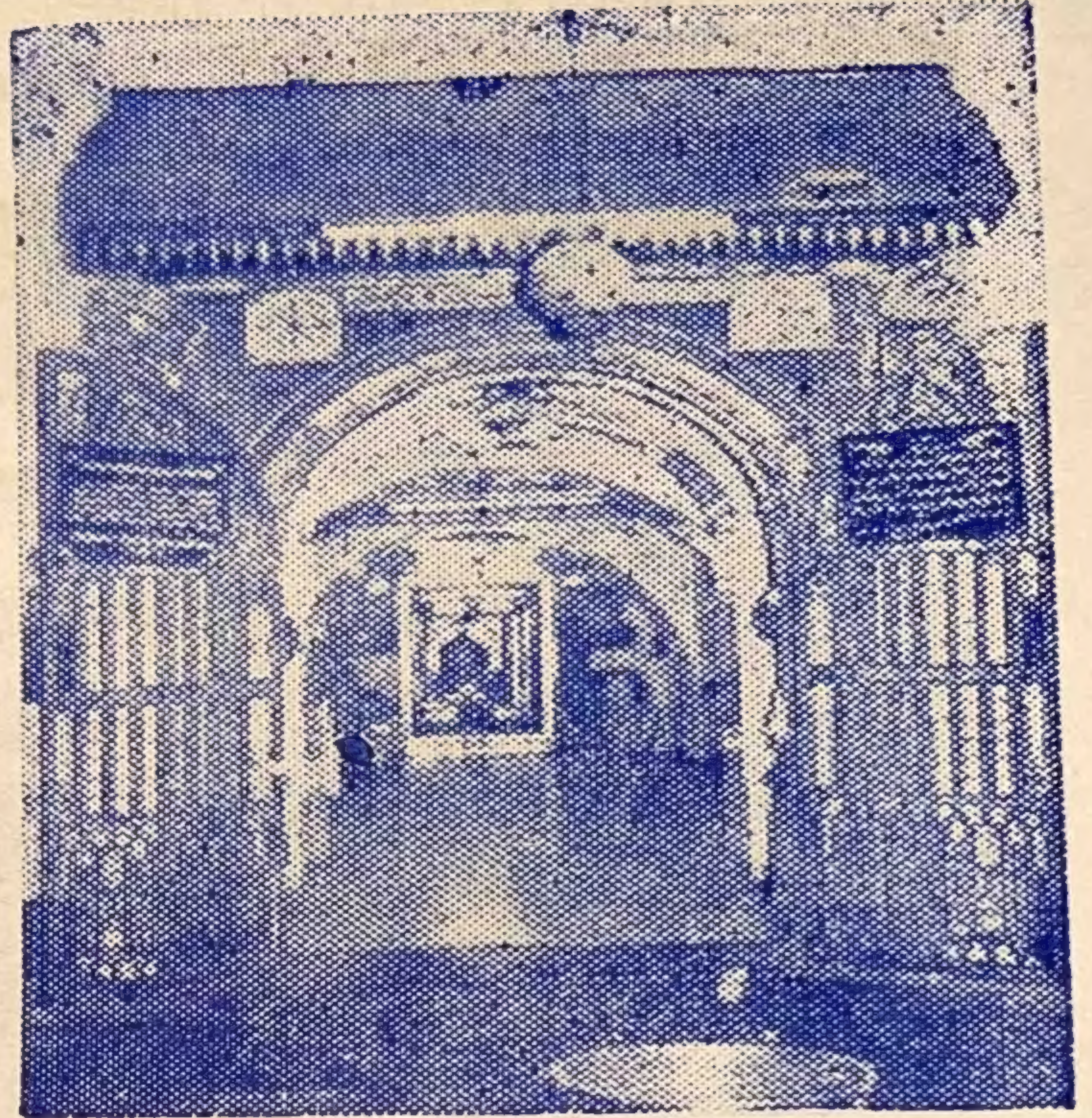
۹ مزارِ شریف کے اندر کا جنوبی دروازہ

۱۴۔ درگاہ شریف کا شمالی دروازہ

۶۔ وہ مقام جہاں حضرت کو
غسل دیا گیا۔

۲۔ ساحلِ سمندر پر حضرت کے
چلہ کشی کا مقام۔
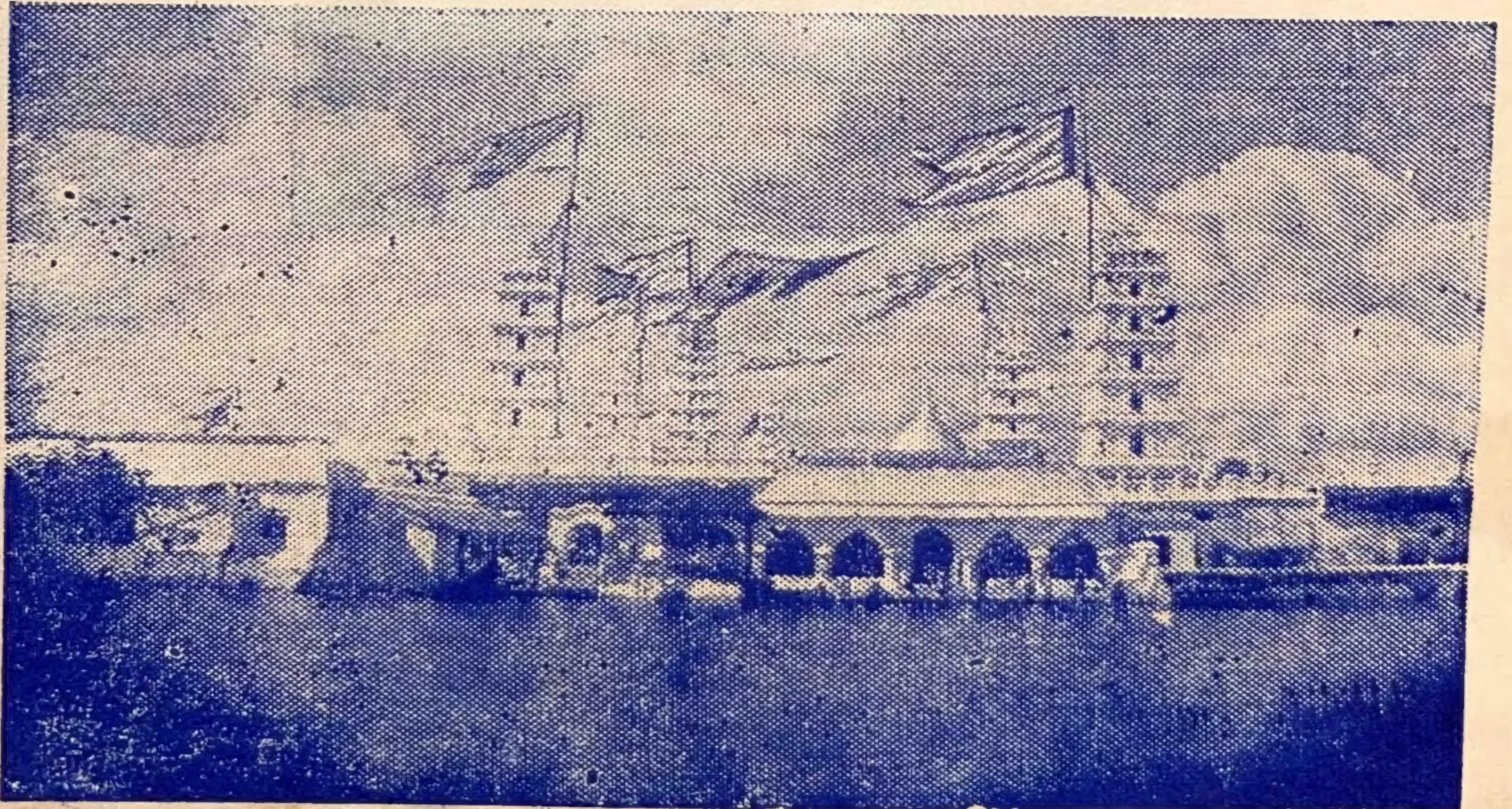
عرس کے زمانہ میں مشرقی جانب سے درگاہ کا منظر
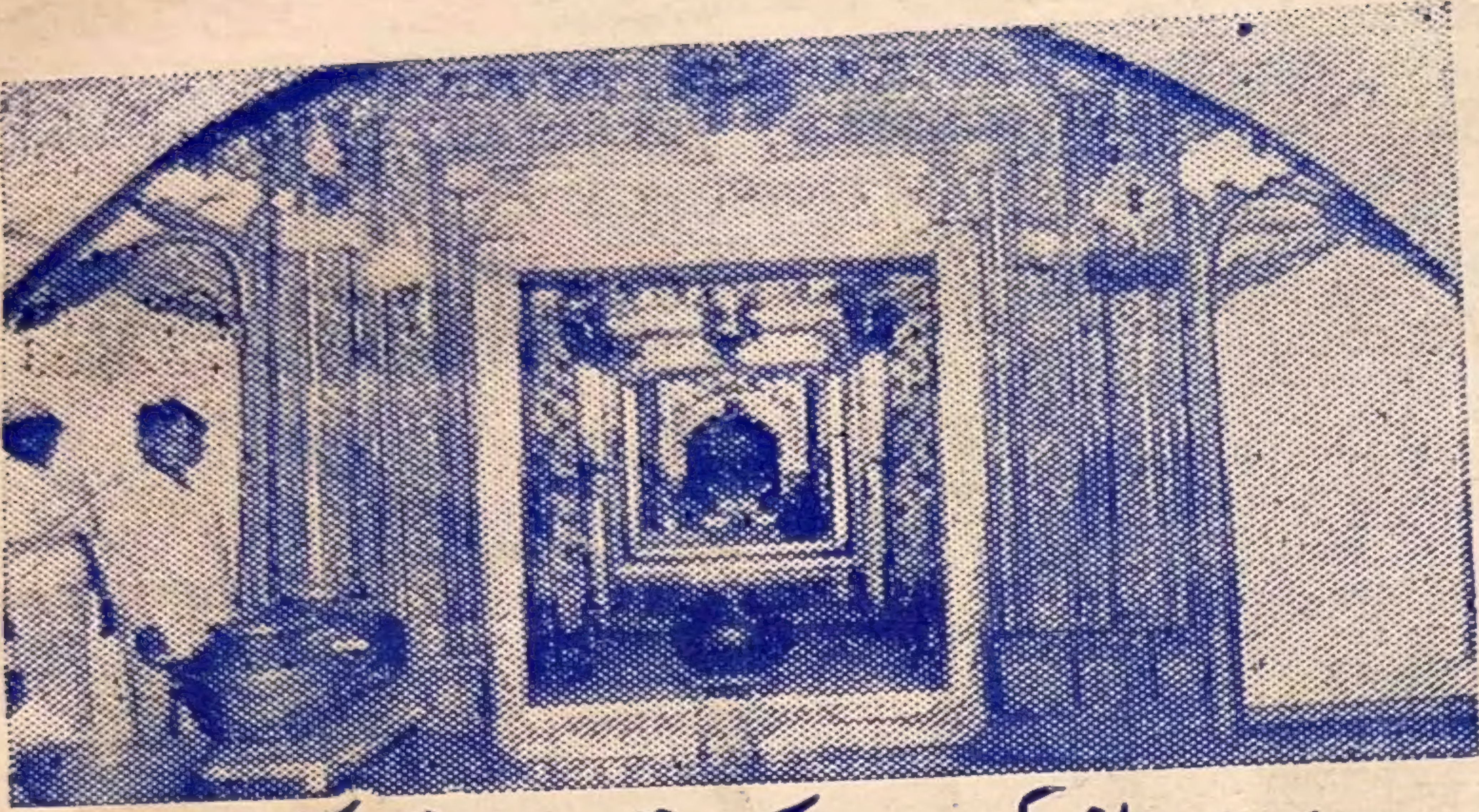
۷۔ دروازہ کھلا رہنے کے وقت روضہ شریف کا منظر
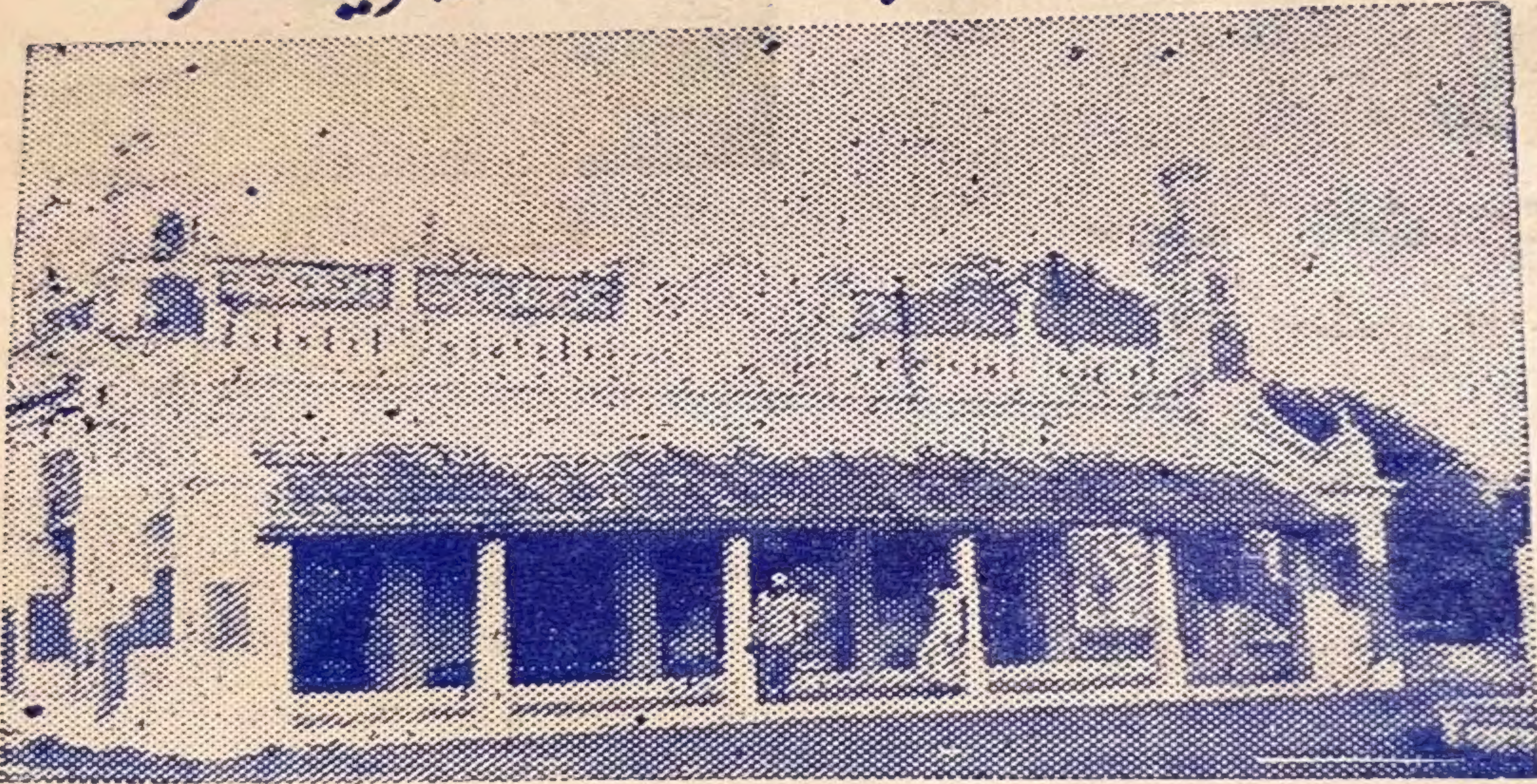
۵۔ وانجور میں چلہ کشی کی جگہ

۴۔ وہ جگہ جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی

رجسٹرڈ شدہ   رجسٹرڈ شدہ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

جو لوگ کہ اللہ کے دوست ہیں انھیں خوف ہوگا نہ غم (قرآن)

سوانح حیات

حضرت قادر ولی علیہ رحمۃ اللہ

مترجم و مشتہر اور کتاب ملنے کا پتہ

الحاج یس۔ وی یم حسین عالم صاحب

۲۹/ منار انارتھ اسٹریٹ

ناگور ضلع تنجاور

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
یاد رکھو تحقیق اللہ کے دوست نہیں مرتے ہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف بدلتے ہیں۔

فہرست مضامین سوانح حیات حضرت قادر ولیؒ

دوسرا باب

سیر و سیاحت

تیسرا باب

سرزمین عرب میں وُرود اور سیاحت

شمارہ	مضمون	صفحہ

چوتھا باب

ناگور میں داخل ہونے سے لیکر وفات تک کے حالات

پانچواں باب

کرامات کا ذکر

صفحہ	مضمون	شمارہ
۲۷۹	وفات	۲۲۰

چھٹا باب

نصائح

یہ قصیدہ حضرت قبلہ قادری گنج سوائی گنج بخش قدس سرہٗ کے پوتے حضرت شیخ المشائخ قاضی شاہ سلطان خلیفہ صاحب عارف باللہ القادری الشطاری نے از زبانِ مبارک لکھے تھے

قادر گنج سوائی حضرت قادر ولی
مالکِ ملکِ ولایت حضرت قادر ولی

مخزنِ اسرارِ نورِ ذاتِ پاکِ کبریا
معدنِ اسرارِ قدرت حضرت قادر ولی

عندلیبِ باغِ وحدت بلبلِ شاخِ وجود
طوطیٔ غیبِ ہویت حضرت قادر ولی

رہبر و پیرِ طریقت پیشوائے رہنما
نائبِ سردارِ عالم حضرت قادر ولی

سِر وفی انفسکم رازِ افلا تبصرون
نحن اقرب کے مبانی حضرتِ قادر ولی

قل ھو اللہ احد کا صورتِ معنے انو ولی
رازِ اللہ الصمد ہو حضرت قادر ولی

اینما کا آئینہ فثم وجہ اللہ ہو تو ہی   لیس کمثلہ ہو تو ہی حضرت قادر ولیؒ
ما رمیت ہو تو ہی لٰکن رمی اللہ تو ہی   دستِ یزداں ہو تو ہی یا حضرت قادر ولیؒ
سرورِ عالم تو ہی کرار حیدر ہو تو ہی   غوث الاعظم ہو تو ہی یا حضرت قادر ولیؒ
چہ عجب تر رونق افزا در ہمہ حالت منیر   تا قیامت شد منور حضرت قادر ولیؒ
از بوئے عطر و مشک و عنبر برتر است فائق است   طیب خاک تربتِ پاک حضرت قادر ولیؒ
من چہ گویم وصف اِین درگاہ آں عالیجناب   نسبت کعبہ لیک دارد حضرت قادر ولیؒ
ہر چہ خواہی میکنی در لوح محفوظ و قلم   نیک بخت ما نویسی یا حضرت قادر ولیؒ
از خاک درگاہِ معلا چشم سرمہ میکنم   چشم را پر نور کن یا حضرت قادر ولیؒ
یا حبیب اللہ تو دانی ما ہمیشہ عاجزیم   عاجزاں را رہنما یا حضرت قادر ولیؒ

چہ عجب قدرت نما کہ مشہدِ آں بے نظیر
از بہشتِ ہشت فائق حضرت قادر ولیؒ

۷۸۶

مُقدّمہ

از

منتر جیم
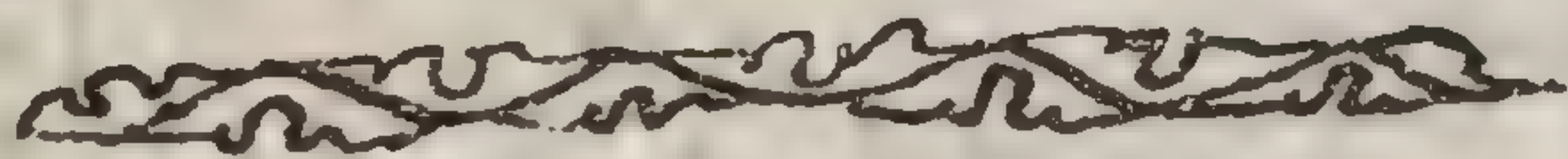
اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی کَفیٰ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفیٰ۔

جنوبی ہند میں حضرت قادر ولی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو شہرت حاصل ہے وہ یہاں کے کسی بزرگ کو حاصل نہیں ہے آپ کی درگاہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ سارے عالم اسلامی میں سب سے بڑی درگاہ ہے آپ کا مزار ہمیشہ مرجع خلائق بنا ہوا رہتا ہے۔ ہندوستان کے طول و عرض اور خاص کر جنوبی ہند کے مختلف گوشوں سے لوگ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں ناگور آتے ہیں اور اس درگاہ سے فیض اُٹھاتے ہیں۔ عرس کے زمانے میں تو لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے اور ناگور جیسے چھوٹے گاؤں میں زائرین کی اتنی کثرت ہوجاتی ہے کہ اکثر کو آسمان کے نیچے زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ درگاہ میں تل دھرنے کی جگہ تک نہیں ہوتی۔ سفر کی تکلیفات کے باوجود لوگ اس کی طرف کھنچے کھنچے چلے جاتے ہیں اور انھیں یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ انھیں کوئی غیر معمولی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ درگاہ کی ظاہری اور باطنی کشش اتنی ہوتی ہے کہ جو بھی وہاں ایک مرتبہ پہنچ جاتا ہے اس کے دل میں دوبارہ آنے کی خواہش دامنگیر ہوجاتی ہے۔ زائرین بہت سی امیدیں اور مرادیں لیکر وہاں پہنچتے ہیں اور ہر ایک کی مراد پوری ہوجاتی ہے۔ اس کا ثبوت ان عمارتوں سے ملتا ہے۔ جو لوگوں نے اپنی مرادوں کے پوری ہونے کے بعد تیار کی ہیں۔ اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ مسلمانوں کو جتنی عقیدت اس درگاہ سے ہے اس سے بدرجہا کہیں بڑھ کر ہندوؤں کو اس سے عقیدت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ناگور خاص کر

عرس کے موسم میں ہندو مسلم اتحاد کا سب سے بڑا مرکز بن جاتا ہے۔ اور یہ بات حضرت قادر ولی ناگوریؒ کی بزرگی اور جلالت شان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت قادر ولی کا والدین کی طرف سے رکھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارا ہوا نام شاہ الحمید تھا وہی اصلی نام عبدالقادر تھا۔ وہ شاہ الحمید کے لقب سے مشہور تھے۔ عام لوگ آپ کو قادر ولی گنج سوائی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ نسباً آپ حسنی اور حسینی تھے۔ آپ راجستھان کے ایک مشہور گاؤں مانکپور میں ۱۰ جمادی الآخر سنہ ۹۱۰ھ کو بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کی خدمت میں پہنچے۔ اور ان سے تصوف و سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ کی اجازت سے آپ نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور مقدس مقامات کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے آپ ہندوستان تشریف لائے اور مختلف مقامات کی زیارت اور سیر کرتے ہوئے ناگور پہنچے اور وہیں جمادی الآخر سنہ ۹۷۸ھ کو بروز جمعہ بوقت سحر وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زندگی میں آپ سے بہت سی کرامتیں سرزد ہوئیں اور وفات کے بعد بھی آپ کی کرامتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس لئے ہزاروں بندگان خدا کو آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ آپ کی قبر مبارک ابتدا میں صرف مٹی کی تھی۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا پہلے آپ کی قبر مبارک پختہ بنائی گئی اور اس پر ایک شاندار گنبد تیار کیا گیا اور پھر اس پر منارے اور برج بنائے گئے۔ مزار مبارک کے سامنے ایک زبردست ہال تعمیر کیا گیا۔ اس درگاہ کے وسیع احاطہ میں مختلف عمارتیں بنائی گئیں۔ پنج وقتہ نماز کے ادا کرنے اور خدا کی شب و روز عبادت کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے چار مسجدیں بنائی گئیں جن میں دو شافعیوں کے لئے اور دو حنفیوں کے لئے تھیں۔ ان کے علاوہ پانچ بلند منار بنائے گئے جن میں سے ایک تنجاور کے مشہور راجہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کا بنایا ہوا ہے۔ اور یہی منار سب سے زیادہ اونچا ہے۔ اور جب مختلف زائرین کی مرادیں پوری ہونے لگیں تو ہر ایک نے اپنی اپنی

حیثیت کے مطابق اس درگاہ پر زمینیں وقف کیں جن کی سالانہ آمدنی کئی ہزار روپیہ
ہوتی ہے۔ ہر سال منتوں اور نذر رانوں سے لاکھوں کی رقم جمع ہوتی ہے۔ اس رقم کا
ایک حصہ درگاہ شریف کی دیکھ بھال اور اس کے سالانہ عرس کے انتظام پر صرف
ہوتا ہے۔ یتیموں، بیواؤں اور بچوں کی تعلیم پر بھی بہت بڑی رقم خرچ ہوتی ہے اور
باقی رقم کو ۴۰۰ حصے کر کے حضرت سید محمد یوسف رحمۃ اللہ کی اولاد پر تقسیم کر دیا جاتا
ہے۔ اس کے علاوہ کتنے ہی زائرین کرام اپنے اپنے محبت دار یعنی اولادوں کے
ہاتھوں میں اپنے نیازوں کو ادا کر کے اپنے مرادوں کو حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت قادر ولی رحمۃ اللہ کے متعلق عربی تامل، فارسی، اور ہندی میں کئی
کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک مشہور کتاب کنز الکرامات ہے۔ اسی کو پیش نظر
رکھ کر مختلف اہل علم نے کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ نواب والاجاہ ثانی عمدۃ الامرا بہادر
کے زمانے میں نواب غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی المتوفی ۱۲۴۰ھ
نے گنج قدرت کے نام سے اردو زبان میں ایک قابل قدر مثنوی بھی لکھی ہے۔ جنوبی
ہند کے مشہور عالم سید محمود ابن مولانا العارف باللہ احمد نے عربی میں مواہب المجید
فی مناقب شاہ الحمید کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کا آزاد اردو ترجمہ
اس وقت سوانح حیات حضرت قادر ولی کے نام سے قارئین کی خدمت میں
پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ مصنف مذکور کا نام سید محمد تھا مگر
وہ العالم العروس کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ ۲۲ محرم الحرام ۱۲۳۲ھ کو منگل
کے دن ضلع ترنلویلی کے مشہور شہر کایل پٹنم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد
کا نام سید احمد اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔ والد کی طرف سے سلسلہ نسب یہ
ہے۔ سید محمد الملقب بالعالم العروس ابن مولانا احمد بن میراں لبیہ بن احمد
بن صدقہ بن ابراہیم بن احمد بن صدقہ بن احمد۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت
ابو بکر الصدیق تک جا ملتا ہے۔ والدہ کی جانب سے سلسلہ نسب یہ ہے۔
سید محمد الملقب بالعالم العروس ابن آمنہ بنت میراں اُتا بنت الشیخ

صدقہ اللہ بن الشیخ سلیمان بن الشیخ محمد لبیہ بن الشیخ صدقۃ اللہ کایل پٹنمی
یہ شیخ صدقۃ اللہ وہی ہیں جنھوں نے شیخ ابوبکر البغدادی کے مشہور
القصیدۃ الوتریہ فی مدح خیر البریہ کی عربی میں تخمیس کی ہے۔ ناظم یعنی شیخ ابوبکر
البغدادی نے ہر حرف ہجاء کے ردیف میں اکیس شعر لکھے ہیں اور شیخ
صدقۃ اللہ کایل پٹنمی نے ہر ایک مصرعہ کے ساتھ چار مصرعے لگاکر اس کی
تخمیس کی ہے۔ یہ تخمیس جنوبی ہند میں بہت مشہور ہے اور ہر جگہ بڑے
ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

سید محمد ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد ماجد شیخ احمد اپنی بیوی آمنہ اور
دونوں لڑکوں یعنی سید اکبر محمد اور سید محمد کو ساتھ لیکر کایل پٹنم سے کیل کرے
چلے گئے جو ضلع رامناڈ میں ایک مشہور ہے۔ یہاں انھوں نے سب سے پہلے
قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے والد ماجد سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی آپ نے
عربی زبان میں بڑی مہارت پیدا کی۔ آپ اپنے زمانے کے حسان اور حریری مانے
جاتے تھے۔ فصاحت و بلاغت اور انشاء و ادب میں آپ کا کوئی نظیر نہیں
تھا۔ آپ نے عرب ٹامل اور عربی زبان میں فقہ و عقاید اور سلوک و تصوف کے
متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں فتح المبین، فتح السلام، فتح الدیان مخانی
لمح التبیان، غنیمۃ السالکین وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آخری کتاب سلوک
و تصوف اور عرفان کے متعلق ہے۔

پہلی ربیع الاول ۱۲۳۲ھ کو آپ نے ناگور جاکر حضرت قادر ولی رحمۃ اللہ
کے روضہ مبارک کی زیارت کی۔ اس کے بعد درگاہ کے احاطہ میں والاجاہ جمعہ مسجد
میں نماز ادا کی۔ اور مختلف عمارتوں کی سیر کی۔ پھر درگاہ کے آٹھ سجادہ نشینوں
یعنی شاہ الحمید الحسن، شاہ ابوالقاسم، شاہ محمد حسین میراں، شاہ شیخ سلطان محی الدین
شاہ محمد مخدوم، شاہ باواشی الدین، شاہ سید حسین الدین، اور شاہ
سید ولی محمد غوث سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد ناگور

کے مشہور رئیس سید محی الدین مرکار ابن سید محمد علی مرکار کی خدمت میں پہنچے۔
انہوں نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ان کی مجلس میں درگاہ شریف کے ایک
مذکور سجادہ نشین شاہ مولی محمد غوث ابن شاہ محمد باقر بھی تشریف لائے تھے۔ حضرت
قادر ولی رحمہ اللہ کے مناقب و فضائل اور ان کی کرامات کا ذکر ہوتا رہا۔ شاہ
مولی محمد غوث نے کہا کہ حضرت قادر ولی کے مناقب و فضایل اور ان کی
کرامات کے متعلق تامل، فارسی اور ہندی میں تو بہت سی کتابیں لکھی
جاچکی ہیں۔ مگر عربی میں کوئی عمدہ کتاب موجود نہیں ہے۔ ہم میں سے کوئی
اس کام کو انجام دے سکے تو بہت اچھا ہوگا۔ رئیس سید محی الدین مرکار نے بھی
اس کی تائید کی، اور کہا کہ اس کام کو سید محمد العالم العروس زیادہ بہتر طریقے پر انجام
دے سکتے ہیں. سید محمد نے پہلے تو عذر خواہی کی مگر جب زیادہ اصرار ہوا تو
انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور مواہب الجید فی مناقب شاہ الحمید کے نام
سے ایک کتاب لکھی. اس کو ایک مقدمہ اور چھ ابواب میں تقسیم کیا تھا۔ چھٹا باب
علم توحید اور خطب و قصاید اور مراثی کے متعلق تھا۔ سید محمد العالم العروس نے
حرمین شریفین کی بھی زیارت کی تھی۔ آپ نے ۵ رجب المرجب ۱۳۱۶ھ کو سنیچر
کے دن ظہر کے وقت پچاسی (۸۵) سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور کیل کرے کی خانقاہ
میں جو تکبیر کے نام سے مشہور ہے دفن ہوئے۔ خدائے تعالیٰ ہمیشہ آپکی قبر پر رحمت کے پھول برسائے آمین

---

[۱] ہمارے زمانے میں آج کل درگاہ کے حسب ذیل آٹھ اصحاب سجادہ نشین اور ٹرسٹی ہیں، جو
پیڑی بہ پیڑی چلے آرہے ہیں (مترجم) (۱) درگاہ خلیفہ چلڑی محلی خلیفہ مستان صاحب ابن
خلیفہ صاحب (۲) محمد غوث صاحب ابن سید غلام محی الدین صاحب (۳) شیخ بادا صاحب
ابن محمد باقر صاحب (۴) خطیب سید حسن قدوس صاحب ابن خطیب سید نور الدین صاحب
(۵) بادا فخر الدین صاحب ابن سید محی الدین صاحب (۶) سلطان بادا صاحب ابن خطیب
سید محمد قاضی حسین صاحب (۷) محلی خواجہ دانجور فقیر صاحب بن خواجہ بادا محی الدین صاحب
(۸) گورنمنٹ ٹرسٹی قاضی ابو القاسم صاحب سلطان خلیفہ صاحب۔

آپ کی تمام تصنیفات جنوبی ہند اور خاص کر ملیبار اور سیلون میں بڑے ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کے بہت سے شاگرد تھے۔ جو جنوبی ہند اور سیلون کے مختلف شہروں اور قریوں میں پھیلے ہوئے تھے، آپ کے دونوں بھائی شیخ محمد عبدالقادر اور شیخ عبدالغفور اور آپ کے فرزند شیخ عبدالقادر اور پوتے حاجی شاہ الحمید بھی بہت اچھے عالم تھے۔ ان حضرات کی کوششوں سے دین اسلام کی تعلیمات کو زیادہ فروغ حاصل ہوتا رہا۔

مواہب المجید فی مناقب شاہ الحمید کے قلمی نسخے مرور زمانہ سے نایاب ہوتے چلے گئے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی تلاش تھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ حسنِ اتفاق سے میرے والد ماجد سید محمد غوث صاحب المعروف بو انجور فقیر صاحب القادری ابن سلطان صاحب کے پاس رہ گیا تھا۔ جب سنہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا محمد تمیم بن محمد مدراسی کو اس کا پتہ لگا تو انھوں نے اس کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ پھر میرے والد ماجد کے استاد اور شیخ علامہ سید رحمۃ اللہ صاحب قادری مرحوم ومغفور کی سفارش سے اس نسخہ کی ایک نقل لی۔ اور جناب حاجی الحرمین مونا تمبی صاحب مریکار الکاریکالی مرحوم کے بھائی قاضی قادر محی الدین صاحب مریکار مدظلہ کو اس کتاب کے چھپوانے پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ قاضی صاحب موصوف مدظلہ کے خرچ سے سنہ ۱۳۴۶ھ میں یہ کتاب مطبع عثمانی مدراس میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اور ان کی بدولت عربی خوان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ سکی۔ میرے والد ماجد کے پاس جو نسخہ تھا اس میں چھٹا باب نہیں تھا۔ یہ پتہ نہیں کہ سید محمد العالم العروس نے یہ باب لکھا تھا یا آئندہ لکھنے کے خیال سے اس کو ایسا ہی چھوڑ دیا تھا۔ مولانا محمد تمیم بن محمد مدراسی نے اس نسخہ کو ایسا ہی شائع کردیا۔ چھٹے باب کے متعلق یہ لکھا کہ اگر کسی کو یہ باب ملے تو آئندہ اس کتاب میں اس کو شامل کرلے۔

مختلف احبابوں سے اور خاص طور پر محمد یٰسین عالم صاحب شطاری (۱)
اور عالیجناب محمد یوسف مریکار ناگوری عاشق قادر ولی ؒ کا تقاضا تھا (ان کی حیات و
تجارت میں اللہ تعالیٰ برکت دے) کہ اس کتاب کا اُردو میں بھی ترجمہ ہو جائے تاکہ
وہ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں جنھیں عربی، فارسی اور تامل سے واقف نہیں ہے
میں اگرچہ اُردو جانتا ہوں تاہم میری مادری زبان اُردو نہیں ہے۔ اس کام
کے انجام دینے کی مجھ میں اس وقت تک ہمت نہیں ہوسکتی تھی تاوقتیکہ
بعض اہل زبان حضرات اس معاملے میں میری مدد نہیں کرتے میں نے اپنے
مخصوص احباب سے مدد لی، اور پھر حسنِ اتفاق سے مولانا حافظ محمد یوسف صاحب
مدراسی ایم۔ اے سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے اپنا اُردو ترجمہ آپ کی خدمت
میں پیش کیا اور آپ سے گذارش کی کہ اس کی اصلاح فرماکر مجھے عنایت
فرمائیں۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس کی جا بجا اصلاح کی
اب اس کی زبان اتنی آسان ہوگئی ہے کہ ہر ایک اس کو اچھی طرح
سمجھ سکتا ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

اصل کتاب مواہب المجید میں درگاہ کی عمارتوں کے نقشے نہیں دئے گئے
تھے۔ صرف ایک قلمی تصویر دی گئی تھی۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب
میں درگاہ کے مختلف فوٹو اور نیز حضرت قادر ولی کے بعض اہم تبرکات
کے فوٹو بھی دیدئے جائیں۔ اس کتاب میں جو فوٹو دئے گئے ہیں۔ ان
کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) گنبدِ مبارک۔
(۲) ساحل سمندر پر چلہ کشی کا مقام۔
(۳) حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے بتایا ہوا مقام یعنی مطبخ۔
(۴) وہ جگہ جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی تھی۔
(۵) وانجور میں چلہ کشی کی جگہ۔

(٦) وہ مقام جہاں حضرت کو وفات کے بعد غسل دیا گیا تھا۔
(٧) دروازہ کھلا رہنے کے وقت روضہ مبارک کا منظر۔ اس روضہ مبارک کے سات دروازے ہیں۔ جن میں سے چھ چاندی کے ہیں اور تربت پاک کے قریب کا دروازہ سونے کا ہے۔
(٨) روضہ مبارک کا منظر۔
(٩) روضۂ مبارک کے اندر کا جنوبی دروازہ۔
(١٠) حضرت سید محمد یوسف رحمۃ اللہ کا روضۂ مبارک۔
(١١) سیدہ سلطان بی بی رحمۃ اللہ علیہا کا روضۂ مبارک۔
(١٢) عرس کے علاوہ عام دنوں میں مشرقی جانب سے درگاہ شریف کا منظر۔
(١٣) سب سے بڑے مینار کا منظر جس کو تنجاور کے مرہٹی راجہ مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ١١٦٣ھ میں تعمیر کیا تھا۔ اس کی اونچائی تقریباً دوسو فیٹ ہے
(١٤) درگاہ شریف کا شمالی دروازہ۔
(١٥) درگاہ شریف کا مشرقی دروازہ۔
(١٦) درگاہ شریف کا جنوبی دروازہ۔
(١٧) درگاہ شریف کے مغربی دروازے کے اوپر کا حصہ۔
(١٨) عرس کے زمانے میں مشرقی جانب سے پوری درگاہ شریف کا منظر
(١٩) درگاہ شریف کے باہر کا مغربی دروازہ۔
(٢٠) وہ صندوق جس میں حضرت کے نعلین مبارک رکھے ہوئے ہیں۔

اس درگاہ میں کل پانچ مینار ہیں۔ چار درگاہ کے اندر ہیں اور ایک مغرب کی طرف درگاہ سے باہر ہے۔ ان پانچ میناروں میں سے چار مینار سات منزل کے ہیں اور سب سے بڑا پانچواں مینار دس منزل کا ہے۔ درگاہ کی لمبائی اور چوڑائی 543×495 فیٹ ہے۔

اصل کتاب میں کئی جگہ عربی اشعار دیے گئے ہیں۔ ان میں سے

صرف بعض کا ترجمہ دیا گیا ہے. طوالت کے خوف سے بعض اشعار کے ترجمے کو ترک کر دیا گیا ہے. بعض جگہ ضروری نوٹ دیئے گئے ہیں. اور چھٹے باب میں حضرت قادر ولی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض نصائح کو بیان کیا گیا ہے جو مختلف کتابوں سے چن کر جمع کئے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ ہماری یہ کوشش پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ میں جناب حامد علی صاحب شاکر مالک شاکر پریس مدراس کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت کم وقت میں اہتمام کے ساتھ یہ کتاب چھاپ کر دی ہے. ممکن ہے کہ کہیں کہیں غلطیاں ظہور پذیر ہوئی ہوں۔ قارئین ہماری مجبوریوں کا خیال فرما کر اس کتاب کو نظر کرم سے دیکھیں گے اور جہاں کہیں غلطی ہو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

والسلام

فقط

(حاجی) سید محمد حسین عالم صاحب قادری

ناگور

از اولاد حضرت قادر ولیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدَّمہ

اولیاء کی قسمیں

اولیاء کے دل انبیاء کے دلوں کی طرح ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے آدمی ہیں جن کی تعداد اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا اور اللہ کے سوائے ان کا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ لیکن ان میں سے جو گنے گئے ہیں وہ چارسو چالیس ہیں۔ بعض صالحین کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی بعض سیاحتوں میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی اور پوچھا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے آدمیوں کو جو ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں، جانتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں صرف چند گنتی کے آدمیوں کو جانتا ہوں۔ صالح آدمی نے پوچھا گنتی کے آدمیوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ حضرت خضر نے جواب دیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو زمین رونے اور چلانے لگی اور اپنے پروردگار کے سامنے شکوہ و شکایت کرنے لگی۔ اس نے کہا پروردگارا! اب تک تو میری پیٹھ پر انبیاء چلتے رہے۔ جن کا سلسلہ حضرت آدم سے جاری ہوا اور جن وانس کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ اب میری پیٹھ پر آئندہ کوئی نبی نہیں چلے گا اور اس طرح ہمیشہ کیلئے میرا فخر ختم ہو جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی شکایت سنی تو فرمایا اے زمین تجھ کو رونے پلانے اور خوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں انبیاء کی جگہ اپنے اولیاء کو روانہ کروں گا جن کے دل انبیاء کے دلوں کی طرح ہونگے۔ جب زمین نے یہ بات سنی تو وہ بہت

خوش ہوئی اس کا سارا غم و الم جاتا رہا اور اس نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا۔ صالح آدمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضرؑ سے پوچھا کہ اولیاء کی تعداد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا تین سو نقباء، ستر نجباء، چالیس ابدال، دس اخیار، سات عرفا، پانچ انوار چار اوتاد، تین مختار اور ایک غوث ہوں گے۔ غوث کو قطب بھی کہتے ہیں۔ انہی اولیاء کے اطراف ساری زمین اور تمام سیارے چکر لگاتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے آسمان پانی برساتا ہے اور لوگ بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب غوث کا انتقال ہوتا ہے، تو کسی مختار کو ان کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اور جب کسی مختار کا انتقال ہوتا ہے تو اس سے کم درجہ کا ولی اس کی جگہ لیتا ہے۔ یہاں تک کہ عوام سے تین سو نقباء چنے جاتے ہیں۔ قیامت کے قائم ہونے تک اولیاء کے انتخاب کا یہی سلسلہ باقی رہے گا۔ بعض ولی ایسے ہوں گے جن کا دل حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کے دلوں پر ڈھلا ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ ولایت مقیدہ حضرت مہدی آخر الزماں اور ولایت مطلقہ حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو جائیگی۔

مجدد کون ہیں؟

شیخ حسن رحمۃ اللہ اپنی کتاب معدن الیواقیت میں شیخ عبداللہ یافعی کی کتاب الارشاد اور دوسرے علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عساکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

ان اللہ تعالیٰ یجدد لھذہ الامۃ من یجدد لھا دینھا علی راس کل مائۃ سنۃ۔	بیشک اللہ تعالیٰ اس امت سے ہر سو سال کے بعد ایک ایسا شخص پیدا کرتا رہے گا جو اس امت کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

اور یہ لکھا ہے کہ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے، دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعیؒ تھے جس کی شہادت حضرت امام احمد ابن حنبل نے دی ہے۔ تیسری صدی کے مجدد حضرت امام ابوالحسن اشعری تھے، چوتھی صدی کے مجدد امام ابوبکر باقلانی، پانچویں صدی کے مجدد امام ابو حامد غزالی چھٹی صدی

کے مجدد امام فخرالدین رازی ساتویں صدی کے مجدد شیخ تقی الدین ابن دقیق العید تھے۔ کہا جاتا ہے کہ چوتھی صدی کے مجدد امام العراقین ابوحامد احمد ابن طاہر تھے۔ اور چھٹی صدی کے مجدد ابن الخطیب تھے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آٹھویں صدی کے مجدد شیخ عبداللہ ابن اسعد یافعی یمنی شافعی نزیل الحرمین الشریفین ہو سکتے ہیں۔ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ شیخ یافعی مذکور بہت بڑے قطب تھے۔

نویں صدی کا قطب کون ہے؟

محققین کا کہنا یہ ہے کہ شیخ زکریا انصاری شافعی نویں صدی کے بہت بڑے قطب تھے۔ امام محقق اور علامہ مدقق شیخ محمود الطیبی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب المناقب الحمیدیہ میں لکھا ہے کہ شیخ شاہ الحمید رحمۃ اللہ نویں صدی کے قطب تھے حرمین شریفین کے لوگوں نے آپ کی قطبیت کا اعتراف کیا ہے۔ اولیائے مکاشفین اور علمائے محققین نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شیخ شاہ الحمید لوگوں کو ہدایت دیتے تھے اور حقائق کو بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنے بندوں میں اپنا حکم جاری کیا اور تمام شہروں کے لوگ انہی سے اوامر ونواہی میں استفادہ کرتے تھے۔ آپ کوڑھیوں اور جذامیوں کو چنگا کر دیتے تھے۔ اور خدا کی اجازت سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی نعمت کاملہ اتارنی چاہی اور امت پر اپنا فضل و احسان کرنا چاہا تو سید حسن القدسی الحسنی الحسینی المانکپوری کی زوجۂ محترمہ ست النساء الطاہرۃ فاطمۃ الزہراء الحسنیۃ الحسینیۃ المانکپوریہ کے بطن مبارک سے ہمارے غوث کو پیدا کیا۔ ان کی ولادت باسعادت دس ربیع الاول ۹۰۱ھ کو سحر کے وقت پیش آئی۔

پہلا باب

حضرت قادر ولی کا حسب نسب اور ولادت

علماء کی زبان سے تواتر کے ساتھ یہ خبریں ملی ہیں کہ شیخ شاہ الحمید رضی اللہ عنہ شیخ العارفین، استاد المکاشفین زین الملۃ والدین ولی رب العالمین ابو یوسف سیدنا الحسن القدسی کے فرزند ارجمند ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے

شیخ شاہ الحمید ابن سیدنا ابو یوسف الحسن القدسی ابن سیدنا موسیٰ ابن سیدنا علی ابن سیدنا محمد البغدادی ابن سیدنا حسن البغدادی ابن سیدنا محمد ظہور احمد ابن سیدنا ابی نصر محی الدین ابن سیدنا عماد الدین صالح نصر ابن سیدنا تاج الدین عبدالرزاق ابن سیدنا و مولانا وملاذنا ومعاذنا ومنجانا وملجانا وعمادنا وعمدتنا و ذخرنا وفخرنا ومددنا وسیدنا القطب الربانی والغوث الصمدانی والمحبوب السبحانی والمعشوق الرحمانی ابی محمد محی الدین عبدالقادر الجیلانی ابن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست ابن سیدنا عبداللہ الجیلی ابن سیدنا یحییٰ الزاہد ابن سیدنا محمد زاہد ابن سیدنا داؤد ابن سیدنا موسیٰ الثانی ابن سیدنا عبداللہ الثانی ابن سیدنا موسیٰ الجون ابن سیدنا عبداللہ المحض ابن سیدنا الامام الحسن المثنیٰ ابن سیدنا الامام حسن المجتبیٰ بن سیدنا المرتضیٰ باب مدینۃ العلم اسد اللہ ابی الحسن حیدر علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جو حضرت فاطمۃ الزہراء البتول بنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زوج مبارک تھے۔ میں نے آپ کے آباء و اجداد کی تعداد کے بارے میں ذکر رسول کے ساتھ یہ شعر لکھا ہے۔

عددنا اصول الشیخ والشیخ من رسول
کاحرف تہلیل ومابعدہٗ نقول

ہم نے شیخ کے آباء و اجداد کو اور شیخ کو جو رسول سے ہیں گنا تو لا الٰہ الا اللہ کے حروف نکلے اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا اور ان کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے

فاطمہ بنت سیدنا حمید الدین ابن سیدنا فخر الدین ابن سیدنا عبد الرزاق ابن سیدنا فیض اللہ ابن سیدنا عبد اللہ ابن سیدنا نعمۃ اللہ ابن سیدنا جمال الدین ابن سیدنا محمد البغدادی (جو آپکے دادا کے دادا ہوتے ہیں) ابن سیدنا حسن البغدادی ابن سیدنا محمد ظہور احمد ابن سیدنا ابی نصر محی الدین ابن سیدنا عماد الدین صالح نصر بن سیدنا عبد الرزاق ابن سیدنا و مولانا محی الدین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بعض روایتوں میں ان کا سلسلہ نسب اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ فاطمہ بنت سید حمید الدین ابن سید فخر الدین ابن سید عبد الرزاق ابن سید فیض اللہ ابن سید عبد اللہ ابن سید نعمۃ اللہ ابن سید جمال الدین ابن سید عبد اللہ ابن سید جمال الدین ابن سید محمد ابن سید ابی محمد ابن سید طاہر ابن سید عطار ابن سید عبد اللہ ابن محمد الباقر بن الامام زین العابدین ابن الامام الحسین بن علی کرم اللہ وجہہ، صاحب کتاب ہدایہ نے یہ جو لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب فاطمہ بنت سید علی موسیٰ البخاری بن جلال الکرخی جن کا سلسلہ نسب حسین بن علی کرم اللہ وجہہ تک جا ملتا ہے صحیح نہیں ہے۔ اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ روایت نقل کرنے والوں میں سے کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی ہے۔

حضرت قادر ولی کا حلیہ اور اخلاق

شیخ رضی اللہ عنہ کا قد و قامت درمیانی تھا۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ بال لمبے تھے۔ بھویں کالی تھیں۔ آنکھیں بہت بڑی اور کشادہ تھیں۔ ناک اونچی تھی۔ دانت بالکل سفید تھے۔ چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ داڑھی نہ بہت ہی گنجان تھی اور نہ بہت پتلی۔ سینہ اور پیٹھ بہت چوڑی تھی۔ نہ بہت زیادہ موٹے تھے اور نہ زیادہ دُبلے کبھی ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی عمامہ، کبھی قمیص زیب بدن فرماتے تھے اور کبھی چادر اوڑھتے تھے۔ آپ کو موٹا لباس زیادہ پسند تھا۔ عصا لیکر چلتے تھے۔ صرف اپنی جان بچانے کے لئے کھاتے تھے۔ کئی دن مسلسل وہ روزہ رکھتے تھے۔ اور رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بیل پھلاری اور میٹھے سے اگرچہ انھیں محبت تھی لیکن عیش و تنعم سے

پہنچتے تھے۔ اور جب یہ چیزیں انھیں ملتی تھیں تو اپنے خدمتگاروں اور ساتھیوں کو بھی
ان میں شریک کر لیتے تھے۔ عیش پرست لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ فقیروں اور
سادات سے محبت رکھتے تھے اور انھیں عبادات کی ترغیب دیتے تھے۔ وہ بہت کم
سوتے تھے۔ جب نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو کچھ استراحت فرما لیتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ
اچھا برتاؤ کرتے تھے اور ان سے بہت ہی نرمی سے پیش آتے تھے۔ ان کے پاس
جو بھی ان کے پاس بات کرنے کو آتا انہی کے در پر پڑا رہتا۔ ان کے دل میں سارا قرآن مجید
بھرا ہوا تھا۔ اور وہ نیک کاموں کے بالکل ہی شیفتہ تھے۔ والدین کے فرمانبردار
تھے۔ اور دل و جان سے ان کی خدمت کرتے تھے۔ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کے
حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ رشتہ توڑنے والوں سے اپنا ناتہ جوڑتے
تھے۔ اور جو انھیں محروم کرتا تھا اسی کو دیتے تھے اور ظلم کرنے والوں کو معاف
کر دیتے تھے۔ تہجد میں قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے۔ فرض
نمازیں اپنے اوقات کے پہلے حصہ میں ادا کرتے تھے۔ جامع مسجد کو سب سے پہلے
پہنچتے تھے۔ جب وہ لوگوں کی امامت فرماتے تھے تو قاری ان کی قرأت کو بہت
غور سے سنتے تھے۔ اور جب کوئی بات فرماتے تو ان کی مجلس میں بہت سے ائمہ
اور فقیہ حاضر ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کی کوشش فرماتے تھے۔ ہمیشہ
باوضو رہتے تھے۔ ہمیشہ مسواک کرتے تھے۔ کمزوروں اور یتیموں پر مہربانی کرتے
تھے۔ فقیروں اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے۔ چھوٹے اور بڑے لوگوں کی عزت
اور دلجوئی کرتے تھے۔ بلاؤں پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے تھے۔ قضا و قدر
سے راضی تھے۔ مسلمانوں کی ہدایت پر کمربستہ رہتے تھے۔ اور انھیں فلاح و بہبودی
کا راستہ دکھاتے تھے۔ روز و شب فرض نمازوں کے بعد ماثورہ دعاؤں کے بہت
پابند تھے۔ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہتے
تھے اور مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ وہ جوتا پہن کر چلتے تھے۔ زوال سے کچھ
پہلے استراحت فرماتے تھے۔ اور کسی کی طرف اپنا پیر نہیں پھیلاتے تھے۔ آپ کے اخلاق

بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا نمونہ تھے۔ یہ تو ان کے ظاہر اعمال اور ان کی ظاہری سیرت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن آپ کی باطنی سیرت اور آپ کے مجاہدات و ریاضیات کا بیان آئندہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

ولادت آپ کی ولادت ترکی سلطان سلیم بن محمد بن ابی یزید کی خلافت کے بارہ سال پہلے مصری سلطان قانصوحت الغوری کے زمانے میں ضلع دہلی کے مشہور قریہ مانکپور میں ہوئی۔ مانکپور اس زمانہ میں بہت ہی آباد تھا۔ اور یہاں بے شمار علماء صلحاء عباد و زہاد پیدا ہوئے۔

نام آپ کے بہت سے اچھے نام تھے، آپ کا اصلی نام عبدالقادر تھا مگر آپ شاہ الحمید کے نام سے مشہور ہوئے۔ شاہ درحقیقت ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ صوفیہ یہ لفظ ایسے شخص کے متعلق استعمال کرتے ہیں جو آداب فخر کے لحاظ سے تمام خصائل حمیدہ کا مالک ہو وہ گویا سلطان الفقراء ہوتا ہے، حمید حامد اور محمود کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ یہ نام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوئے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ بہترین نام وہ ہے جس میں خدا کی بندگی (عبدیت) اور تعریف (حمد) کے معنی پائے جائیں وہ نام جس میں خدا کے ناموں کے ساتھ اپنی بندگی کا ذکر کیا جائے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمن عبدالرحیم وغیرہ یا وہ جو حمد سے مشتق ہو جیسے محمد، احمد، حماد، حامد، محمود، یا حمید وغیرہ کیونکہ اس قسم کے دونوں اسماء خاص بندوں کے شرف کے لائق ہوتے ہیں اس لئے کہ عبودیت و بندگی بہت بڑا درجہ رکھتی ہے۔ جس کے ذریعہ ایک بندہ ترقی کر کے بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ عبد (بندہ) ایک اسم فاعل ہے جو عبودیت یا عبادت یا عبودۃ سے مشتق ہو سکتا ہے۔ عبودیت (بندگی) کسی ایک خاص چیز سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ تمام نیک اعمال میں عبودیت ہو سکتی ہے۔ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ بندے سے نیک اعمال کا صدور ہو، یہ صدور کسی بدلہ کی غرض سے نہ ہو بلکہ صرف خالصتًا لوجہ اللہ ہو۔ اور عبودۃ عمل کا صادر ہوتا ہے۔ فقط اللہ کی

مدد سے۔ عبد کو جس مصدر سے بھی مشتق مانا جائے بندگی بہت بلند مرتبہ رکھتی ہے
یہی وجہ ہے کہ کلمۂ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے آپ کے
عبد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یوں فرمایا گیا ہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود
سوائے اللہ کے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں)
اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: فاوحی الی عبدہ ما اوحی (پس اس نے اپنے بندے کی
طرف جو وحی کرنی تھی وحی کی) اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول کو
عبد سے تعبیر کیا ہے۔ جو حضرت جبریلؑ یا کسی اور کے لئے نہیں استعمال کیا حالانکہ حضرت
جبریل وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کے قاصد بن کر نبیوں کے پاس آئے ہیں۔ اگر اس کی تفصیلی
تعریف معلوم کرنی ہو تو اس فن کی اصلی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

عبودیت (بندگی) کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ خداوند کریم عزّوجل جلالہ سے پناہ مانگی ہے۔ اور آپ نے
یوں فرمایا ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ من ان اکون عبد الدنیا والدرہم
الی آخرہ (اے اللہ میں بیشک تجھ سے اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں دنیا
یا درہم کا بندہ بنوں) یہ اس لئے کہ بندہ جب تک خالص خدا کا بندہ نہیں ہوتا ہے
خدا کی توجہ اس کی طرف نہیں ہوتی ہے۔ ایک بندے کی ترقی اور اس کے تنزل
میں بندگی ایک لازمی وصف ہے جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ
نے فرمایا: العبد عبد وان ترقی :: الرب رب وان تنزل
بندہ بندہ ہی رہتا ہے چاہے وہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور رب رب ہی رہتا
ہے چاہے وہ کتنا ہی اپنے مرتبے سے نیچے آجائے۔

جب کسی سالک کو عبودیت و بندگی کا یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ
اپنے آپ کو ہر ایک چیز سے کمتر اور عاجز تصوّر کرنے لگتا ہے اور اپنے معبود کو
ہر چیز پر قادر تسلیم کرتا ہے۔ بعض صالحین کا یہ مشہور شعر ہے:

حقیقۃ العبد عندی فی توکلہ ۔ سکون احشاءہ عن کل مطلوب

بندے کی حقیقت میرے نزدیک اس کے توکل کرنے میں یہ ہے کہ اس کی آنتیں ہر خواہش پر ساکن رہیں ۔

وان تراہ لکل الخلق مطرحا ۔ یصون اسرارہ عن کل محبوب

اور جب تم لوگوں کے ہر طبقہ کے سامنے گرا پڑا دیکھو تو وہ اس کے بھیدوں کو ہر ایک محبوب اُسے چھپاتا ہے ۔

اس لحاظ سے ان کا نام عبدالقادر رکھنا بالکل ہی ٹھیک تھا۔ وہ اسم بامسمیٰ تھے۔ ان کی ذات اور اُن کے افعال میں قادر کی پوری صفات کا اثر ظاہر تھا اور وہ خلافت محمدی کے مستحق اور صفات نبوی سے متصف تھے۔ نبی کا طرۂ امتیاز فقر تھا جس کے متعلق آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ الفقر فخری والفخر منی (مجھے فقر پر فخر ہے اور مجھی سے فخر حاصل کیا جاسکتا ہے) آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنے لئے فقر کو ایک طرۂ امتیاز قرار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی زبان پر اس نام کو جاری کردیا تھا کہ آپ کو ایسے نام سے پکاریں جس کی صفتیں آپ کے اندر موجود ہوں۔ شیخ شاہ الحمید عبد کے مذکورۂ بالا تینوں معانی پر حاوی تھے وہ سلطان الفقرائ تھے اسی لئے شاہ الحمید کہلائے۔

آپ کا ایک نام میراں بھی تھا۔ جو میزان کے وزن پر ایک فارسی کلمہ ہے۔ اس کے معنی قوم کا سردار ہوتے ہیں۔ چونکہ آپ قوم صوفیہ کے سردار تھے اس لئے آپ اس نام سے پکارے گئے۔

آپ کو گنج سوائی بھی کہا جاتا ہے۔ گنج ایک فارسی لفظ ہے، جس کے معنی خزانہ کے ہوتے ہیں۔ سوائی سوا یعنی ایک اور چوتھائی عدد کی طرف نسبت ہے اس نسبت سے ان کے شرف کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔ یعنی یہ کہ وہ صرف پورے ولی ہی نہیں تھے، بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر تھے۔

خواص اسماء | کنزالکرامات کے مصنف عارف نے لکھا ہے کہ جو شخص آپ کے

نام کا ہمیشہ باقاعدہ وظیفہ پڑھتا رہیگا۔ اس کو اس کی عجیب و غریب خصوصیتیں اور کیفیتیں ظاہر ہوں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ اہل دعوات کے آداب کے مطابق اُن کا ذکر کیا جائے۔ ابتداء اور انتہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے مصنف مذکور نے لکھا ہے کہ یہ بات بارہا میرے تجربہ میں آئی ہے کہ کسی پر اہل دعوات کے آداب کے مطابق ان کا ذکر گراں ہو تو وضو کر کے آدھی رات کے گزر جانیکے بعد مسلسل گیارہ راتوں تک ہر رات گیارہ سو مرتبہ ان کے ناموں کا حسب ذیل طریقہ پر وِرد کرے۔ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی اس کی دینی یا دنیوی حاجت پوری ہو جائے گی۔ اگر اس مدت میں پوری نہ ہو تو دوبارہ شروع کرے۔ اس طرح دوسری اور تیسری مرتبہ ذکر کرے۔ ساتویں مرتبہ تو بغیر کسی شک و شبہ کے اس کی دینی و دنیوی حاجت پوری ہو جائے گی۔ وہ ذکر یہ ہے :۔ یا شاہ الحمید یا سید الحمید یا سلطان الحمید یا عبد القادر الحمید یا قطب الحمید یا غوث الحمید یا میران الحمید یا حاج الحمید یا فقیر الحمید یا عاشق الحمید یا قدسی الحمید اغثنی وامددنی فی کل حاجات عند اللہ واقبل دعائی واقض مرادی یا اللہ برحمتک یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین ؕ

لوگوں کا بیان ہے کہ جب بندے خدا کے اولیاء کو پکارتے ہیں تو خدا ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ یہ اولیاء خدا کے اندر ذات اور صفات کی حیثیت سے بالکلیہ فنا ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ان کا محافظ ہوتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کو قبول کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس بارے میں محققین نے بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ امام یافعی نے لکھا ہے کہ اس قسم کے آدمیوں سے عجیب و غریب معارف و اسرار کا صدور ہوتا ہے۔ ان میں حکمت کے خزانے اور انوار کی کرنیں ودیعت ہوتی ہیں وہ دل کے کھوٹ کو نکالنے والے اور اپنے کشف کے ذریعے ہر بیمار جسم کو شفا بخشنے والے ہوتے ہیں۔ انہی کے حال کے مطابق میرے یہ اشعار ہیں۔

هم الاولیٰ بذکر اسماهم شفی　　　سقم المریض و داء کل المدنف

وہ اولیا ہیں ان کے ناموں کے ذکر سے بیماری کی بیماری اور مریض کا مرض دور ہو جاتا ہے

یجیب من دعا هم المهیمن　　　لاشك فی هذا الکلام لمومن

خدا ان کی پکار کو قبول کرتا ہے۔ اس بات میں کسی مومن کو کوئی شک نہیں ہوتا۔

ولادت حضرت قادر ولی کی بشارت

کہا جاتا ہے کہ سید حسن قدسی کو شیخ کی ولادت سے پہلے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام یوسف تھا۔ لیکن بچپن ہی میں اس کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے والدین کو بہت رنج اور افسوس ہوا۔ خاص کر ماں کو بہت ہی رنج ہوا کیونکہ کئی سال کی تمناؤں کے بعد اس کی ولادت ہوئی تھی۔ جب دونوں رنج و غم میں اپنے دن کاٹ رہے تھے کہ ایک دن انہوں نے ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی۔ اس نے کہا اے میرے بندے اور اے میری لونڈی تم دونوں کو یوسف کی وفات پر کوئی افسوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم نے تمہیں اپنی مہربانی سے ایک لڑکا بخشا تھا جس کو انصاف کیسا تھ ہم نے واپس لے لیا۔ اب تمہیں صبر کرنا چاہیئے۔ ہم تمہیں اس سے بہتر دوسری اولاد دیں گے۔ جو صلاح و سداد اور بہتری اور راستی کے لحاظ سے اس پہلے لڑکے سے بہتر ہوگا۔ تم اس کو میرے نام قادر سے منسوب کرنا، وہ سارے عالم کا دستگیر اور مددگار ہوگا۔ اس سے عجیب غریب کراماتوں اور خوارق عادات کا ظہور ہوگا۔ جب ان دونوں نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی تو وہ بہت خوش ہوئے اور نہایت مسرت کے ساتھ وہ رات گزاری اور دونوں میں خلوت صحیحہ ہوئی تو دس[1] جمادی الاخری سنہ ۹۰۹ھ کی صبح کے وقت صلب پدر سے رحم مادر میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت خضر اور دوسرے انبیاء کی بشارت

کہا جاتا ہے کہ جب شیخ کی والدہ حاملہ ہوئیں تو اس رات حضرت خضر علیہ السلام سوتے وقت تشریف لے آئے اور کہا خدا تمہیں سلام کہتا ہے۔

[1] دوسری کتابوں میں ہے کہ آپ اسی تاریخ کو پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲

اور مجھکو یہ حکم دیتا ہے کہ میں تم کو یہ بشارت دوں کہ تمہارے پیٹ میں ایک ایسا ولی ہے۔ جو کونین کا قطب اور ثقلین کا غوث ہوگا۔ شیخ کی والدہ یہ سُن کر اُٹھیں اور اپنے شوہر کو اس بات کی خبر دی۔ دونوں نے اس مبارک بشارت پر خداوندِ کریم عزّ وجل جلالہ کا شکریہ ادا کیا۔

ہدایت نامہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب شیخ کی والدہ حاملہ ہوئیں تو پہلے مہینہ حضرت آدم دوسرے مہینہ میں حضرت نوح تیسرے مہینہ میں حضرت ابراہیم چوتھے مہینہ میں حضرت اسمٰعیل پانچویں مہینہ میں حضرت موسیٰ چھٹے مہینہ میں حضرت داؤد، ساتویں مہینہ میں حضرت عیسیٰ آٹھویں مہینہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نویں مہینہ میں حضرت علی بن ابی طالب تشریف لائے اور ہونے والے ولی کی مخصوص صفات بیان کیں، جب ولادت کا زمانہ قریب آیا تو اُن کے خواب میں حضرت فاطمۃ الزہرا جو خوب صورت عورتوں کے ساتھ تشریف لائیں اور ایک ولی کامل کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی۔

ہم نے اس روایت کو محض ادب رسول کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیلی طور پر بیان نہیں کیا ہے، اس روایت پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔

والد کا مرض سے شفا پانا

جب شیخ کی والدہ پر حمل کے پانچ مہینے گزرے تو ان کے والد سخت بیمار ہو گئے۔ جتنی دوا کی جاتی تھی اتنا ہی ان کا مرض بھی بڑھتا جاتا تھا۔ بیماری کی تکلیف سے ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ اُن کے آخری دن قریب آچکے ہیں۔ یہ دیکھ کر کسی جھوٹے اور افترا پرداز آدمی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ہونے والے بدبخت بچے کا اثر ہے۔ یہ سُن کر والدین کو اور بھی زیادہ رنج ہوا۔ اتنے میں بطنِ مادر سے یہ آواز آئی اُے میری ماں تو کچھ غم نہ کر۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ضرور تمہارے شوہر کو شفا دیگا۔ ایک جھوٹے کی بات کا تم کو ہرگز لحاظ نہ کرو۔ ماں نے یہ بشارت اپنے شوہر کو سنائی۔ ان کے والد یہ سُن کر بہت ہی خوش ہوئے اور چند ہی دنوں میں ان کی نہ صرف کلی شفا حاصل ہوئی

بلکہ ان کی صحت پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی۔ خدا ایسے فتنہ پرداز جھوٹے بہتان طراز سے ہمیں بچائے۔ آمین

والدہ کا وضو کیلئے پانی حاصل کرنا

جب شیخ کی والدہ پر حمل کے چھ مہینے گزرے تو ایک رات خواب میں ایک حسین وجمیل آدمی کو دیکھا جس نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا میں خضر ہوں۔ میں تمہیں اس بات کی بشارت دینے آیا ہوں کہ تمہارا یہ ہونے والا لڑکا خدا کا ولی ہوگا اور اس کی شہرت قیامت تک ہر جگہ پھیلتی رہیگی۔ یہ سن کر وہ بیدار ہویں اور خدا کا شکر ادا کیا۔ انہیں تہجد اور تلاوت قرآن کی عادت تھی۔ وہ اُٹھ کھڑی ہویں اور کنوئیں میں ڈول چھوڑا مگر رسی ٹوٹ گئی اور ڈول اندر جا پڑا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت رنج ہوا۔ اتنے میں ایک غیبی آواز آئی تم غمگین کیوں ہو۔ یہ دیکھو تمہارے سامنے پانی کا مشک رکھا ہوا ہے لو اور اس سے وضو کرلو۔ اب جب سامنے دیکھا تو واقعی پانی کا مشکیزہ رکھا ہوا تھا۔ بہت خوش ہویں اور اپنی عادت کے مطابق تہجد کی نماز پڑھی۔

خالی ہانڈی میں کھانا تیار ہونا

جب شیخ کی والدہ پر حمل کے سات مہینے گزرے تو گرانی اور قحط سالی کی وجہ سے مسلسل تین دن تک دونوں کو کھانا میسر نہیں ہوا۔ دوسرے لوگ بھی بھوک سے تڑپ رہے تھے۔ جب کہ اُن کی والدہ بھوک سے تڑپ رہی تھیں تو انہوں نے اپنے ہونے والے لڑکے کی آواز سنی۔ اے میری ماں اپنی خالی ہانڈی چولھے پر چڑھا دو اور اس کے نیچے آگ جلاؤ۔ خدا کے فضل وکرم سے ہانڈی بھری ہوئی پاؤ گی۔ ماں کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے اپنے شوہر کو خبر دی۔ انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور ماں نے چولھے پر ہانڈی رکھی اور آگ جلانا شروع کیا۔ اس میں کھانا پکنے لگا۔ انہوں نے اپنے شوہر کو کھلایا اور دیکھا کہ ہانڈی میں سے کھانا کچھ بھی کم نہیں ہوا ہے انہوں نے دوست اور رشتہ دار اور پڑوسیوں کو بلا کر کھلایا اور پھر تمام فقرا اور مسکین اور

شہر والوں کو دعوت دی اور سب کو جمع کر کے کھلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب کھا کر سیر ہو گئے۔ لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا اور جب ان کو حقیقت معلوم ہوئی تو وہ اور زیادہ تعجب کرنے لگے۔ ماں نے دوسرے دن بھی خالی ہانڈی چڑھا کر آگ جلائی کل کیطرح اس میں کھانا تیار ہو گیا اور انہوں نے اسی طرح سب کو کھلایا۔ ایک مہینہ تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہونے والے بچے کی برکت سے آسمان سے پانی برسا زمین سرسبز و شاداب ہوئی اور غلہ پیدا ہوا اور لوگوں سے گرانی اور قحط سالی دور ہو گئی

حضرت قادر ولی کا ماں کے پیٹ سے نکلکر رہزنوں سے جنگ کرنا اور شکست فاش دینا۔

جب شیخ کی والدہ پر حمل کا نواں مہینہ پیدا ہوا تو مجوسی لیٹروں کی ایک جماعت ان کے گاؤں میں داخل ہوئی اور لوٹ مار کرنا چاہتی تھی۔ یہ سن کر ان کی ماں ڈر گئیں اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہیں۔ اتنے میں انہوں نے ایک نوجوان کو اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اس نوجوان نے ان کو خطاب کر کے کہا اے میری ماں تمہیں کچھ بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ ایک مالدار کے اصطبل سے ایک بہترین گھوڑا نکالا اور اس پر سوار ہو کر آگے بڑھا اور مجوسی لیٹروں سے سخت ترین جنگ کی۔ یہاں تک کہ وہ عاجز ہو کر اس نوجوان کے پاؤں پر گر پڑے اور عاجزانہ درخواست کی کہ اب تلوار روک لی جائے۔ ہم سب صلح کے لئے ہمہ تن آمادہ ہیں۔ نوجوان نے ان کو اچھی طرح تنبیہ کی اور ان سے حتمی وعدہ لیا کہ وہ پھر کسی وقت بھی اس گاؤں کا رخ نہیں کرینگے۔ نوجوان نے ان سے کئی مرتبہ تاکیدی وعدہ لیا۔ تمام لیٹرے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نوجوان بھی واپس آیا اور گھوڑے کو اپنی جگہ باندھ کر ماں کے پاس چلا آیا۔ ماں یہ دیکھ کر بہت وہ چاہتی تھی کہ اس کو اپنے سینے سے لگائے اس کی پیشانی کو بوسہ دے۔ مگر ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب کہ انہوں نے اس کو وہاں سے غائب پایا۔ ماں نے ان کے باپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ وہ بھی اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ جب گاؤں والوں کو یہ کیفیت معلوم

ہوئی تو سب لوگ خوش ہوئے اور ان کے والدین کے حد سے زیادہ معتقد ہو گئے۔

حضرت قادر ولی کی تاریخ ولادت

جب زچگی کا وقت آیا تو قریب و اطراف کے دیہات کے علماء و فضلا و مشایخ کی بیویاں جمع ہوئیں۔ ان کے لئے گویا وہ ایک شب قدر تھی۔ ۱۰ ربیع الاوّل ۹۱۰ھ کو سحر کے وقت ایک چاند سا لڑکا پیدا ہوا۔ جس پر سب کو خوشی حاصل ہوئی۔ تمام عورتیں اور مردوں نے والدین کو مبارک باد دی۔ اور اپنے ہی درمیان ایک ولی و ہادی کے پیدا ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ انہی باتوں کو میں نے اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

الحمد للہ الذی ابدی لنا   من اہل بیت المصطفیٰ عالی الثنا

سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے۔ جس نے اہل بیت مصطفیٰ سے ایک بلند تعریف والا پیدا کیا۔

غوثا مغیثا وافرا احسانہ   قطبا فریدا امعبد اعنا العنا

جو لوگوں کی دستگیری کرتا ہے اور جس کا احسان وافر ہے اور یگانہ زمانہ قطب ہے۔ اور ہم سے تکالیف کا دور کرنے والا ہے۔

براق وجہہ مقمر انوارہ   یعلوہ ضوء بالہ بدر الثنا

ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ ان کی روشنی بدر کامل کی روشنی سے بھی زیادہ ہے۔

من قبل ان وضعتہ امہ بدا   اوصافہ من بشر خیر بالمنا

ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے اوصاف ظاہر ہو گئے۔

کم من بشارات اتت فی نومہا   بانہا حملت ولیا محسنا

ان کی والدہ کے خواب میں کتنی ایسی بشارتیں ظاہر ہوئیں جن میں انہیں یہ بتایا گیا کہ ایک محسن ولی پیدا ہونے والے ہیں۔

طوبیٰ لکم یا اہل محتدہ وکم   نلتم بہ من نعمۃ ومن غنا

اے ان کے ہموطنو خوشخبری ہو تمہارے لئے۔ انکی وجہ سے تمہیں کتنی نعمتیں اور دولتیں ملیں

من مثلہ فی دھرنا ھذا ومن   فی فضلہ جاہا تف من ربنا

ہمارے زمانے میں ان کے جیسا کون ہے؟ اور کون ایسا ہے جس کے فضل کو بیا

ے دوسری تمام کتابوں میں تاریخ ولادت ۱۰ رجمادی الاخری ۹۱۰ھ روز جمعہ ہے۔

کے لئے ہمارے رب کی طرف سے ہاتف غیبی آیا۔

نلنا الغنا مذ جاء نا من ذالفنا   انی لنا بدلی اعتنا اھل الحنا

حضرت قادر ولی کی برکت سے اسقاط حمل آسان ہونا

فرید الدین نوروالوری روایت کرتے ہیں کہ حضرت قادر ولی کی ولادت کے بعد ایک دن ایک عورت جسے چار ماہ کا حمل تھا شیخ کی والدہ فاطمہ سے ملنے آئی۔ اتفاقاً بہت زیادہ زور کا درد زہ اٹھا جب درد زیادہ ہوتا چلا گیا تو اس عورت نے نوزائیدہ بچے کی طرف منہ کر کے دعا کی اور کہا اے نورانی چہرے والے اور بلاؤں کے دفع کرنے والے مجھ پر اپنے کرم کی نظر کر اور میرے اس درد کو رفع کر دے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ نہایت آسانی کے ساتھ اس کا اسقاط حمل ہوگیا۔ اس عورت نے خوش ہو کر نوزائیدہ بچے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور گھر پہنچ کر سب کو یہ عجیب وغریب واقعہ سنایا۔

ایک فقیر کو دینے کیلئے شیخ کے منہ میں یاقوت کا پایا جانا

حضرت قادر ولی کی ولادت پر ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک فقیر دروازہ پر آیا۔ جس کی شادی کے لائق سات لڑکیاں تھیں اور اس نے یوں سوال کیا۔

ایھا المخصوب انی معیل   اھل جوع وفی بناتی عویل

اے کھاتے پیتے لوگو! بیشک میں ایک تنگدست بھوکا فقیر ہوں اور میری لڑکیاں بھی تنگدست اور بھوکی ہیں۔

مع ماھا بھن توق الزواج   ومن الاصفرین کفی ھزیل

شادی کا شوق اس سے الگ ہے   اور میرا ہاتھ سونے چاندی سے بالکل خالی ہے

فارحمونی فلست ارجوا سواکم   بأنت فی دارکم ولی کفیل

پس مجھ پر رحم کرو۔ تمہارے سوا مجھے کسی سے امید نہیں ہے۔ تمہارے گھر میں تو ایک ولی پیدا ہوا ہے جو سب کا کفیل ہے۔

ماں نے جب اس فقیر کی درد بھری آواز سنی تو گھر میں تلاش کیا۔ مگر کوئی چیز ایسی نہیں ملی جو فقیر کے کچھ کام آسکے۔ فقیر کو نامراد واپس کرنے پر انہیں بہت زیادہ رنج اور افسوس ہوا اور جب اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہا تو ان کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب کہ اُن کے منہ میں ایک قیمتی یاقوت دیکھا۔ ماں بہت خوش ہوئی اور فوراً ہی یاقوت دیکر خادمہ کو فقیر کے پیچھے دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ تو اس کو بیچ کر اپنی لڑکیوں کی شادی اور اپنی حالت کے سدھارنے میں خرچ کرو کہا جاتا ہے کہ یہ یاقوت بہت قیمتی تھا۔ اس سے اسے اتنا روپیہ ملا جس سے اس کی لڑکیوں کی شادیاں نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

حضرت قادر ولی کا ہوا میں اُڑ کر آنا اور ایک خاندان کو چنگا کرنا

حضرت قادر ولی تین مہینہ کے بچے تھے کہ ایک جیلانی شخص آپ کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی ایک سال سے سخت بیمار ہے۔ میں نے بہت کچھ اس کا علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر بالکل ہی غمگین ہو کر ایک دن لیٹا تو خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو مجھے یہ حکم دے رہا تھا کہ ناگور جاؤ۔ اور سید حسن قدسی سے اپنی اہلیہ کی بیماری بیان کرو۔ ان کے گھر میں ایک ولی پیدا ہوا ہے۔ جس کی برکت سے آپ کی اہلیہ کو کلی شفا حاصل ہو گی۔ بندہ کر بیدار ہو کر میں نے ایک معبر سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے ملوں اور اپنا دکھ درد بیان کروں۔ اس کے کہنے پر میں یہاں چلا آیا ہوں۔ سید حسن قدسی نے اپنی بیوی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور بچے کو گہوارہ سے اُٹھا کر باہر لے آئے جیلانی شخص نے بچے کے قدموں کا بوسہ لیا اور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح کہ وہ اپنی بیوی کی بیماری کی شکایت پیش کر رہا ہے۔ شیخ حسن قدسی نے کہا اچھا اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ خدا اس بچے کی برکت سے تمہاری بیوی کو شفا بخشے گا۔ جیلانی شخص تو وہاں سے چلا گیا۔ شیخ حسن نے بچہ کو گہوارہ میں لاکر ڈالا ان کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ بچہ ایک لمحے کے لئے غائب ہوا اور پھر آموجود ہوا جب

جیلانی شخص اپنے گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بھلی چنگی ہو چکی ہے۔ اس نے کیفیت دریافت کی بیوی نے کہا کسی نے میرا علاج نہیں کیا مگر میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچہ ہوا میں اُڑتا ہوا آرہا ہے۔ مجھے وہ بہت ہی بھلا معلوم ہو رہا تھا میں اس کو لینے کی غرض سے آگے بڑھی مگر وہ غائب ہو گیا۔ میرا مرض بھی جاتا رہا اس نے تاریخ دریافت کی تو بیوی نے وہی تاریخ بتائی جس دن کہ وہ سید حسن قدسی سے ملا تھا۔ اس نے ساری کیفیت سید حسن کو لکھی۔ بچہ کی اس خارق عادت کرامت پر سب کو تعجب ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ اس وقت بیمار صرف اس کی بیوی نہیں تھی۔ بلکہ اس کی اولاد اور اس کے بہت سے رشتہ دار بھی تھے۔ یہ سب لوگ اس بچہ کی برکت سے شفا پا گئے۔ یہ واقعہ عجیب تو ضرور ہے مگر اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ گہوارے میں سے بہت سے بچوں نے ایسی کرامات دکھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے چاہے وہ ماں کے پیٹ میں ہوں یا گہوارے میں دودھ پیتے بچے ہوں۔ بہت سی کرامتوں کا صدور فرمایا ہے۔ ان کی کرامات کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا انکار خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ آئندہ اس کی تفصیل آئے گی۔

ہوا میں اُڑتے ہوئے شخص کا نیچے گر پڑنا اور اچھا ہونا۔

فرید الدین تروالوری اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت قادر ولی کی عمر ابھی پانچ مہینہ ہی کی تھی کہ ایک شخص ہوا میں سے شیخ کے گھر کے چبوترے پر آگرا۔ وہ ایک پہاڑی آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے اور بدن کی حالت متغیر ہو گئی تھی۔ شیخ کے والد نے اس سے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں روزانہ ہوا میں اُڑتا تھا۔ آج اپنی عادت کے مطابق ہوا میں اُڑ رہا تھا کہ ایک چھوٹا بچہ ہوا میں اُڑتا ہوا آیا اور مجھے اپنے پیر سے ایسا روندا کہ میں نیچے آگر گر پڑا۔ اب مجھ میں اُٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ یہ سن کر اُن کے والد اندر گئے اور بچے کو اُٹھا لائے۔ اس نے کہا یہی وہ بچہ ہے کہ جس نے

مجھے روندا۔ بچہ نے اس آدمی کو دیکھ کر ہنسنا شروع کیا، ان کے والدین نے کہا بہتر ہے تم کلمۂ شہادت پڑھو۔ اور اسلام لے آؤ۔ خدا تمہیں جلد اچھا کرے گا۔ اس شخص نے کلمۂ شہادت پڑھا تو وہ اچھا ہو گیا۔ وہ اسی وقت کھڑا ہوا۔ بچہ کے پیروں کو بوسہ دیا اور انہی کی خدمت اختیار کی اور آخر تک انہی کا ہو رہا اور بہت ہی نیک اور صالح آدمیوں میں شمار ہونے لگا۔

پہلی رمضان کو دودھ پینے سے انکار کر دینا۔

جب حضرت قادر ولی سات مہینہ کے ہوئے تو رمضان کا مہینہ آگیا۔ پہلی تاریخ کو ابر آجانے کی وجہ سے چاند نہیں دکھائی دیا۔ مانکپور والے روزہ نہیں رکھ سکے۔ لیکن جب ماں نے دودھ پلانا چاہا تو حضرت نے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ ماں سمجھ گئیں کہ چاند ہو چکا ہے اور آج رمضان کی پہلی ہے۔ خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کی تاکید کی۔ بعد میں اِدھر اُدھر سے خبریں آئیں کہ چاند ہو چکا ہے۔ مانکپور والوں نے قضا ادا کی اور جب لوگوں کو حضرت کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو سب کو تعجب ہوا۔

اس قسم کا ایک واقعہ شیخ محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بھی نقل کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ جس طرح حضرت شیخ محی الدین کی ولایت اس واقعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچی۔ اسی طرح ان کی نسل سے حضرت شاہ الحمید کی ولایت کا یہ واقعہ پیش آیا۔

بے ادبی کی سزا

فریدالدین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت جب ایک سال کے ہوئے تو وہ رینگتے ہوئے اپنی ڈیوڑھی تک چلے گئے اور اپنے پڑوسی کے بچے کے ساتھ کھیلنے لگے اتنے میں وہ شخص آیا اور اپنے بچے کو کھینچ لے گیا۔ اس کے چھن جانے کی وجہ سے شیخ کا چہرہ سکڑ گیا۔ یہ دیکھ کر اس شخص کو بہت غصہ آیا اور شیخ کو سختی کے ساتھ خطاب کیا اور پھر اپنے گھر چلا گیا۔ اس رات اس شخص نے خواب دیکھا کہ وہ گویا ہوا میں پھینک دیا گیا ہے

اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تیری جرأت کی سزا ہے جو تو نے شیخ کے ساتھی کے
ساتھ کی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوف کھایا اور بیدار ہونے کے بعد صبح سویرے
شیخ کے گھر آیا اور ان کو رات کے خواب کی اطلاع دی اور اپنی ناشائستہ حرکت
کی معافی چاہی اور کہا اگر کل ہی مجھے آپ کے بچے کی کرامت کی خبر ہوتی تو ان کے
ساتھ کھیلنے والے بچے کے ساتھ میں اس قسم کا کوئی سلوک نہیں کرتا اور میں اس طرح
ہوا میں پھینک نہ دیا گیا ہوتا اس کے بعد شیخ کے قدموں کا بوسہ لیا اور خوش
خوش اپنے گھر لوٹا۔

آگ میں جلتے ہوئے دودھ کا واپس آنا

شیخ تین سال کے تھے کہ ایک دن ان کی والدہ چولھے پر دودھ گرم کر رہی تھیں۔
آپ نے دودھ مانگا۔ آپ نے انڈیل کر انہیں دینا چاہا۔ مگر برتن الٹ کر سارا دودھ چولھے
میں گر گیا اور کوئلوں میں جذب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ماں کو بہت رنج پہنچا۔ شیخ نے کہا
اے میری ماں تم غمگین مت ہو۔ آگ میں اپنا ہاتھ ڈالو اور دودھ نکال لو۔ اللہ تعالیٰ
نے اہل بیت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔ ماں نے ایسا ہی کیا۔ پہلے سے زیادہ صاف و
پاک دودھ نکل آیا۔ جس کو شیخ نے پیا۔ ماں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

خضرؑ کی طرف سے علم لدنی حاصل ہونا۔

شیخ چار سال کے ہوئے اور پانچویں سال میں قدم رکھا تو ایک دن وہ
اپنے گاؤں کے جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔
ایک شخص ایک فقیر کی صورت میں ان کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے ولی اور صفی اپنا
منہ کھولو۔ اس شخص نے تین مرتبہ آپ کے منہ میں تھوکا اور یہ دعا کی کہ اللہ تم کو علم لدنی اور
کرامات عطا کرے۔ جب شیخ نے ان سے ان کا نام پوچھا تو بتایا کہ میں خضر ہوں۔ شیخ
یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ ان کو سلام کیا اور اپنے گھر چلے آئے۔

آگ کے بغیر کھانا پک جانا

جب شیخ کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ باقاعدہ
مسجد جانے لگے اور خدا کی عبادت کرنے لگے۔ اسکے سوا

دوسری کوئی چیز ان کے دل کو نہیں بھاتی تھی ایک دن مسجد میں نماز پڑھی اور بھوک کی وجہ سے گھر لوٹ آئے اور ماں سے کھانا طلب کیا۔ ماں نے کہا چاول ڈھول کر چولھے پر رکھا ہے۔ خادمہ انگار لانے گئی ہے۔ اس کے آتے ہی تھوڑی دیر میں پکا دیتی ہوں۔ شیخ نے کہا اگرچہ ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں تاہم خدا ہم کو بھوکا نہیں رکھے گا۔ ہانڈی میں دیکھو۔ کھانا آگ کے بغیر ہی پکا ہوا ملے گا۔ ماں نے دیکھا تو کھانا پکا ہوا تھا۔ نکال کر اپنے فرزند کو دیا۔ انہوں نے کھایا اور خدا کا شکریہ ادا کیا اور عبادت کی غرض سے مسجد چلے گئے۔

تعلیم و تربیت جب شیخ آٹھ سال کے ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور اس کے بعد علماء کرام کے سامنے زانوے ادب تہ کیا اور ان سے صرف و نحو، فقہ، تفسیر، حدیث عقائد اور فتاوی کی تعلیم حاصل کی اور چند سال میں ہر ایک فن میں مہارت حاصل کرلی۔ جب وہ کسی مسئلہ پر بولنے لگتے تو دوسرے لوگ چپ ہو جاتے تھے۔ اور ان کی باتوں کو بہت غور سے سنتے تھے۔ ان کے سامنے مشکل سے مشکل مسائل پیش کرتے تھے۔ مگر وہ بہت ہی آسانی کے ساتھ ان کا جواب دیتے تھے۔ جہاں تک دوسرے علماء اور طلباء کی سمجھ بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لوگ ہر روز ان سے استفادہ کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ اس کے باوجود شیخ اپنے والدین کے بہت ہی فرماں بردار تھے۔ ۱۸ سال کے ہونے تک ایک دن بھی ان کی اطاعت سے روگردانی نہیں کی۔ اس مدت میں بہت سے خوارق عادات کا ظہور ہوا۔ مگر ہم نے ان کو اس لئے بیان نہیں کیا کہ انکی فضیلت کے لئے ہی علمی اور اخلاقی فضائل ہی کافی ہیں۔ کیونکہ اولیاء انہی چیزوں کے ولی ہوتے ہیں ان کی ولایت کیلئے خوارق عادات ہی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا باب

سیر و سیاحت

شیخ کی تلاش میں گھر سے نکلنا

حضرت قادر ولی اٹھارہ سال کے ہوئے تو ایک دن انھیں کسی ضرورت کی بناء ایک خالی مکان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے ایک آواز سنی اے عبدالقادر شیخ کو تلاش کرو اور ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرو۔ اور ان سے تلقین اور خرقہ حاصل کرو حضرت نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ سمجھا کہ یہ آواز کسی ہاتفِ غیبی کی ہے اور انھیں حکم ملا ہے۔ یہ واقعہ ۹۲۸ھ میں پیش آیا تھا۔ وہ گھر لوٹ آئے اور اپنے والدین سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ بلاشبہ یہ خُدا کا ہی حکم ہے۔ مجھ پر اس کی پیروی کرنا واجب ہے۔ اب مجھے چاہئے کہ کسی کامل شیخ کی تلاش کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کروں تاکہ وہ مجھے انبیاء و اولیا کے مسلک پر چلائے۔ کوئی شخص اپنی ذات سے کامل اور مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس کو شیخ کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اگرچہ خدا کے نور ہی سے پیدا ہوئے تھے۔ مگر آپ نے حضرت جبرئیل سے تلقین حاصل کی۔ آپ اگرچہ اوّل و آخر معصوم تھے اور ساری دُنیا کے لئے پیدا ہوئے تھے تاہم لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر غارِ حرا میں دو سال تک سخت ترین ریاضت کی۔ یہاں تک کہ وہ نبوت کاملہ کے مستحق ہوئے۔ دو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا کی اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا۔ حالانکہ آپ اس وقت سے نبی تھے۔ جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یہی حکمت الٰہی اور عادت ربانی ہے جو ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ اسی لئے میں آپ سے دست بستہ اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں گھر سے نکل کر ایک کامل شیخ کی تلاش کروں۔ جب والدین نے ان کی بات سنی تو انؓ کی جدائی بہت ناگوار گزری۔ انہوں نے کہا بیٹا۔ ہم تمہاری جدائی کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ تم ہمارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم اپنے مرحوم

بھائی یوسف کی جگہ ہو۔ تم سے ہمارے دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ شیخ نے کہا
آپ لوگوں کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ کچھ زمانے کے بعد
تم کو ایک لڑکا دیگا۔ جس کا نام وہاج الدین رکھنا اور اس کی اچھی نگہبانی اور تعلیم و تربیت
کرنا۔ وہ میری اور میرے مرحوم بھائی یوسف کی جگہ ہو اور آپ کے دلوں کی تسلی کا
باعث ہوگا۔ جب ماں باپ نے ان کی یہ بات سنی تو وہ خاموش ہو گئے اور جب شیخ نے
پھر اجازت مانگی تو کہا ہماری مرضی وہی ہے جس میں تمہاری مرضی ہو۔ محض خدا کے
فیض کی وجہ سے تمہیں سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا ہے۔ خدا کی پہلے ہی سے تم پر
عنایتیں ہو رہی ہیں۔ جاؤ اور ایسے شخص کی تلاش کرو جو تمہیں نیک تعلیمات کی تلقین
کر سکے۔ تم جہاں بھی ہو گے خدا تمہارا نگہبان اور محافظ ہوگا۔ شیخ نے ان کے قدموں کا
بوسہ لیا اور خدا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے ماں باپ سے رخصت ہوئے اور
گوالیار کا قصد کیا۔ کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ اس جگہ علماء اور مشائخ کی
ایک بڑی تعداد رہتی ہے۔

گوالیار کا سفر

فرید الدین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت قادری
جب گوالیار پیدل روانہ ہوئے تو راستہ میں شیخ معین الدین
بلخی سے ملاقات ہوئی جو قطب عالم شیخ محمد غوث گوالیاری سے ملاقات اور علم حاصل
کرنے کی غرض سے پیدل گوالیار جا رہے تھے۔ جب حضرت کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت خوش
ہوئے۔ اپنے جسم کی کمزوری اور پے در پے روزہ رکھنے کی وجہ سے حضرت تیز نہیں چل
سکتے تھے۔ اور شیخ معین الدین بلخی کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ شیخ بلخی نے کہا بہتر ہے
کہ آپ آہستہ آہستہ میرے بعد آئیں اور میں تیز آگے بڑھ جاتا ہوں۔ حضرت نے کہا
نہیں ایسا ہو نہیں سکتا۔ میں آپ کے پیچھے ہو نہیں سکتا۔ خدا میری کمزوری پر رحم کریگا
اور میرے جسم میں طاقت پیدا کر دیگا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب
کوئی طالب علم پیدل جاتا ہے تو فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اس کے بعد دو دن
تک تو یہ دونوں ساتھ ساتھ برابر چلتے رہے۔ تیسرے دن حضرت آگے

بڑھ گئے۔ شیخ بلخی نے کہا ذرا آہستہ چلئے۔ آپ اتنا تیز جا رہے ہیں کہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ حضرت نے اپنی چال آہستہ کر دی۔

جب یہ دونوں ایک جنگل سے گزر رہے تھے تو اچانک ایک شیر نمودار ہوا۔ جس کو دیکھ کر شیخ بلخی فرار ہونے لگے۔ حضرت نے کہا کچھ خوف مت کھائیے۔ شیر آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ شیر نے آگے بڑھ کر حضرت کو سلام کیا اور اپنے آپ کو سواری کے لئے پیش کیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ سوار ہو کر علم کی تلاش نہیں کر سکتا اور شیر کو واپس جانے کا حکم دیا۔ شیر سلام کر کے ان سے رخصت ہوا مگر وہ اس طرح ہمہار ہا تھا کہ گویا حضرت کی جدائی کا اسے بہت ہی رنج و غم ہے۔ اسی منظر کو میں نے ذیل کے اشعار میں پیش کیا ہے ؎

فکم من اسد غابات نختہ ‏ ‏ تقبل دجلہ لما راتہ

جنگل کے کتنے شیر راستے کے کنارے ان سے آملے اور جب انہیں دیکھا تو ان کے قدموں کا بوسہ لیا

وترجوان تکون لہ مطایا ‏ ‏ یجوب بہا القفار وما حوتہ

اور انہیں یہ امید تھی کہ آپ ان پر سوار ہو کر جنگل اور اس کے اطراف کی راہ کاٹیں گے۔

ابی عنہا یمشی راجلا کی ‏ ‏ یفوز بنیل خیرات اتتہ

لیکن انہوں نے سوار ہونے سے انکار کر دیا اور پیدل جانا چاہا تاکہ آنیوالی بھلائیوں کے پانے میں کامیاب ہوں

من الخیر القوی فی اخذ علم ‏ ‏ بمشی ھکذا صحب روتہ

پیدل چلکر علم حاصل کرنے کے بارے میں ایک قوی حدیث ہے جس کو آپ کے صحابہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

راستہ میں لیٹروں سے مڈبھیڑ اور ان کا اسلام لانا۔

فرید الدین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب یہ دونوں شیخ گوالیار جا رہے تھے تو راستہ ہی میں لیٹروں کی ایک کثیر جماعت نمودار ہوئی۔ یہ سب لوگ بے دین اور مجوسی تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو روک کر پوچھا بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ۔ انہوں نے پوچھا اللہ کیا ہے۔

جواب دیا وہ ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے سوائے ہمارا اور تمہارا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ لیڈروں نے کہا تم دونوں ہم سے مذاق کرتے ہو۔ ہماری ننگی تلواروں اور تیز رفتار گھوڑوں سے نہیں ڈرتے۔ حضرت نے کہا بس چپ رہو۔ او ملعونو! اتنا کہنا ہی تھا کہ تمام لیڈرے اندھے ہو گئے۔ وہ سب حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگے۔ حضرت نے کہا تم لوگ اللہ پر ایمان لے آؤ اور اسلام قبول کرو۔ خدا تمہاری بصارت تمہیں واپس دے دیگا۔ اور تمہاری عزت بڑھ جائے گی۔ سب لوگ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ ان کی بصارت واپس لوٹ آئی۔ یہ سب بہت خوش ہوئے اور کہا بہتر ہے کہ آپ دونوں ہمارے قریے کو تشریف لائیں اور پوری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ دونوں ان کے قریے میں گئے اور ان کی برکت سے تمام لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پرانے گرجا اور معابد ڈھا دئے گئے اور ان کی جگہ مسجدیں بنائی گئیں۔ جہاں باقاعدہ نماز اور جمعہ کے دن خطبے ہونے لگے۔ یہ دونوں وہاں سے گوالیار روانہ ہوئے۔

معمولی پتہ پر دو شیخ نہر کو پار کرنا۔

فریدالدین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب یہ دونوں شیخ بسطان کے قریب پہنچے جو اس وقت ایک بہت بڑا شہر تھا تو راستے میں ایک بڑی نہر آگئی۔ اس کو پار کرنے کے لئے انھیں کوئی کشتی نظر نہیں آئی۔ حضرت نے ایک درخت سے پتہ توڑا اور نہر میں پھینکا۔ خدا کی مہربانی سے وہ پتہ ایک ڈونگی میں بدل گیا۔ یہ دونوں شیخ اس میں سوار ہو کر آگے بڑھے۔ نہر کے ادھر کنارے نجم الدین ولی کی بلند جھونپڑی تھی۔ وہ کھڑکی سے سر نکالے یہ عجیب غریب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہیں حسد پیدا ہوا کہ جب یہ دونوں ہمارے قریے میں آئیں گے اور لوگ ان کی فضیلتوں اور کرامتوں کو دیکھیں گے تو ہم کو چھوڑ کر ان کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس ڈونگی کے غرق ہونے کی دعا کی۔ ڈونگی چکر کھانے لگی۔ فوراً حضرت نے دعا کی اور ڈونگی

سنبھل گئی۔ پھر انھیں کشف کے ذریعہ اس کا پتہ چل گیا کہ ڈونگی کے دوران میں آنے
کی وجہ سے شیخ نجم الدین کی دعا ہے۔ حضرت نے فوراً اپنے ہاتھ آسمان کی طرف
اٹھائے اور یوں دعا کی۔ اے اللہ تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا، اور مظلوموں کی دعاء
کو رد نہیں کرتا۔ یا اللہ تو شیخ نجم الدین کے سر میں دو سینگ پیدا کر۔ ان کی دعا فوراً
مقبول ہوئی اور ان کے سر میں ڈو بڑے بڑے سینگ نکل آئے جن کے اندر
بال ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ شیخ نجم الدین کا سر کھڑکی سے باہر اور
بدن اندر تھا۔ اب ان سینگوں کی وجہ سے وہ اپنا سر اندر نہیں کھینچ سکتے تھے۔ انہوں نے
بہت کچھ کوشش کی مگر کچھ نہ ہوسکا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور خدا سے دعا کی
اے اللہ میں ان کی قدر و منزلت کو نہیں پہنچ سکا اور بے سمجھے بوجھے میں نے بددعا
کردی اس کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ یا اللہ ان دونوں کی ڈونگی کو میرے
قریب لے آ تاکہ میں ان سے معذرت کروں اور ان کی برکت سے اس مصیبت سے
نجات پاؤں۔ حضرت جب کنارے پہنچے تو شیخ نجم الدین کے شاگرد انھیں بلا لائے
اور ان کے ہاتھ پیر کا بوسہ لیا اور اس مصیبت کے اٹھانے کے لئے دعا کی۔ خود
شیخ نجم الدین اور ان کے شاگرد رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت کو بہت ہی رحم آیا۔
آپ نے اللہ کا نام لے کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ دونوں سینگیں اسی وقت غائب ہوگئیں
اور شیخ نجم الدین کی حالت پہلے سے زیادہ بہتر ہوگئی۔ شیخ نجم الدین ان کے قدموں پر
گر پڑے اور ان کا بہت احترام کرنے لگے۔ بسطان میں رہنے تک وہ شب و روز
ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ بسطان کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے
استفادہ کرتے تھے۔ کئی دن تک وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت سے
لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔

ایک عورت کو تندرست کرنا

آپ جس وقت بسطان میں تھے ایک شخص نے آکر
شکایت کی کہ اس کی بیوی اپنے پیٹ میں ایک
زدہ کی آواز سنتی ہے اور اس کے بعد اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ چند دن سے اس قسم کی

تکلیف زیادہ ہو گئی ہے۔ حضرت نے اس کو اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ جب وہ آئی تو اس کو اپنے قریب پردہ کے پیچھے بٹھایا۔ جب دستور کے مطابق اس کے پیٹ سے ایک شخص کی آواز آئی اور پیٹ پھول گیا تو حضرت نے کہا او ملعون تو کیوں آواز کرتا ہے اور اس کے پیٹ کو تکلیف دیتا ہے۔ اس ملعون نے پکار کر جواب دیا جس کو سب لوگوں نے سنا میں خبیث اور کافر ہوں۔ اس عورت کے پر دادا نے مجھکو ناحق قتل کیا اور میرا مال ہضم کر گیا۔ اس وقت سے میں اس کی کسی نہ کسی اولاد کے پیٹ میں رہتا ہوں اور بدلے کے طور پر اس کو عذاب دیتا ہوں۔ حضرت نے کہا تو ایسا مت کر اور تو اپنی جگہ واپس چلا جا۔ وہ شخص اس عورت کی پیٹھ سے نکلا اور حضرت کے سامنے سر جھکا کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے اس کو اپنی بدکار جماعت میں جا شامل ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ حضرت نے عورت کو اپنے گھر واپس جانے کا حکم دیا۔ لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ اب وہ عورت بالکل تندرست ہو چکی تھی۔ اس مجلس میں شیخ نجم الدین مذکور بھی تھے انہوں نے اٹھ کر قدمبوسی بجا لائی اور آپ سے دعا کے طالب ہوئے۔ حضرت شاہ الحمید اور شیخ معین الدین بلخی وہاں سے پھر گوالیار روانہ ہوئے۔

شیخ محمد غوث گوالیاری سے ملاقات

جب حضرت گوالیار سے قریب ایک میدان میں پہنچے تو راستہ کی تھکان اور گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لیے وہاں تھوڑی دیر قیام کیا اس کے قریب ایک تالاب تھا جہاں پہنچ کر آپ نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ دعا کی :

"اے اللہ اس شہر گوالیار کے صالح اور بزرگ زندہ شخصوں میں سے کسی ایسے شخص کی طرف میری رہنمائی فرما جس کی خدمت میں رہ کر اس کی صحبتوں سے فائدہ اٹھاؤں اور اس کے علوم کے انوار سے اپنا دل منور کروں اور اس کی سمجھ کے سمندر کے اندر ڈوب کر ایسے موتی نکال لاؤں جن کو اپنے سر کے تاج میں زینت دوں" وہ اس طرح کی دعا کر ہی رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی۔

"اے میرے بندے عبدالقادر شیخ محمد غوث کی بارگاہ کا قصد کر اور اس کے پاس جاکر اپنے زانوئے ادب تہ کر دے۔ اس کی وجہ سے تجھے انشراح صدر ہوگا اور تیرے نور میں زیادتی ہوگی۔"

جب حضرت نے غیب سے یہ آواز سنی تو انھیں بڑی خوشی حاصل ہوئی اور ان کی آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوگئی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور گوالیار کا رخ کیا ابھی تھوڑی دیر چلے بھی نہیں تھے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری اپنے شاگردوں سے فرمانے لگے کہ سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ایک صالح بزرگ میری طرف آرہے ہیں اور مجھ سے علوم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ میری طرح ہمیشہ باوضو رہتے ہیں اتنا کہا بھی نہیں تھا کہ حضرت شاہ الحمید دروازے سے داخل ہوئے اور جھک کر سلام کیا شیخ محمد غوث نے بڑی گرمجوشی سے سلام کا جواب دیا اور ان کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ اس طرح ان کا مونڈھا ان کے مونڈھے سے لگ گیا۔ شیخ محمد غوث کے شاگردوں میں سے تین یعنی شاہ پولی، وجیہ الدین علوی اور گنج العسکر آپ کے مقربین میں سے تھے۔ انھیں حضرت شاہ الحمید کے تقرب پر بڑا ہی رشک آیا، کیونکہ ان تینوں میں سے کسی کو اب تک اتنا تقرب حاصل نہیں ہوا تھا شیخ محمد غوث فوراً ان کی اس دلی کیفیت کو پہچان گئے، اور فرمایا کیا تم اس لڑکے کو جانتے ہو، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ کا نائب اور آپ کے علوم کا وارث ہے۔ اس سے تم ایسی کرامتیں دیکھو گے جن کو تم نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ جب انہوں نے اپنے شیخ سے یہ بات سنی تو اپنے دلوں کی اس کیفیت پر شرمندہ ہوئے اور شیخ سے معذرت چاہی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ کتاب ظہوم الشریف الغوثی میں یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ شیخ محمد غوث نے حضرت شاہ الحمید کی طرف مخاطب ہو کر کہا اللہ نے تم کو ولی کامل اور حبیب واصل بنایا ہے۔ پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ حضرت شاہ الحمید نے جواب دیا میں آپ سے علوم کی تلقین اور روایت چاہتا ہوں۔ شیخ محمد غوث نے کہا بہت اچھا۔ چند دن تک میرے ساتھ رہو۔ شیخ نے

انھیں اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ وہ انہی کے ساتھ کھاتے تھے اور انہی کے ساتھ رہ کر علوم باطنی سیکھتے تھے۔

لکڑیاں جمع کرنے کی خدمت

حضرت شاہ الحمید نے ایک دن اپنے اُستاد سے کہا کہ مجھ کو بھی اجازت دیجئے کہ اور فقراء کے ساتھ جنگل جاکر لکڑیاں لے آؤں اُستاد نے انھیں اسکی اجازت دیدی۔ راوی کہتا ہے کہ شیخ محمد غوث کی بارگاہ میں ہزاروں فقراء ایسے تھے جو اس قسم کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ ان میں وہ ایک سو تین فقراء بھی جنھیں جنگل سے لکڑیاں لانے کی خدمت سپرد تھی۔ حضرت شاہ الحمید نے پکا ارادہ کر لیا کہ اُن کے ساتھ ہو کر وہ بھی جلانے کی لکڑیاں لے آئیں گے۔ جب شیخ محمد غوث نے اجازت دیدی تو وہ بھی اُن کے ساتھ ہو کر لکڑیاں لانے لگے جب جاڑے کا زمانہ آیا تو وہ سب اتنی لکڑیاں جمع کر لینا چاہتے تھے جو تین مہینوں تک کافی ہو سکیں۔ کیونکہ بارش کیوجہ سے وہ لکڑیاں نہیں لا سکتے تھے ایک دن یہ سب جمع ہو کر جنگل گئے اور مختلف جگہوں سے لکڑیاں لے آئے۔ حضرت شاہ الحمید نے اپنی لکڑیاں جمع کر کے اپنی چادر سے ایک گٹھا باندھا اور سر پہ اُٹھا کر لے آئے۔ وہ سب سے پہلے گھر پہنچے اور اپنی لکڑیاں باورچی کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد دوسرے بھی اپنی اپنی لکڑیاں لے آئے۔ دوسروں کی لکڑیاں بہت جلد جل کر ختم ہو گئیں اور جب حضرت شاہ الحمید کی لائی ہوئی لکڑیاں کے جلانے کی باری آئی تو لکڑیاں ختم ہونے نہیں آ رہی تھیں۔ باورچی کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اس نے شیخ محمد غوث سے اس کا ذکر کیا۔ انھیں بھی اس پر بڑا تعجب ہوا۔ لکڑیاں جلنے کے باوجود جیسی کی تیسی دکھائی دے رہی تھیں۔ تین مہینوں تک یہ لکڑیاں جلائی گئیں مگر اس کا ذخیرہ ختم نہیں ہوا اس پر سب کو تعجب ہوا۔ شہر کے فقراء اور باشندے آپ کی تعریف و توصیف کے گیت گانے لگے اور ان کی بڑی عزت کرنے لگے۔

اولیاء اللہ اور شیخ محی الدین بن عربی سے ملاقات

جب حضرت شاہ الحمید رضی اللہ تعالے عنہٗ نے ظاہر و باطن دونوں طور پر اپنے اُستاد

کی خوب خدمت کرلی اور اُستاد کو اپنے شاگرد کا کمال علم و فضل ظاہر ہو گیا تو انہوں نے ان کو خاص خلوت میں بٹھایا اور ان پر ایک پردہ لٹکا دیا۔ حضرت شاہ الحمید اپنے اُستاد کی خواہش کے مطابق مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ پھر استاد جمعہ کی رات خلوت گاہ میں داخل ہوئے ان کے ساتھ ان کا خادم ستارہ مریخ بھی تھا۔ شاگرد کو دیکھا کہ وہ مراقبہ میں کھوئے ہوئے تھے اور مقام جمع میں مستغرق اور فرق کی تمکین سے مستفیض تھے۔ یہ دیکھ کر شاگرد کی محبت استاد کے دل میں اور زیادہ ہو گئی۔ استاد نے اپنے خادم مریخ کو حکم دیا کہ ان کو اُٹھا کر رجال الغیب کے قصر میں پہنچا دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک خادم جگہ کو پاک صاف کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا کیا مسلمان جمعہ کی نماز کے لئے یہاں آتے ہیں۔ خادم نے جواب دیا، ہاں، یہی نہیں بلکہ اکثر اولیاء بھی نماز پڑھنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ جب حضرت شاہ الحمید اس خادم سے بات کر رہے تھے، تو مریخ و مدار ستارہ ظاہر ہوا۔ مریخ نے حضرت سے اجازت چاہی کہ وہ اس مدار ستارے کے برج تک جاکر دوسری رات کو واپس آنا چاہتا ہے۔ حضرت نے اجازت دے دی وہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ حضرت نے صبح کی نماز پڑھی اور اپنے سجادہ پر بیٹھے ہوئے ذکر کرنے لگے چاشت کا وقت آیا تو چاشت کی نماز پڑھی اور پھر وظیفہ میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ سورج سر پر آگیا اور جمعہ کی نماز کا وقت آگیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے اولیا جن میں حضرت ابو یزید بسطامی، حضرت شبلی، حضرت ابراہیم ادہم، حضرت ابوسعید المبارک المخزومی، حضرت ابو تراب نخشبی، حضرت شہاب الدین سہروردی حضرت حبیب العجمی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت حسن البصری، حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی، حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی، حضرت خواجہ قطب الدین چشتی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت عثمان ہارونی حضرت مخدوم سرمست، حضرت امین الدین حضرت ابوالحسن نظام الدین حضرت نجم الدین اور حضرت فخر الدین وغیرہ جیسے بزرگ بھی شامل تھے، جمعہ کی

نماز کیلئے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور یہ سب ذکر و اذکار میں مشغول ہو گئے
اتنے میں قطب الاقطاب شیخ محی الدین بن عربی تشریف لے آئے اور حضرت شاہ الحمید
کو دیکھ کر انھیں اپنے گلے سے لگا لیا اور اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور انھیں بہت
سی دُعائیں دیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور اس کے بعد نماز پڑھائی۔ نماز اور
دعاء سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شاہ الحمید سے کہا ذرا نزدیک تو آؤ۔ جب
قریب پہنچے تو ابن عربی نے فرمایا اے میرے لڑکے ہمارے دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلّم کا قدم مبارک میری گردن پر ہے۔ اور میرا قدم تمہاری گردن پر ہے اور تمہارا
قدم ان سب بزرگوں کی گردن پر ہے جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ پھر ابن عربی
نے حضرت شاہ الحمید کو اپنے علوم و فنون کے نکات و دقایق سے وہ بیش بہا جواہر
بتائے کہ جن کی تشریح اس کتاب میں مشکل ہے۔ ابن عربی حضرت سے یہ باتیں کر ہی رہے
تھے کہ حضرت خضر علیہ السّلام رونما ہوئے اور ان سے فرمایا اے عبدالقادر خدا تمہیں
قطب زماں اور غوث اوان بنانے والا ہے پھر حضرت خضر نے انھیں سلام کیا
حضرت نے سلام کا جواب دیا۔ پھر تمام لوگوں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت نے ان
سب کے سلام کا جواب دیا۔ جب رات ہوئی تو مریخ واپس آیا اور انھیں اٹھا کر
خلوت گاہ میں پہنچا دیا۔ حضرت سجدے میں گر پڑے اور خدا کا شکر بجا لائے۔

شادی کی پیشکش اور انکار

جب شیخ محمد غوث نے حضرت شاہ الحمید کے
باطنی اور ظاہری کمالات کو دیکھا تو اپنے علوم
فنون کے سارے خزانے ان پر کھول دئے۔ حضرت شاہ الحمید نے ان سے تھوڑا تھوڑا
کر کے باطنی کمالات حاصل کرنا شروع کیا۔ جب شیخ محمد غوث کی بیوی نے ان کے کمالات
کا شہرہ سنا تو اپنی لڑکی ان سے بیاہنی چاہی۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں دو
بوڑھی خادمائیں روانہ کیں جنھوں نے اپنی مالکن کی خواہش بیان کی۔ حضرت نے کہا
میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اس فانی دُنیا کی دولت نہیں چاہیئے۔ پھر حضرت
نے اپنی بائیں آستیں بلند کی اور ان دونوں بوڑھی عورتوں سے کہا کہ اس آستین

میں جھانکو۔ ان دونوں کی حیرت کی کچھ انتہا نہیں رہی جب کہ انہوں نے سایہ دار درختوں سے بھرا ہوا ایک کشادہ باغ دیکھا جس میں موتی کا ایک شاندار رقبہ تھا۔ جس میں لال یاقوت کا ایک بیش بہا جھولا لٹکا ہوا تھا، اس میں دو حسین و جمیل رہی تھیں۔ وہ اتنی خوب صورت تھیں کہ کچھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب ان دونوں بوڑھی عورتوں نے یہ منظر دیکھا تو بیہوش ہوگئیں۔ حضرت انہیں ہوش میں لے آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر لڑکی کے لئے اس کا شوہر اور ہر دانہ پر اس کے کھانے والے کا نام لکھدیا ہے۔ پھر ان سے کہا کہ جا کر اپنی مالکن سے یہ واقعہ سُنادیں جب ان دونوں خادماؤں نے اپنی مالکن سے یہ قصہ سُنایا تو وہ بہت ہی تعجب کرنے لگیں اور چُپ ہوگئیں۔ پھر اپنے شوہر سے یہ واقعہ بیان کیا وہ غصّے سے آگ بگولا ہوگئے اور کہا تم کیوں کر ان کو شادی کا پیام بھیج سکتی تھیں جب کہ تمہیں یہ معلوم تھا کہ انہیں اس دنیا کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، انہیں اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید ہے اور ان پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی ہے، پھر بیوی کو حکم دیا کہ قاصد بھیج کر حضرت سے معذرت چاہیں۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ حضرت نے ان کے حق میں دعا کی اور وہ ان کی کرامت سے خوش ہوگئیں۔

شطاری سلسلہ

حضرت نے علوم ظاہری و باطنی میں پورا کمال اور نقل و عقل نص و حدیث اور اقتباس و عنایت، تعلیم و وہبیت کی حیثیت سے تفصیلی علم حاصل کرلیا تو ان سے شیخ محمد غوث گوالیاری کی محبت اور زیادہ ہوگئی جب خلافت عطا کرنے کی مبارک گھڑی آ پہنچی تو شیخ محمد غوث نے انھیں وضو کرکے اور نماز پڑھ کر خلوت میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر خرقہ خلافت پہنا کر چاروں طریقوں کے مطابق ذکر کی تلقین کی۔ اور اس کے معانی سمجھائے اور شطار کا وہ علم سکھایا جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میرے دل میں فرقان اور دوسرے علوم کے نازل

ہونے سے پہلے شطار کا علم نازل ہوا ہے۔ پھر انھیں اپنی خاص خلافت بھی عطا فرمائی جو مختلف شیوخ کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے ان کے شیوخ کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

شیخ محمد غوث کے شیخ شیخ ظہور حاج حضور شطاری رحمہ اللہ تھے اور انہوں نے اپنا علم شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ الصوفی سرمست شطاری رحمۃ اللہ سے حاصل کیا تھا۔ ان کے شیخ شیخ قاذن شطاری رحمۃ اللہ تھے جنھوں نے شیخ شاہ عبد اللہ الشطاری سے ارشادات حاصل کئے تھے۔ شاہ عبد اللہ کے شیخ محمد عارف صمدانی تھے جن کے شیخ شیخ محمد عاشق الشطاری تھے۔ اور انہوں نے شیخ خدا قلی ماوراء النہر بن شاہ یوسف الخرقانی سے علم حاصل کیا تھا جنھوں نے اپنے والد شیخ ابوالحسن یوسف الخرقانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی شیخ یوسف الخرقانی شیخ ابو المظفر مولانا الطرطوسی کے مرید تھے جنھوں نے شیخ اعرابی زید عشقی سے خلافت پائی تھی اور وہ محمد مغربی شطاری کے مرید تھے۔ جنھوں نے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت بایزید بسطامی امام جعفر صادق کے شاگرد اور مرید تھے جنھوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر سے علم حاصل کیا تھا۔ امام محمد باقر امام زین العابدین علی بن امام عبد اللہ الحسین رضی اللہ بن حضرت علی کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت علی نے اپنا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ اس طرح حضرت شاہ الحمید کا یہ سلسلہ آنحضرت صلعم کی ذات پر ختم ہوتا ہے۔ آنحضرت نے حضرت جبرئیل امین کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے یہ علم حاصل کیا۔ یہ شطاری سلسلہ ہے جو نسبی اور آبائی حیثیت سے آیا ہے۔ خلفائی سلسلہ میں حضرت بایزید بسطامی تک یہ سلسلہ متفق ہے۔ اوپر ذرا مختلف ہے کیونکہ بایزید بسطامی شیخ حبیب العجمی رضی اللہ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور یہ حضرت حسن بصری کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ حضرت علی کے شاگرد اور مرید تھے۔

قادری سلسلہ

قادری سلسلہ حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ الحمید نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے خلافت پائی اور انہوں نے شیخ ظہور حاجی حضور القادری سے اور انہوں نے شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست القادری سے اور انہوں نے شیخ القاضی محمد شریف القادری سے اور انہوں نے شیخ عبدالوہاب القادری سے اور انہوں نے شیخ عبدالرؤف عالیجناب القادری سے اور انہوں نے شیخ محمود قادری سے اور انہوں نے شیخ عبدالغفاری الحدلقی سے اور انہوں نے شیخ علی الحسین القادری سے اور انہوں نے شیخ سید محمد القادری سے اور انہوں نے شیخ جعفر احمد حسین القادری سے اور انہوں نے شیخ سید ابراہیم حسین القادری سے اور انہوں نے شیخ عبد اللہ القادری سے اور انہوں نے شیخ سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ سے اور انہوں نے سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے شیخ ابوسعید المبارک المخزومی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے شیخ علی القرشی الھنکاری سے اور انہوں نے شیخ ابوالحسن طرطوسی سے اور انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنی سے اور انہوں نے شیخ ابوالعباس احمد الفخری سے اور انہوں نے شیخ عبداللہ الشبلی سے اور انہوں نے شیخ جنید بغدادی سے اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے اور انہوں نے شیخ معروف الکرخی سے اور انہوں نے امام موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے امام عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے سید المرسلین حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت پائی۔ آنحضرت نے اپنا علم روح امین حضرت جبرئیل کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے یہ علم حاصل کیا تھا۔

چشتی سلسلہ

آپ کا چشتی سلسلہ حسب ذیل ہے۔
حضرت شاہ الحمید ناگوری نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے انہوں نے شیخ حاجی حضور شیخ ظہور سے انھوں نے شیخ ابوالفتح ہدایت سرمست سے اور انہوں نے شیخ محمد قاضی الچشتی سے اور انہوں نے شیخ کامل میراں زاہداللہ چشتی سے اور انہوں نے شیخ عیسیٰ عابداللہ چشتی سے اور انھوں نے شیخ شہاب الدین فتح اللہ چشتی سے اور انہوں نے شیخ محمود نصیر الدین چراغ دہلوی چشتی سے اور انہوں نے شیخ محمد رحمت اللہ احمد البدوانی الچشتی سے اور انہوں نے شیخ فرید الحق والدین شکر گنج چشتی سے اور انہوں نے شیخ قطب الدین بختیار کاکی سے اور انھوں نے شیخ معین الدین ولی الہند چشتی سے اور انہوں نے شیخ ابوعثمان ہارونی سے اور انہوں نے شیخ حاج شریف الزندانی سے اور انہوں نے شیخ مودود عارف باللہ الچشتی سے اور انہوں نے شیخ نصیر الدین یوسف الچشتی سے اور انھوں نے ابومحمد عابداللہ چشتی سے اور انہوں نے شیخ احمد الحق والدین چشتی سے اور انہوں نے شیخ ابواسحٰق چشتی سے اور انہوں نے شیخ ممشاد الدین علو دینوری چشتی سے اور انہوں نے شیخ خواجہ ہبیرۃ البصری چشتی سے اور انہوں نے شیخ خواجہ ابراہیم بن ادہم چشتی سے اور انہوں نے شیخ فضیل بن عیاض چشتی سے اور انہوں نے خواجہ عبدالواحد بن زید چشتی سے اور انہوں نے شیخ الحسن البصری چشتی سے اور انہوں نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

شیخ محمد غوث گوالیاری نے مذکورہ بالا طریقوں اور نیز سہروردی و طبقاتی و نقشبندی طریقوں میں حضرت شاہ الحمید کو مطلق و مقید دونوں طرح کی اجازتیں مرحمت فرمائیں نیز اپنی دونوں کتابوں یعنے جواہر خمسہ اور کتاب الاوراد الغوثیہ اور نیز تسخیرات الجن اور علم الہندسہ والفلاسفہ کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی طرح اذکار و وظائف اور آداب و شروط کے ساتھ نمازوں اور قرأت اسماء کی اجازت دی اور علم التکسیر اور علم الارقام میں بعض کے ساتھ مطلق اجازت اور بعض

میں مفید اجازت عنایت فرمائی اور ان سے کہا کہ ان چیزوں میں جس کسی کو بھی اہلِ سمجھیں اسے مجاہدات اور ریاضیات کی اجازت دیں۔

حج کا ارادہ

جب ستائیس سال کے ہوئے تو حضرت شاہ الحمید نے حج کا ارادہ کیا۔ اپنے اُستاد کے سامنے گئے اور اُن سے حج کی اجازت طلب کی۔ شیخ محمد غوث گوالیاری نے کہا بیٹا تمہاری پیٹھ سے ایک لڑکا ہونے والا ہے۔ جب تم ناشادی شدہ ہو تو پھر کیونکر لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ الحمید نے پورے ادب واحترام کے ساتھ جواب دیا۔ اس معاملہ کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں آپ کو ظاہر و باطن کا پورا علم حاصل ہے۔ تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر کہا اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس نے حضرت مریم کے بطن سے بغیر باپ کے لڑکا پیدا کر دیا اسی طرح وہ میری پیٹھ سے بھی نکالے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شاہ الحمید نے کہا کہ میری پیٹھ سے لڑکا پیدا کر دیں۔ استاد نے جواب دیا تم خود اپنی پیٹھ سے ایک پاک وصاف جگہ میں لڑکا پیدا کرو گے اور تم اس کو ایک بہت ہی اچھی جگہ رکھو گے تمہاری پسند میری پسند ہوگی۔

جب دونوں میں یہ بات چیت ہو چکی تو حضرت شاہ الحمید نے دوبارہ حج کی اجازت طلب کی۔ شیخ محمد غوث نے بخوشی اجازت عطا فرمائی اور کہا بیٹا خُدا کا نام لیکر حج کیلئے نکلو اور اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دادا کی قبرِ مبارک پر بھی جاؤ۔

شیخ محمد غوث نے جب اُنھیں بخوشی حج کرنے کی اجازت دی تو وہ بھی بہت خُوش ہوئے اور ان کی خانقاہ میں رہ کر بہت جوش و خروش کے ساتھ اپنے استاد کی خدمت کرنے لگے۔

استاد سے رخصت ہونا۔

جب سفر حج کا وقت آیا تو حضرت شاہ الحمید نے رخصت چاہی اس وقت اُن کے سامنے بہت سے لوگ

موجود تھے۔ استاد نے ان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟ حضرت نے جواب دیا نہیں۔ استاد نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو کسی زمانہ میں گوالیار اور مانکپور کے درمیان کے راستہ پر لوٹ مار کا پیشہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت دی اور وہ میرے ہاتھ پر ایمان لے آئے اور نیک راستہ اختیار کیا۔ اب تمہارے سوائے انہیں کوئی راہِ راست پر لگا نہیں سکتا۔ تمہیں کہ انھیں شریعت کے احکام سکھائیں اور سلوک کے آداب اور طریقے بتائیں اور ذکر و اذکار کی تلقین کر کے انھیں خرقہ پہنائیں۔ پھر ان میں چار آدمیوں کو منتخب کر کے۔ جو سفر و حضر ہر جگہ تمہارے ساتھ رہ سکیں، اور ہر بات میں تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کر سکیں حضرت شاہ المجید نے اپنے استاد کے ارشادات کے سامنے اپنی اطاعت کی گردن جھکا دی اور کہا مجھے ہر ایک بات قبول اور منظور ہے، چنانچہ انھیں ساتھ لے گئے اور ہر چیز سکھا کر انھیں اپنا خرقہ خلافت پہنایا۔

جب آخری رخصت لینے کا موقع آیا تو انہوں نے شیخ کو سلام کیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا۔ ہر ایک پر ان کی جدائی شاق تھی۔ سب کے دل جدائی سے سوگوار تھے۔ کسی نے شیخ کی زبان سے یہ قصیدہ پڑھا۔

علیک سلام اللہ یا قطب عالم ویا من بہ قرت سویداء مقلتی

تجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہووے اے قطب عالم اور اے وہ جس کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈک حاصل کرتی ہیں

علیک سلام اللہ یا من عنو منہ بالھام رب الخلق وسط روسیتی

تجھ پر اللہ کی سلامتی ہووے اے وہ جو مخلوق کے درمیان پروردگار خلق کے الہام سے سرفراز ہے۔

علیک سلام اللہ سوطیت مرۃ بیا غوث من ابی لتکمیل رفعتی

تجھ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ ایک مرتبہ میرے پروردگار کی طرف سے تیرے مرتبہ کی بلندی کے لئے یا غوث کا خطاب۔

علیک سلام اللہ یوما ولیلۃ سماع وارضا دائما دون فترۃ

رات دن آسمان اور زمین میں ہمیشہ کسی رکاوٹ کے بغیر تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو۔

فنار فراقی عنك تحرق جسميا　　　ولكن لها الابراد منك برحمة

تیرے جدائی کی آگ میرے جسم کو جلاتی ہے لیکن تیری مہربانی سے مجھے ٹھنڈک بھی حاصل ہوگی۔

ولو كنت يوما غبت عني فلم تكن　　　ولو لحظة ما غبت عن ذكر مهجتي

اگر تو کسی دن مجھ سے غائب ہو تو میرا دل تمہارے ذکر سے ایک لحظہ بھی خالی نہیں رہتا۔

فها انا ارجوا منك ان تدعوا العلا　　　ليقضي اوطاري و يكمل حجتي

پس میری تم سے یہی امید ہے کہ تم خدا سے دعا کروگے تاکہ وہ میری حاجتوں کو پورا کرے اور میری حجت کو کامل کرے۔

ويرفع امري فوق ما قد قصدته　　　ويعطيني لقياه يوم القيامة

اور میرے کام کو میرے قصد و ارادے سے بھی زیادہ بڑھادے اور قیامت کے دن مجھ کو اپنی لاقات کا شرف عطا فرمائے۔

كما نلت منكم كل عز منته　　　كذا ابدعاكم يكمل الله حاجتي

جیسے میں نے تم سے ہر ایک علم حاصل کیا جس کا میں نے تم سے ارادہ کیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کی بدولت میری حاجت کو پورا کردے گا۔

كما نلت منكم هولاء رفاقتي　　　كذا ابدعائكم اوسع الله ساحتي

جس طرح تمہاری بدولت مجھے یہ سب رفقاء حاصل ہوئے اسی طرح تمہاری دعا سے اللہ تعالیٰ میری طاقت و قوت کو اور وسیع کرے گا۔

ولم اغفل عن ذكراك شهري و حجتي　　　ولم انسكم في بلدتي و سياحتي

میں مہینہ اور سال بھی تمہاری یاد سے خالی نہیں رہا اور نہ اپنے وطن اور سیاحت کے دوران میں تمہیں بھولا۔

سلام عليكم والوداع يقول لي　　　بتقبيل رجليكم فتمت مقالتي

تم پر سلامتی رخصت مجھ سے کہتی ہے کہ تمہارے پیر چوم لوں۔ اسی پر میری گفتگو ختم ہے۔

فمدوا يديكم نحو هذا العبيد كي　　　بوضعهما في راحتيه لراحة

پس اپنے اس غلام کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر مصافحہ کا شرف حاصل کروں

استاد نے اپنے شاگرد کی آنکھوں اور پیشانی کا بوسہ لیا اور کسی نے استاذ کے

جذبات کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

علیك سلام الله یاحلو ثمرتی　　　　تثمرنی قلبی ویا فلذ کبدتی

تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو اے میرے میٹھے پھل جو میرے دل کے اندر پھل لایا ہے۔

اور اے میرے جگر کے ٹکڑے۔

علیك سلام الله برا وبحرہ　　　　ویوما ولیلا ثم فی کل مدة

تجھ پر خشکی اور تری میں رات دن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔

تفارقنی والشوق نحوك طائر　　　　تهیجنی ذکراك كل عشیة

اور تو مجھ سے جدا ہو رہا ہے حالانکہ میرا شوق تیری طرف اڑتا ہوا جا رہا ہے۔ ہر

شام تیری یاد میرے جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے۔

ظننتك دهر الا تفارقنی وبل　　　　جری قلم المولی بایجاب فرقتی

میں سمجھتا تھا کہ تم کبھی مجھ سے جدا نہ ہو گے۔ لیکن کیا کیا جائے خدا نے اپنے قلم

سے ہماری تقدیر میں یہ لکھدیا ہے کہ ہماری جدائی واجب ہے۔

اذا زرت یوما ترب جدك سیدی　　　　محمد ن المدفون فی ارض طیبة

جب کسی دن تمہارے دادا میرے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ارضِ پاک میں مدفون

ہیں زیارت کرو تو۔

فبلغ سلام العبد هذا محمد　　　　علیه فهذا منك قصدی وبغیتی

پس اس غلام محمد کا سلام ان پر پہنچا دو۔ بس اتنی ہی تم سے میری خواہش ہے۔

فاد له الفا و آلاف مرة　　　　من ابن خطیر الدین طول المحبة

پس ہزار در ہزار مرتبہ ابن خطیر الدین کی طرف سے طول محبت کا سلام پہنچا دو۔

ولوبت فی ساحات یثرب ناقضین　　　　لسدها العالی مرامی ومنیتی

اور اگر یثرب کے میدانوں میں جاؤ تو اس کے بلند مرتبہ سردار کے سامنے میرا مقصد

اور میری خواہش بیان کرو۔

اذا طفت حول لبیت بیت الحرام فقل　　له الف تسلیمی و الف تحیتی

جب تم گھر کے اطراف چکر لگاؤ تو بیت الحرام کو میری طرف سے ہزار ہزار تسلیم و تحیات عرض کرو

ولاتنسنی اذا ما وقفت بعرفة　　وبین الصفا مہما سعیت ومروة

جب تم میدان عرفہ میں کھڑے ہو جاؤ یا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو تو مجھ کو مت بھولو

فیحفظك الله الکریم عن العنا　　ویرقیك فی عالی مقام ودرجة

خداوند کریم تمہیں تکلیفوں سے محفوظ رکھے اور تمہیں بلند مقام اور درجہ تک پہنچائے۔

فلا زلت فی الدنیا مغیثا وهادیا　　اناسا الی دین واقوم محجة

پس تم دنیا میں لوگوں کی دستگیری کرتے رہے اور انہیں بہترین راستہ اور دین کی طرف بلاتے رہے۔

کما نلت من فیض الرحیم المقدس　　انالك من لقیاه فی دار جنة

جس طرح میں نے اللہ تعالیٰ و تقدیس کے فیض سے حصہ پایا اسی طرح دار جنت میں اس کی ملاقات تمہیں نصیب ہو۔

سلام علیك الدهر ما عشت غانما　　وایضا علی رفقاك رحم برافة

تم پر ہمیشہ جب تک تم صحیح و سالم رہو تو اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور تمہارے ساتھیوں پر بھی جن کے ساتھ تم مہربانی کا برتاؤ کرتے ہو اللہ کی سلامتی ہو۔

حضرت شاہ الحمید اپنے ساتھیوں کو لیکر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اپنے استاذ کی جدائی پر ان کا دل سوگوار تھا۔ ان کے ساتھیوں کی تعداد چار سو چار تھی۔ یہی روایت زیادہ صحیح ہے ایک دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد چار سو چالیس تھی۔ ان میں سے چار اُن کے خلیفے تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) شیخ معین الدین بلخی (۲) شیخ حسن محمد ابن امیر الدین رومی (۳) شیخ ابراہیم بیجاپوری (۴) سید حسین المبارک۔ یہ تمام لوگ حضرت شاہ الحمید کے وطن مانکپور کی طرف روانہ ہوئے۔

آدم و حوا علیہما السّلام کی طرف سے کشکول عطا ہونا

حضرت شاہ الحمید اپنے ساتھ چار سو چالیس فقیروں کو لے کر گوالیار سے روانہ ہوئے نور آستہ میں ایک حسین وجمیل مرد اور ایک خوبصورت عورت آئی۔ ان دونوں نے حضرت کو لپٹا کر بوسہ لیا اور کہا اے ہمارے جگر گوشے اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری اولاد کی ہدایت کا ذریعہ بنائیگا پھر ان دونوں نے ان کو ایک کشکول عطا کیا اور کہا کہ ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھو۔ اگر تم کسی کو کھلانا چاہو تو اپنی تھوڑی سی غذا اس میں ڈالدو اور پھر لوگوں کو دیدو۔ ان کی تعداد چاہے کتنی بھی ہوجائے سب لوگ اس سے سیر ہو کر کھالیں گے حضرت ان دونوں کے قدموں پر گر پڑے اور کہا کہ اپنی دعاؤں میں مجھ کو ہرگز نہ بھولیں۔ یہ واقعہ فریدالدین کی کتاب میں لکھا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ دونوں اچانک غائب ہوگئے۔ ساتھیوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ یہ آدم و حوا تھے۔ ان دونوں کی ملاقات پر حضرت کو بہت بڑی مسرت حاصل ہوئی۔

شیخ فریدالدین لکھتے ہیں کہ جب شیخ گوالیار سے روانہ ہوئے تو چند دن کے سفر کے بعد ایک پہاڑ کے قریب پہنچے، جب اس کی چوٹی پر چڑھے تو انھیں ایک پہاڑی آدمی ملا جو حضرت کو دیکھ کر بے حد مرعوب ہوگیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اسے اُٹھایا اور پوچھا بتاؤ اس پہاڑ میں کیا کیا عجائب ہیں۔ پہاڑی آدمی نے جواب دیا کہ میں ایک سو بیس سال سے یہاں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھتا ہوں جو اس غار میں گوشہ نشین ہے۔ حضرت اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اُس غار کے منہ پر پہنچے اور دوسروں کو وہیں ٹھہرا کر اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ ایک بہت ہی بوڑھا شخص پڑا ہوا ہے۔ اس کی سانس چل رہی ہے مگر وہ ایک میت کی طرح پڑا ہوا ہے۔ آپ نے اُس کے ساتھ گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ جواب نہیں ملا۔ حضرت نے کچھ پڑھ کر اُس کے کان میں

پھونکا تو وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ حضرت نے ان سے پوچھا بتاؤ تم کون ہو؟ بوڑھے
نے جواب دیا میں شبلی ہوں حضرت نے کہا تم یہاں کس طرح آئے ہیں۔ شبلی نے
جواب دیا۔ میں نے اپنے بعض مشاہدات میں تمہاری بزرگیوں کو دیکھا تو تم سے
ملاقات کا شوق پیدا ہوگیا۔ میں نے خدا سے دُعا کی کہ الٰہی جب تک مجھے تمہاری
ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوجائے مجھے موت عطا نہیں کرنا۔ خُدا نے مجھے الہام کیا
کہ میں اس غار میں گوشہ نشین ہوجاؤں چنانچہ اس حکم کے مطابق میں گوشہ نشین ہوگیا
اور تمہارا انتظار کرتا رہا آج اللہ تعالیٰ نے تمہارا مُنہ دکھایا ہے۔ حضرت نے پوچھا
کتنی مدت سے تم میرا انتظار کر رہے ہو؟ شبلی نے جواب دیا چار سو سال سے
تمہارا انتظار کرتا رہا۔ حضرت نے پوچھا کیا تم کو اس پہاڑ میں اور کچھ عجائب نظر
آئے ہیں۔ شبلی نے جواب دیا۔ فلاں غار کے قریب ایک بڑا پتھر ہے جس کا
طول پانچ ہاتھ کا ہے۔ یہ عجیب و غریب پتھر ہے۔ اگر اس کو سمندر میں ڈلوادو تو
وہ نوح کی کشتی کا کام دینے لگے گا۔ اس میں تم اور تمہارے ساتھی سوار ہوسکتے ہو
شبلی نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کا نام جودی رکھا تھا اسی پر حضرت
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی ٹھہری تھی۔ حضرت شاہ الحمید نے ان سے پوچھا
بتایئے آپ کی کیا خواہش ہے؟ شبلی نے جواب دیا میری اب کوئی خواہش باقی
نہیں رہی۔ تمہاری ملاقات چاہتا تھا وہ حاصل ہوچکی۔ اب میری وفات کے
بعد تجہیز و تکفین کر کے اس پہاڑ کی چوٹی میں مجھے دفن کردو۔ حضرت نے پوچھا
آپ کی وفات کب ہوگی؟ شبلی نے جواب دیا میری وفات کا وقت قریب آچکا
ہے۔ یہ کہا اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ حضرت نے اُن کو
غسل دیا اور تجہیز و تکفین کی اور پھر انہیں پہاڑ کی چوٹی میں نمازِ جنازہ کے بعد
جس میں تمام فقراء شریک ہوئے دفن کردیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

ایک امیر کے لڑکے کو اچھا کرنا

کتاب الہدایہ کے مصنف روایت کرتے
ہیں کہ جب حضرت فقیروں کی جماعت کے

ساتھ جودی پہاڑ سے آگے روانہ ہوئے تو چند دن کے بعد بلوی کے شہر کو پہنچے جب اس کے قریب ہوئے تو شہر کا امیر ان کی کرامتوں اور بزرگیوں کا شہرہ سن کر ان کے استقبال کو نکلا اور ان کی اور ان کے پیروؤں کی بڑی آؤ بھگت کی حضرت نے پوچھا تم یہاں کس غرض سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا بیمار ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ اس سے اٹھا نہیں جاتا۔ یہ میرا اکیلا لڑکا ہے۔ اس کے سوا میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر آپ اسے چنگا کر دیں تو میں ایمان لے آؤں گا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت نے اپنے خلیفہ شیخ حسن رومی کو حکم دیا کہ کشکول لیکر اس میں سے پانی لڑکے پر چھڑکیں جیسے ہی یہ پانی اس کے اوپر ڈالا اس کی ساری بیماریاں دھل گئیں اور وہ بھلا چنگا ہو کر اٹھ بیٹھا۔ یہ دیکھ کر شہر کا امیر بے حد خوش ہوا وہ فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آپ میرے لڑکے کو اپنی خدمت میں لے لیجئے۔ حضرت نے جواب دیا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس کو اپنے گھر ہی میں رکھو۔ امیر نے آپ کے قدموں کا بوسہ لیا اور اپنے لڑکے کو لے کر اپنے گھر چلا گیا۔

خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر حاضری

حضرت پھر وہاں سے آگے روانہ ہوئے اور اجمیر پہنچے، جہاں مشہور ولی خواجہ معین الدین چشتی کا مزار واقع ہے۔ جس وقت وہ مزار کی طرف جا رہے تھے۔ مزار کے بعض مجاورین کو کشف حاصل ہوا کہ فوراً آگے بڑھ کر حضرت کا استقبال کریں اور انھیں پورے اعزاز و احترام کے ساتھ مزار تک لے آئیں۔ اس مجاور نے ایسا ہی کیا۔ اس نے پہلے حضرت کو سلام کیا اور انھیں بڑی عزت کے ساتھ درگاہ تک لے آئے۔ حضرت درگاہ میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ تین دن تک لوگ باہر انتظار کرتے رہے اور جب باہر نکلے تو ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ نورانی بنا ہوا تھا۔

تخلی حبیب بمحبوبہ — وقد طاب من نیل مطلوبہ

حبیب اپنے محبوب کے ساتھ تنہا ہوا تو وہ اپنا مقصد پا کر خوش ہوگیا۔

اذا ما فشی بعض اعجوبہ — علی الناس حاروا وداروبہ

جب اس کے بعض عجائبات لوگوں پر منکشف ہوگئے تو وہ حیرت میں آگئے اور اس کے اطراف چکر کاٹنے لگے۔

جفوا شرب دنیا لمشروبہ

ولا تغفلوا یا اناسی دین — سمیا معینا مضا فا لدین

تم اے دین کے لوگو! ایسے آدمی سے غفلت مت کرو جس کا نام معین الدین ہے

ھو الغوث حقا الی یوم دین — وحی ولو کان کالمیتین

وہی درحقیقت قیامت کے دن تک ہمارا دستگیر ہے اور وہ اگرچہ مردوں کے مانند ہے لیکن زندہ ہے۔

تناجی الاحبا بموھوبہ

وہ دوستوں کے ساتھ اپنی بخشی ہوئی چیز سے سرگوشی کرتا ہے۔

حضرت فقیروں کے گروہ کے ساتھ پھر وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔

کھائے ہوئے اونٹ کا زندہ ہو کر شہادت دینا

ہدایہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت اپنے ساتھیوں کے ساتھ اجمیر سے روانہ ہوئے تو ایک بیابان میں اتر پڑے۔ حضرت کے اونٹ کو چارہ چرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ بعض پہاڑی آدمیوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کیا اور آپس میں اس کا گوشت بانٹ کر کھالیا۔ جب حضرت نے سفر کی تیاری کرنی چاہی اور اونٹ دکھائی نہیں دیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کئی دن سے اونٹ غائب ہے۔ حضرت نے کہا کہ پہاڑی آدمی آئیں تو میرے سامنے

حاضر کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پہاڑی آدمیوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضرت نے کہا
اگر تم جھوٹ بولو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کردیگا۔ پہاڑی آدمیوں نے کہا
اگر آپ کوئی عجب ہم پر قائم کر دیں تو ہم ایک اونٹ کی جگہ پر آپ کو دس اونٹ
دیں گے۔ حضرت نے آواز دی اے بیرے آزاد اونٹ فوراً یہاں چلا آ
اور اپنی زبان سے بول اونٹ ان کے پیٹوں سے بول پڑا۔ اور کہا میں کس راستے
سے آپ کے پاس آؤں۔ حضرت نے کہا ان لوگوں کی ناف کی جگہ سے
باہر نکل پڑو۔ چنانچہ ان کی ناف کی جگہیں پھٹ گئیں اور وہاں سے گوشت
کے ٹکڑے نکلنے لگے اور ایک اونٹ کی صورت میں تبدیل ہونے لگے۔
حضرت نے کہا اے اونٹ خدا کی اجازت سے کھڑا ہوجا، اور اس کو بیان کر
جو ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا ہے۔ اونٹ زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔ یہ دیکھ کر
ان پہاڑی لوگوں کو سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے حضرت سے اپنے
گناہوں کی معافی چاہی۔ حضرت نے انہیں معاف کردیا اور انہیں اسلام کی
دعوت دی۔ سب کے سب مسلمان ہوگئے اور آپ کے خادم بن گئے۔ حضرت
نے انگوٹھی سے ان کے کندھوں کو داغ دیا اور یہ داغ ان کی اولاد میں بھی جاری رہا
ہدایہ کا مصنف کہتا ہے کہ میں نے ان کی اولاد میں سے بعض کو اپنی آنکھوں سے
دیکھا ان کے کندھوں پر انگوٹھی کی نشانیاں تھیں۔ اس کے بعد سے لوگ عام طور
پر ان سے مذاق کیا کرتے تھے، اور انہیں اونٹ کی اولاد کے نام سے پکارا
کرتے تھے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو اولاد الخاتم (انگوٹھی کی اولاد) کہا کرتے تھے۔
اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ کیونکہ انگوٹھی شرافت کی علامت اور نشانی
سمجھی جاتی تھی۔

بلیار والوں کا مسلمان ہونا

ہدایہ کا مصنف کہتا ہے کہ جب حضرت
اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور
بلیار پہنچے تو وہاں کے مجوسی کافر آپ کے مخالف ہوگئے ان کے سردار نے حضرت سے آکر

کہا کہ تم اس مندر سے الگ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے اوپر ہم ہتھیار چلائینگے۔ حضرت نے جواب دیا کہ سب یہیں ٹھریں گے اور یہاں سے کہیں اور نہیں جائینگے۔ ان لوگوں نے شہر کے راجہ سے جا کر شکایت کی۔ اس نے ان کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ حضرت کو ان گھوڑوں اور ہتھیاروں کی کثرت کا خوف ہوا تو حضرت خضر نمودار ہوئے اور انہوں نے کہا اے خدا کے ولی مٹھی مٹی اٹھاؤ اور اس پر آیتہ الکرسی پڑھ کر پھونک دو اور ان پر اڑا دو۔ جب حضرت نے یہ مٹی اڑائی تو ان کی بصارت جاتی رہی اور سب کے سب اندھے ہو گئے۔ اس کی وجہ سے یہ تمام لوگ عاجز ہو گئے اور درخواست کی کہ اگر تم ہماری بینائی لوٹا دو تو ہم مسلمان ہو جائینگے۔ حضرت نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہاری بینائی واپس آ جائے گی چنانچہ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ ان کی بینائی لوٹ آئی۔ حضرت نے تمام مندر ڈھا دئے اور ان کی جگہ پر مسجدیں بنا دیں اور نمازیں قائم کر دیں۔ لوگ شریعت اسلامیہ کی پیروی کر کے نیک اور صالح بندے بن گئے۔

تھالی کا کشتی ہو جانا

ہدایہ کا مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ملیبار سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک گہری اور چوڑی نہر ملی۔ جس پر سے عبور کرنے کے لئے کوئی کشتی وغیرہ موجود نہیں تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک تھالی پر کچھ لکھا اور اس کو پانی پر پھینک دیا۔ وہ تھالی ایک بہت بڑی کشتی بن گئی۔ اس پر بیٹھ کر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے نہر کو پار کیا

من مثل شاہ الحمید الغوث فی الزمن   اذ من ید بہ انقلاب العود کالسفن

شاہ الحمید کی طرح زمانہ میں کون دستگیر ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے لکڑیاں کشتیاں بنجاتی ہے۔

بعض الطلاسم لو القاہ فی البحر   یصیر مرکبہ ینھیہ للوطن

اگر بعض طلسموں کو سمندر میں ڈالدے تو وہ اسکی کشتی بنجاتے ہیں جو انکو وطن تک پہنچا دیتے ہیں۔

ناگپور میں ورود

حضرت جب اپنے وطن ناگپور کے قریب پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ سب ان کے استقبال کو

آئے اور ان کے جلو میں شریک ہو کر شہر میں داخل ہوئے اور گھر تک پہنچے حضرت گھر میں داخل ہوئے اور اپنے ماں باپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اپنے لڑکے کی آمد سے انہیں بے حد مسرت ہوئی۔ والد کے باغ میں حضرت نے ایک خانقاہ بنائی جہاں اُن کے ساتھی جمع ہوتے تھے، اور اپنے شیخ سے سلوک کی ظاہری باطنی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس میں ان کے والدین بھی شریک ہوتے تھے اور ان سے ریاضتوں، عبادتوں اور مجاہدوں میں استفادہ کرتے تھے ان کی برکت سے انہیں اتقیاء اور اولیاء کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس طرف کے علماء بھی ان سے ملنے کے لئے آتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے اور چاروں مذہب کے مطابق فتوے پوچھا کرتے تھے اور جواب پاتے تھے۔ اور جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر دیتے تو بخوشی اس کو قبول کر لیتے۔ مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت آسانی کے ساتھ حل کر دیتے تھے، اور چھپی ہوئی باتوں کو آشکارا کر دیتے تھے۔ اُن کی موجودگی سے ان کے دلوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی۔ ان کی وجہ سے اُن کے سینے کھل جاتے تھے۔ اور اُن کی تقریر سے ان کی آنکھوں کے پردے اُٹھ جاتے تھے وہ ان کے سوالوں کا فوری جواب دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے اُن کے دل کھل جاتے تھے۔ اور انہیں انشراح صدر حاصل ہوتا تھا۔

ایک دن جب ان فقیروں پر سے گزرے تو دیکھا کہ وہ شریعت اور طریقت کی دشوار باتوں میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ وہ بھی انؐ کے شریک ہو گئے اور انہیں ذکر و اذکار کی تعلیم دی اور انہیں خرقہ خلافت عطا کیا۔ بعض کو قادری طریقہ پر اور بعض کو شطاری اور بعض کو طیفاتی اور بعض کو سہروردی اور بعض کو چشتی طریقہ پر سلوک کی تعلیم دی۔ ان میں سے بعض کو جن کی تعداد صرف چار بتائی جاتی ہے اپنا خلیفہ بنایا اور انہیں فقیری کے چودہ طریقے سکھائے اور ذکر و فکر، مراقبہ و مشاہدہ، مکاشفہ و معائنہ اور ملاحظہ کی تعلیم دی یہاں تک انہیں عرفان کا انتہائی درجہ حاصل ہو گیا اور وہ اہل شوق و ذوق و وجدان سے ہو گئے

فکم للہ من قوم کبار علوا من حسو کاس الاقتصار

کتنے بڑے بڑے لوگ فقر کا پیالہ پی کر بہت بلند ہو گئے۔

ونالوا کل فخر بعد ماھم غدوا ید عون قطاع القفار

انہوں نے ہر فخر کو حاصل کر لیا بعد اس کے کہ وہ میدانوں کے چور کہلائے جاتے تھے

وراضوا فی ریاض الانس ذھم اوو اصغی الولی ذی الافتخار

انہوں نے انسانیت کے باغ میں ریاضت کی جبکہ انہوں نے ذی افتخار ولی کی جگہ میں پناہ لی

دعی شاہ الحمید الغوث من فی حمی الخیرات حل علی اختیار

شاہ الحمید کو غوث کے نام سے ان لوگوں نے پکارا جو بھلائیوں کی پناہ گاہ میں رہے ہیں۔

وحاز مناقب الاقطاب جمعاً فصار دیارہ اعلی الدیار

اور تمام اقطاب کے مرتبہ کو پا لیا اور ان کا گھر تمام گھروں میں اعلیٰ اور بلند ہو گیا۔

شادی سے انکار

جب حضرت کی عمر اٹھائیس سال کی ہوئی تو ان کے والدین نے اپنے ہی قبیلہ کی ایک شریف ترین لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دینی چاہی۔ تاکہ ان کی نسل سے اولاد ہو تو ان کی غیر موجودگی میں ان کو دیکھکر ٹھنڈک حاصل کریں۔ اس بارے میں انہوں نے شہر کے دانشمند لوگوں سے مشورہ کیا۔ ان سب کی رائے بھی یہی تھی کہ ان کی شادی کر دی جائے چنانچہ ان کیلئے ایک نہایت ہی شاندار شامیانہ قائم کیا گیا جسے ہر طرح سے سجایا گیا تھا اس کے بیچ میں حضرت کے بیٹھنے اور اس میں رات گزاری کیلئے ایک شاہی تختہ بنایا گیا تھا۔ حضرت اپنی عادت کے مطابق اپنے گھر واپس آئے اور اس شاندار شامیانے کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ والدین نے جواب دیا کہ تمہاری شادی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی ہی میں تمہارا نکاح کر دیں۔ حضرت نے کہا میں گوالیار سے یہاں آپ لوگوں سے مکہ جانے کی اجازت لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ مگر آپ لوگ مجھے اطلاع دئے بغیر میری شادی کا انتظام کر رہے ہیں حالانکہ آپ میری حالت اور میری مصروفیت اور شغل کو جانتے ہو۔ والدین نے اس کے

جواب میں اپنا پہلا قول دہرایا۔ حضرت نے پھر معذرت پیش کی۔ جب والدین نے قبول نہیں کیا تو حضرت نے شامیانے پر ایک نظر ڈالی۔ اسکی وجہ سے یہ سارا شامیانہ یکلخت سلگ اٹھا اور تھوڑی دیر میں بھسم ہو کر رہ گیا جب لوگوں کو معلوم ہوا تو سب لوگ دوڑے چلے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر رعب چھا گیا اور بغیر اجازت کے شامیانہ کھڑا کرنے پر معذرت چاہی اور اپنے گناہوں سے توبہ کیا۔ حضرت نے ان سے کہا اگر خدائے تعالیٰ اس شادی سے راضی ہوتا تو ہرگز یہ شامیانہ نہیں جلتا۔ اس کی خوشی اسی میں ہے کہ میں سیر و سیاحت میں اپنی زندگی گزاروں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنی ساری زندگی اسی طرح گزاروں۔ کیونکہ میری زندگی کا اصل مقصد ہی سیر و سیاحت اور اسلام کی تبلیغ ہے۔ اس لئے تم جاؤ اور اپنے اعمال کی اصلاح کرو۔ خدا تمہاری حالتوں میں تمہیں برکت عطا کریگا یہ کہکر آپ چپ ہو گئے

مکہ کیلئے روانگی

پھر چند دن کے بعد حضرت نے اپنے والدین سے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ والدین نے کہا اے ہمارے دل کے ٹکڑے اور ہمیشہ روشن رہنے والے آفتاب۔ کس کو اتنی قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقدیر میں جو لکھ دیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کو لوٹائے اور اس کی مخالفت کرے۔ اللہ کا نام لیکر بیت اللہ کی زیارت کیلئے جاؤ اور خدا کی بندگی میں اپنے دن گزارو۔ اس وقت ہم تمہیں وہی نصیحت کرتے ہیں۔ جو عام طور سے کیجاتی ہے کہ تم اپنی دعاؤں میں ہمیں بھول نہیں جانا۔ اور مناسک حج کے پورے ہونے کے بعد اپنی مجلسوں اور اپنے دوستوں میں ہمیں بھی یاد کرلینا۔ اس کے بعد بہت سی باتوں کی وصیت کی جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ پھر ان کے والدین نے کہا ہم تم کو اپنے سے جدا نہیں سمجھتے ہیں۔ تم ہمیشہ ہمارے دلوں کے اندر رہو گے اور خدا

نہیں ہماری طرف لوٹائیگا۔ کیونکہ وہ دور ہونے والوں کو قریب کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ جب حضرت کو والدین کی اجازت مل گئی تو ان کے ہاتھوں اور پیشانی کا بوسہ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان کا دل جدائی سے تپ رہا تھا

لاہور میں ورود

حضرت فقیروں کی جماعت کے ساتھ مانکپور سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور چند دن کیلئے ایک میدان میں قیام کیا۔ جب شہر والوں کو معلوم ہوا تو وہ آپ سے ملنے کے لئے آئے اور ہر ایک نے اپنے ہاں قیام کرنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے کسی کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اسکی بجائے وہ مسافر خانے میں اترے رہے اور اپنے خلیفہ شاہ حسن کو حکم دیا کہ کشکول میں کھانا لیکر تمام فقیروں کو کھلائیں۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اتنے آدمیوں کے کھانے کے باوجود کھانا بچ رہا۔ شہر کے فقیروں اور مسکینوں کو بھی کھانا دیا گیا۔ جب شہر کے لوگوں نے آپکی یہ کرامت دیکھی تو پہلے سے زیادہ ان کی عزت کرنے لگے اور ان کے ساتھ رہنے لگے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو باتیں نکلتی تھیں ان کو سنتے تھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے ان کے بہترین خادموں اور ہمنشینوں میں قاضی شیخ نورالدین مفتی بن قاضی معین الدین، مولوی ابن عبدالفتاح بن ہدایت اللہ بن شیخ حسن بن محمود گوالیاری ابن ابراہیم البغدادی بن شیخ حسن البغدادی بن شیخ جلال الدین بن شیخ تاج الدین بن شیخ احمد نصر اللہ بن شیخ نعمت اللہ العسکری بن شیخ بدرالدین البخاری بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ جمال الدین بن شیخ بابا فخرالدین بن شیخ نورالعالمین سرمست بن حمید العاشقین بن عبدالکریم بن شمس الدین بن شیخ نصرالدین بن شیخ عبداللہ العرفانی بن شیخ نظام الدین بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ محمد عتیق اللہ القاسم بن شیخ محمد الثانی بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم بھی تھے حضرت کو ان کے حسن اخلاق ان کی قلت طمع ان کے تقویٰ و پرہیزگاری اور

حسن سیرت اور ساکین کے ساتھ ان کی کثرت محبت اور مدرسہ کی ملازمت
کی بناء پر بڑی محبت تھی۔

لڑکے کیلئے شیخ نورالدین کی درخواست

حضرت ایک مدت تک لاہور میں رہے
وہ کوڑھیوں کو خدا کی اجازت سے
چھا کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے۔ نیکیوں کا حکم
دیتے تھے۔ اور برائیوں سے روکتے تھے اور قرآن و حدیث کی باتیں بیان کرتے
تھے۔ آپ کے وعظ وارشاد سے بہت سے لوگوں کو نفع پہنچا اور عبادت
تقویٰ میں لوگ زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ تمام شہروں میں ان کی شہرت پھیل گئی
اور ان کی کرامتوں کا زیادہ چرچا ہونے لگا۔ حضرت اسی طرح ان کی تربیت میں
مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن شیخ نورالدین مفتی تنہائی کا موقعہ پا کر
حضرت سے قریب ہوئے اور گذارش کی کہ یا غیاث الانام و قدوۃ الکرام میں نے
آپ سے پہلے بہت علماء کی خدمت کی اور ان سے گذارش کی کہ وہ خدا سے
دعا کریں، تاکہ میرے بعد میری نسل جاری رہے۔ اور میرا نام دنیا سے مٹ نہ
جائے۔ مگر ان میں سے کسی کی دعا بھی کارگر نہیں ہو سکی۔ اور میں اپنے مقصد
میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ان میں سے بعض لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بعد
میری کوئی اولاد نہ ہوگی۔ گویا کہ انہیں کشف سے اس کا یقینی علم حاصل ہو چکا
تھا۔ مجھے ہر قسم کی دولت اور نعمت حاصل تھی۔ لیکن مجھے ہمیشہ اس کا غم
کھائے جا رہا تھا کہ میرے بعد میرا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ آجکل شب و روز مجھے
اسی کی فکر دامنگیر رہتی ہے کہ میرا یہ بانجھ پن کس طرح سے دور ہو۔ میری بیوی
کا زمانہ ولادت ختم ہونے آ رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ بانجھ پن آپ ہی کی
دعا و برکت سے دور ہو سکے گا۔ جب حضرت نے ان کی یہ باتیں سنیں تو دل میں
خیال کیا کہ شاید ان کے صلب سے جوہر کے منتقل کرنے کی اس سے بہتر پاک جگہ
کوئی نہیں ہو سکتی۔ حضرت نے نورالدین سے کہا اے قاضی میرے صلب میں ایک

جو ہر ہے جسکو حکمت الہٰی سے تمہاری بیوی زہرا کے رحم میں رکھدینا چاہتا ہوں
اگر ولادت کے بعد مجھے اپنا لڑکا لوٹا دینے پر راضی ہو جاؤ تو خدا تمہیں چار
لڑکے اور دو لڑکیاں عطا کریگا۔ جب نورالدین نے یہ بات سُنی تو بہت خوش
ہوئے اور گھر جا کر بیوی کو اسکی اطلاع دی۔ بیوی اس بات پر راضی ہوگئی کہ
ولادت کے بعد اپنا لڑکا حضرت کے حوالے کردیں۔ نورالدین نے حضرت کو اطلاع
دی اور حضرت نے حکم دیا کہ دوشنبہ کی رات وہ اور انکی بیوی نہا دھو کر اور کپڑے
پہن کر اور خوشبو لگا کر ان کے پاس چلے آئیں۔ ان کی بیوی کے ساتھ انکی بہن بھی
ہو اور اپنے ساتھ تھوڑا پان اور لونگ بھی لے آئیں۔ یہ دونوں لڑکیاں پردہ
نشین ہوں۔ نورالدین نے ایسا ہی کیا۔ دونوں لڑکیاں چادر اوڑھ کر اپنے گھر سے
حضرت کی خانقاہ تک چلی آئیں اور ان کو ایک گوشہ میں بٹھا کر حضرت کے پاس
آئے۔ دیکھا کہ عشاء کی نماز پڑھکر مصلے پر چار زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ نورالدین نے
سلام کیا اور ان سب کے آنے کی خبر دی۔ حضرت نے ان کے پاس سے پان لیا اور اپنے
منہ میں ڈالکر چبانا شروع کیا حالانکہ انہیں پان کھانے کی عادت نہیں تھی
جیسے ہی اللہ کا نام لیکر انہوں نے پان کھانا شروع کیا۔ ان کے جسم سے پسینہ بہنے
لگا اور ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ
زمین پر ٹیک دئے اور آنکھیں بند کرلیں گویا وہ مراقبہ کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر
کے بعد نورالدین کے ہاتھ پر چبایا ہوا پان تھوکا اور انہیں حکم دیا کہ فوراً بیوی کو کھلادیں[1]
حضرت نے پھر معاہدہ کو یکا بنایا کہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد ان کے
حوالے کردیں گے اور اسے یوسف کا نام دیں گے جو حضرت کے بڑے بھائی کا نام تھا
اور وفات پا چکا تھا۔ حضرت نے پیشین گوئی کی کہ یہ لڑکا پانچ سال کی عمر میں

---

[1] بعض معتبر نسخوں میں ہے کہ حضرت قادر ولی نے علماء و فضلا کی موجودگی میں چبایا ہوا پان
بیوی زہرا کے منہ میں ڈالا اور اسے نگل جانے کا حکم دیا۔

قرآن مجید حفظ کریگا۔ اور سات سال کی عمر میں دریافت کریگا کہ میرے حقیقی والد کہاں ہیں اور انہوں نے میرے لیئے کیا ہدیہ دیا ہے۔ جب وہ ہدیہ مانگے تو یہ مسواک اس کے حوالے کر دینا۔ یہ کہکر وہ مسواک ان کے حوالے کی اور کہا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھیں اور جب وہ میرے پاس آنے کی اجازت طلب کرے تو اجازت دیدیں۔

حضرت نے نورالدین کو حکم دیا کہ بیوی کو اپنے گھر روانہ کر دینے کے بعد چالیس دن تک کیلئے خلوت میں بیٹھ جائیں اور مختلف قسم کے ذکر و اذکار کرتے رہیں۔ حضرت نے انہیں اسماء الہٰی کے ذکر کی تلقین کی۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو حضرت کے حکم سے نورالدین اپنے گھر واپس ہوئے۔ دیکھا کہ ان کی بیوی پر حمل کے آثار نظر آرہے ہیں۔ یہ دیکھکر نورالدین کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ انہوں نے حضرت سے جاکر یہ بات بیان کی۔ حضرت نے ان کیلئے دعا کی اور لاہور سے آگے روانہ ہو گئے۔

شیخ یوسف کی ولادت

مدت حمل کے بعد نورالدین کے ہاں ایک حسین و جمیل لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت کے حکم کے مطابق یوسف رکھا گیا۔ ان کی ولادت ۹۳۹ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت نے ان کے متعلق جتنی پیشین گوئیاں کی تھیں وہ سب صحیح اُتریں۔

پس جو شخص بھی اس عبارت میں غور و فکر کریگا اسے معلوم ہوگا کہ حضرت ہی یوسف کے والد حقیقی تھے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی مثال حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی جن کو جبرئیل کے واسطے سے پھونک سے پیدا کیا تھا۔ حضرت پاکدامن سردار تھے اور جب انہوں نے اپنی صلب جوہر کو نکالنا چاہا تو شیخ نورالدین کی بیوی کے رحم کو پاک صاف اور طاہر

ا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سید محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت قادر ولی گنج سوائی رضی اللہ عنہ کے حقیقی لڑکے تھے اور ان کی خاص کرامات سے ظہور پذیر ہوئے

پاکراس میں رکھنے کا فیصلہ کیا۔ باوجود اس کے کہ بعض مکاشفین کے قول کے مطابق
ان کا رحم نسل کی پیدائش سے قطعی خالی تھا۔ لیکن جب انکی پاکدامنی اور پاکیزگی
ثابت ہوگئی اور ایک وارث کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت کے
دل میں شفقت اور مہربانی ڈالدی اور ان کو چبایا ہوا پان دیکر تھوک کی برودت
سے اپنے صلب کے جوہر کو نکالا۔ جب نورالدین کی بیوی نے چبایا ہوا پان کھا لیا
تو خدا کی قدرت سے ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا۔ بچہ منہ کی رطوبت سے پیدا ہوا کیونکہ
رطوبت منی کا ایک جز ہوتی ہے۔ اس رطوبت سے اسی طرح بچہ پیدا ہوا جس طرح
کہ حضرت جبرئیل کی پھونک سے بچہ پیدا ہوا تھا۔

اس تفسیر کی بناء پر تم یہ نہ کہو کہ حضرت جبرئیل حضرت عیسٰی کے والد تھے
کیونکہ حضرت جبرئیل معصوم ہیں۔ انہیں شہوت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ یہ پھونک
اللہ کے حکم سے ہوئی تھی۔ اور اللہ پر کوئی چیز محال نہیں ہے۔ اس لئے اس بات
کو تم سمجھو اور کوئی بدگمانی نہ کرو۔ اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کا انکار مت کرو
کیونکہ جب اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دیا تو خدا ان کی جگہ پر ہوگیا
اور اب وہ انہیں کے ہاتھوں سے کام کرتا ہے اور انہی کی زبان سے بولتا ہے یہ اولیاء
خدا ہی کے ارادے پر چلتے ہیں اور اس وقت تک بات نہیں کرتے جب تک کہ خدا
کی طرف سے ان کو اس کا اشارہ نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیوی عادتوں اور اُخروی
عبادتوں سے کبھی خالی نہیں ہوتے ہیں۔ پس تم پڑھو اس چیز کو جس کو شیخ اکبر
محی الدین بن عربی نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں لکھا ہے۔ خدا تمہیں اور ہمیں بتائیگا
اور سیدھا رستہ دکھائیگا۔ شیخ اکبر نے اپنی کتاب مواقع النجوم میں لکھا ہے۔
اے لڑکے تو اس بات کو جان لے کہ جب تو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریگا۔
اور پاکدامنی اختیار کریگا تو حوا اس کی دو شیزاؤں کی بکارت کو زائل کرنے کی بجائے
معاملات کے تخت پر تخلق بالاسماء کی جنت میں معانی کی دو شیزاؤں کی بکارت
کو زائل کریگا۔ پھر تو اس مرتبہ سے ترقی کر کے توحید کے تخت پر تنزیہ کی

جنت میں حقیقت کلیہ سے نکاح کرے گا۔ اور اس مرتبہ سے اور دوسرے مرتبے پیدا ہونگے جن میں تو وجود مطلق مختار سے الگ اس حقیقت کا مشاہدہ کریگا اور ادب کی جنت میں غنا کے تخت پر اس سے وہ نکاح کرے گا۔ اور یہ حقیقت جسکی تعبیر صرف دو حرفوں یعنے کن سے تعبیر کی جاتی ہے اور جو موجودات کا سبب اور کائنات کی علت ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس حقیقت کو اس پر مسلط کر دیتا ہے اور اس کے تسلط کے وقت اور اس سے تعلق پانے کے وقت اس چیز کو وجود میں لاتا ہے پس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ جب اس امر تبہ میں عالم کا حصول ہو اور وہ کائنات سے عرش پر مستوی ہو جائے تو وہ وجود میں کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتا چاہے وہ موصوف ہو یا صفت حساس ہو یا غیر حساس مگر وہ نتیجہ ہوگا دو مقدموں کا جسے جن میں ایک دوسرے سے نکاح کریگا اور یہ نکاح عبارت ہے۔ اس رابطہ سے جو ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ اس سے ایک اور چیز پیدا ہوگی جو ان دونوں پر زائد ہوگی۔ پس ان دونوں سے علوی اور سفلی چیزیں پیدا ہونگی۔ اگر نر ہوں تو وہ بلندی پر ہونگی اور مادہ ہو تو نیچے رہیں گی۔ لیکن یہ عبارت موالدات کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوگی۔ پس کہا جائیگا یہ مرد و عورت کا بچہ ہے اور یہ دو مقدموں کا نتیجہ اور اصل کی فرع ہے اور یہ مرسل اور رسول کی رسالت ہے اور یہ کاشتکار اور زمین کی بالیاں ہیں اور یہ آگ اور لکڑی کی وجہ سے شعلہ ہے اور یہ آلات اور کاریگر سے گھر بنا ہے اور یہ قادر اور اس کی قدرت سے وجود میں آیا ہے۔ اسی طرح دنیا کی ساری چیزیں ازدواج کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ عالم کے ہر ایک جز میں ایک ایسی چیز کی احتیاج ہوتی ہے جو اس کو وجود میں لانے کا باعث بنتی ہے۔ ایک دیکھنے والے اور مشاہدہ کرنے والے کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام موجودات کا کوئی موجد اور بانی ہے۔ اس راستہ میں جو شخص سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے اس کیلئے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب وہ موجود اول مقید کے پاس جا کر رک جاتا ہے تو یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا

وجود ایک قادر مطلق کی قدرت کا نتیجہ ہے اور کسی مرید کے ارادے سے ظہور میں آیا ہے۔ اور وہ خدائے پاک کی ذات ہے۔ وہی غنی وحمید ہے اور موجود مطلق ہے وہ کسی دو اصل یا دو مقدموں یا ماں باپ کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے کیونکہ وہی اصول و مقدمات و آباء و امہات کا خالق ہے اور ان سب چیزوں سے بری ہے۔ جن کا اس کے ساتھ منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کسی کے مانند نہیں ہے اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔ پس حاصل یہ ہے کہ جب عارف اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے یعنی اپنے لوح کو پاک صاف کرتا ہے اور اس کو ہر اس چیز کے منطبع ہونے کے قابل بناتا ہے جو اس میں موثر ہو تو خدا اس کے اندر اپنے حکم سے پھونک بھرتا ہے اور اپنے کلموں میں سے ایک کلمہ بخش دیتا ہے اس سے اس میں مردوں کو زندہ کرنے اور کوڑھیوں اور جذامیوں کو اچھا کرنے کی طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے وہ ہر اس چیز کو ترک کر دیتا ہے جو اس کو خدا سے غافل بنائے رکھتی ہے۔ اس مقام پر پہنچکر یہ بزرگیاں حاصل ہوتی ہیں“

خراسان کیطرف روانگی

پھر حضرت لاہور سے خراسان کیطرف روانہ ہوئے ان کو رخصت کرنے کیلئے لاہور کا پورا شہر امنڈ آیا تھا۔ قاضی نورالدین کو سب سے زیادہ ان کی جدائی کا غم تھا وہ زاروقطار رو رہے تھے۔ حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم سب اپنے گھروں کو جاؤ۔ خدا تمہیں اور تمہارے اہل وعیال کو ہر قسم کے مصائب و آلام سے محفوظ رکھے اور تمہاری روزی اور خوشحالی میں روز افزوں ترقی دے۔ سب لوگوں نے آخری سلام کیا اور وہاں سے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ حضرت اپنے ساتھیوں کو لیکر آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک پہاڑ آیا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگ یہاں ٹھہرو میں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھ آتا ہوں کہ اس میں کیا کیا عجیب چیزیں ہیں۔ جب اس کی چوٹی پر چڑھے تو وہاں ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس سے

پوچھا تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں تمہارا کیا کام ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں لاہور کے فلاں خاندان کا فرد ہوں۔ اپنے اہل و عیال کی جدائی سے میرا یہ حال ہو گیا ہے جسکو آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں دس سال سے اس پہاڑ پر رہتا ہوں۔ جھاڑوں کے پھل پتے کھا کر اور چشموں کا پانی پی کر زندگی گزارتا ہوں۔ حضرت نے پوچھا تم یہاں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ اس نے کہا باغیوں کے خوف سے میں نے یہاں پناہ لی ہے۔ پھر اس نے اپنا قصہ یوں بیان کیا۔ میں اور میرا ایک ساتھی تجارت کی غرض سے فلاں شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارا سامان تجارت تین اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ جن کو تین ساربان ہانکے جا رہے تھے۔ جب اس پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو چوروں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ میرے ساتھی اور تینوں ساربانوں کو قتل کر دیا اور ہمارا مال ضبط کر لیا اور اونٹ ہانک لے گئے۔ انہوں نے میرا پیچھا کیا۔ مگر چونکہ میں تیز دوڑ سکتا تھا۔ اس لیئے بھاگ کر اس پہاڑ پر چلا آیا۔ اور وہ مجھ کو پا نہیں سکے۔ میں اس پہاڑ پر رک رہا۔ لاہور جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ ان چوروں کا مجھے ڈر لگا ہوا تھا۔ میری تین لڑکیاں ہیں اور میرے ساتھی کو بھی اولاد ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے رشتہ دار ہیں۔ جن کی دیکھ بھال اور مالی امداد ہمارے ذمہ تھی اب نہیں معلوم کہ یہ سب زندہ ہیں ان میں سے بہت سے مر چکے ہیں۔ جب کبھی میں ان کو یاد کرتا ہوں تو میرا غم اور رنج بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ بیان سن کر حضرت کو بہت رحم آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا اب تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے اپنی فراست سے جان لیا کہ حضرت درحقیقت دستگیروں کے دستگیر اور دکھ درد کے دور کرنے والوں میں سے ہیں۔ وہ خدا کی اجازت سے کوڑھیوں اور جذامیوں کو بھی اچھا کر سکتے ہیں۔ اس نے حضرت سے کہا آپ ہی ہیں جو کچھ کر سکتے ہیں۔ جب حضرت نے اس کی تیزی سمجھ دیکھی تو خدا سے اس کے غم و رنج کے دور کرنے کے لیئے دعا کرنی چاہی وہ دل میں اس بات کو سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے خدا کے ولی خدا تم پر سلام بھیجتا ہے اور خدا تمہاری مراد پوری کرتا ہے

مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ سے کہوں تاکہ پہاڑ سے نیچے اس شخص کے ساتھ آئیں
اور اس جگہ پر جہاں اس شخص کے آدمی مارے گئے تھے۔ اور اس کی اونٹنیاں
کھولی گئی تھیں۔ کھڑے ہو کر پکاریں۔ خدا انہیں اپنی قدرت سے زندہ کر دیگا
چنانچہ حضرت نے ایسا ہی کیا۔ پہلے اس کے دونوں ساتھی زندہ ہو کر آئے اس کے
بعد تینوں ساربان اونٹوں کو مال سے لادے ہوئے چلے آئے۔ جب یہ سب حضرت
کے پاس پہنچے تو ان کے قدموں پر اپنا سر رکھدیا۔ حضرت نے اس شخص سے کہا لیجاؤ اور
اپنے مال کی تجارت کرنے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹو۔ اس شخص نے کہا اس مال کو
خریدے دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ تاجر لوگ ہمیشہ نیا اور اچھا مال چاہتے ہیں
ایسی حالت میں ہم کیونکر یہ مال لیجائیں اور اسے بیچ کر فائدہ حاصل کریں ہم سب
قرضدار ہو گئے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی تین تین لڑکیاں ہیں۔ ہمیں خوف ہے
کہ ہمارا یہ سارا مال بیکار نہ ہو جائے۔ حضرت نے کہا تم ان کو کھول کر دیکھو۔ جب
انہوں نے دیکھا کہ یہ لدا ہوا مال اشرفیوں سے بھرا ہوا ہے تو ان کی خوشی
اور تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ حضرت نے کہا ان کو لیجاؤ اور اپنی اور اپنے
رشتہ داروں کی ضروریات پر خرچ کرو اور اپنے لڑکیوں کی شادی کر
ڈالو۔ خدا کو ہرگز نہ بھولو۔ اس کا ہمیشہ شکریہ ادا کرتے رہو اور جہانتک ہو سکے
برائیوں سے بچتے رہو۔ یہ سن کر سب لوگ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے
پیروں کا بوسہ لیا پھر وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے۔ جب لوگوں نے انہیں
زندہ واپس آتے ہوئے دیکھا تو بہت ہی متعجب ہوئے حالانکہ اس سے پہلے انہیں
ان کے ہلاک ہونیکی خبر مل چکی تھی۔ ان لوگوں نے اپنا سارا حال سنایا۔ لوگوں نے حضرت
کی تعریف کرنی شروع کی اور ان کی کرامتوں پر تعجب کا اظہار کیا۔

پہاڑ پر جن کو زیر کرنا

اس شخص کو رخصت کرنے کے بعد حضرت پھر پہاڑ
پر چڑھے۔ انہوں نے شیشے کا ایک شاندار محل دیکھا
جس پر جواہر اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اور اس میں دیبا و اطلس کے شاندار

فرش بچھے ہوئے تھے۔ حضرت متعجب ہوئے اور اپنے جن خادم صخر سے پوچھا
بتاؤ یہ کس کا محل ہے۔ اس نے کہا کہ یہ محل جنوں کے بادشاہ کا ہے۔ حضرت نے
کہا جاؤ اور فوراً اس کو بلا لاؤ۔ یہ کہکر وہ اپنے سجادہ پر بیٹھ کر نماز اور اوراد
وظائف میں مشغول ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد صخر جنوں کے بادشاہ کو لے آیا اور
اور دونوں ادب کے ساتھ حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت نے
آنکھ اٹھائی تو دیکھا کہ جنوں کا بادشاہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ حضرت
نے پوچھا کیا بات ہے کہ تم بہت دیر کر کے آئے۔ اس نے جواب دیا میں اپنی بیوی کے
پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے گفتگو میں مشغول تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری
اس معذرت کو قبول فرمائیں گے۔ حضرت نے پوچھا بتاؤ تمہاری بیوی انسانوں
ہے یا جنوں سے۔ اس نے جواب دیا انسانوں سے ہے۔ حضرت نے صخر کو حکم
دیا جاؤ اور فوراً اس عورت کو یہاں لے آؤ۔ صخر فوراً گیا اور اسے لے آیا۔ وہ
ایک بہت ہی نوجوان اور حسین و جمیل عورت تھی۔ حضرت نے اسے پردہ کرنیکا حکم
دیا۔ اس کے بعد پوچھا بتاؤ تم مسلمان ہو یا کافرہ ہو اور تم کہاں پیدا ہوئی ہو اور
کس قبیلہ کی ہو۔ اس نے بتایا کہ وہ بلوی شہر کی رہنے والی ہے اور مسلمان ہے
اور اس کا نام صالحہ ہے اور وہ احمد کی لڑکی ہے۔ پھر اس نے اپنا قصہ سنایا اور
کہا میں تمام لڑکیوں میں بہت زیادہ حسین و جمیل تھی۔ میرے ماں باپ مجھ کو گھر
سے باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے مگر میں ایک دن اپنی شومئ قسمت سے باہر نکلی
رات کا وقت تھا۔ میں ادھر ادھر آنے جانے والوں کو دیکھتی ہوئی جا رہی تھی کہ اچانک
یہ جن ملا اور وہ مجھے اپنے ہاں اٹھا لے آیا۔ اور کئی سال سے مجھے اس پہاڑ میں
قید کر دیا ہے روزانہ دو مرتبہ مجھے میوے اور پھل لا کر کھلاتا ہے۔ اور مجھے
دیکھکر لطف اندوز ہوتا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیا اس نے تم سے صحبت کی ہے
عورت نے کہا نہیں۔ حضرت نے پوچھا کیا اس نے تمہیں کبھی ایذا اور تکلیف دی ہے
اور تمہیں مارا پیٹا ہے۔ اس لڑکی نے کہا نہیں۔ مگر وطن کی جدائی اور میرے والدین

کی فرقت نے میرا برا حال کر دیا ہے۔ اپنے قبیلہ کو یاد کر کے میں اپنے آنسو بہاتی ہوں اور دوستوں کی یاد نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے۔ حضرت نے جن کے بادشاہ سے پوچھا تم مسلمان ہو یا کافر ہو۔ اس نے کہا میں کافر ہوں اور میرا نام خاقان ہے حضرت نے پوچھا تم کافر ہو کر کس طرح ایک مسلمان لڑکی کو اٹھا لیجا سکتے ہو۔ یہ کہکر حضرت نے اپنا عصا اٹھایا قریب تھا کہ اس کا سر پھوڑ کر رکھدیں۔ اس نے فوراً اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور کہا کہ کفر کی حالت میں مجھ سے یہ حرکت سرزد ہو گئی ہے اور گمراہی میں مجھ سے ایسا ہو گیا ہے۔ یہ کہکر وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ اس نے کہا میں بھاگا ہوا ذلیل غلام ہوں۔ مجھے اپنے خادموں میں شامل فرمائیں۔ حضرت نے کہا کلمۂ طیبہ پڑھ اور مسلمان ہو جا۔ اس نے فوراً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت نے اس لڑکی سے پوچھا بتا تیری کیا خواہش ہے۔ کیا تو اس جن کے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا اپنے والدین اور دوست رشتہ داروں کی طرف واپس جانا چاہتی ہے۔ لڑکی نے کہا مجھے اپنے والدین کیطرف لوٹنے کے سوا میری کوئی اور خواہش نہیں ہے۔ حضرت نے اپنے خادم صخر کو حکم دیا۔ لیجاؤ اور اس لڑکی کو والدین کے حوالے کر کے ان کے پاس سے چٹھی لے آؤ۔ جب لڑکی اپنے والدین کے پاس پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اس کی آنکھوں اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ ماں باپ نے حالت دریافت کی تو اس لڑکی نے اپنا سارا قصہ شروع سے لیکر آخر تک کہہ سنایا۔ ان دونوں نے خوشی سے حضرت کے نام ایک چٹھی لکھی کہ ان کی لڑکی بخیر و عافیت انہیں مل گئی۔ جب حضرت نے یہ چٹھی دیکھی تو خدا کا شکر ادا کیا اور اسکی تعریف کی صخر کے ساتھ اور ایک جن بھی گیا ہوا تھا یہ دونوں جنوں کی صورت میں نہیں بلکہ انسانوں کی صورت میں لڑکی کے والدین سے ملے تھے۔ وہ ان دونوں کو پہچان نہیں سکے۔ ان جنوں کے غائب ہونے کے بعد ہی انہیں معلوم ہوا کہ یہ دونوں درحقیقت جن تھے جو آدمیوں کی صورت میں انکے پاس آئے تھے

خراسان کے قریب قیام

پھر حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور خراسان کے ایک قریہ میں پانچ میل ملبے ایک تالاب کے کنارے ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔ اس قریہ کا رئیس ایک پہاڑی کافر تھا۔ جو لوگوں کو عجیب وغریب کرشمے دکھایا کرتا تھا۔ وہ اپنا لشکر لیکر ان کے پاس پہنچا حضرت نے کہا تو کافر او رخدا کا دشمن ہوکر لوگوں پر تسخر کیا کرتا ہے۔ اگر واقعی تجھ میں کوئی ہنر ہے تو اس درخت کو حکم دے کہ تالاب کا یہ سارا پانی پی ڈالے۔ اس نے اس درخت کو حکم دیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس نے پھر حکم دیا۔ اس مرتبہ بھی اس کی کرامت نہیں چل سکی۔ جب تیسری مرتبہ بھی ناکام رہا تو اس نے حضرت سے کہا اگر تمہارے اندر جوہر ہے تو یہ کرامت کرکے دکھادو۔ حضرت نے کہا ہاں میں کرنے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ تم اس کو دیکھ کر اسلام لانے کا اقرار کرو اس نے کہا بہت اچھا۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ حضرت نے درخت کو حکم دیا اور وہ سارا پانی پی لیا۔ یہاں تک کہ تالاب کی مٹی نمودار ہوگئی۔ اور لوگ پانی کے لئے ترسنے لگے۔ کافر رئیس یہ دیکھکر حیران ہوگیا اس نے فوراً آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ لوگ پانی کی شکایت لیکر حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے کہا تم سب اسلام لاؤ تو خدا اپنی قدرت سے تمہارا یہ پانی واپس کردیگا۔ سب لوگ اسلام لے آئے۔ اور پانی واپس ہوگیا۔ حضرت نے اپنے خلیفہ شاہ حبیب اللہ کو حکم دیا کہ ان کے اندر رہ کر انہیں اسلام اور دین الٰہی کے اصول و فروغ کی تعلیم دیں۔ چنانچہ تمام لوگ ان کی برکت سے سچے اور پکے مسلمان بن گئے۔

ایک نوجوان کو زندہ کرنا

حضرت فقیروں کے ساتھ خراسان کے اطراف وجوانب میں گھومتے رہے یہاں تک کہ تمام شہروں میں آپ کی بہت شہرت ہوگئی۔ ایک دن خراسان میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور شہر کے کنارے اتر کر ایک رات گذاری۔ جب خراسان والوں کو خبر لگی تو ہر ایک نے اپنا گھر سجایا اور اس بات کا آرزومند رہا کہ حضرت اسی کے ہاں اتریں۔ ان میں

ایک مالدار تاجر کی ایک لڑکی بھی تھی جو پریشان حال ہوکر ان کے پاس آئی
اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے
اس کے رنج و غم کو دیکھکر دوسروں کا دل ٹکڑے ہورہا تھا۔ اور اس کے رونے پر
پرندوں اور چرندوں کو بھی رونا آرہا تھا۔ یہ لڑکی آئی اور حضرت کے قدموں
پر گر پڑی اور بہت دیر تک روتی رہی۔ اس کی زبان سے کچھ نہیں نکل رہا تھا۔ حضرت
نے کہا اے لڑکی اپنا سر اُٹھا اور اپنا چہرہ ڈھانپ لے اور ہمارے پیچھے کھڑے ہوجا
اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت نے کہا رونا پیٹنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے مصیبتوں
پر تمہیں صبر کرنا چاہیئے۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ لڑکی نے کہا
اے دستگیروں کے دستگیر اور بے کسوں کے آقا و مالک، خدا نے تمہیں وہ سب کچھ
دیا ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ پر مردوں کا زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں
ہے یہ کہکر اس نے اپنا قصہ بیان کیا اور کہا میں ایک شریف ترین گھرانے کی
لڑکی ہوں۔ میرے ماں باپ مالداروں سے تھے۔ دنیا میں کوئی یاقوت اور
موتی ایسا نہیں تھا جو میرے پاس موجود نہ ہوتا بلکہ ہر ایک کے پاس سے زیادہ
میرے زر زیور تھے۔ میرے کپڑے بہت زیادہ شاندار اور قیمتی تھے عالیشان
اور قیمتی فرش کی کچھ کمی نہیں تھی۔ ان کی تعداد اتنی تھی کہ کوئی ان کو گن نہیں
سکتا۔ وہ اتنی قیمتی تھیں کہ بادشاہوں اور نوابوں کے پاس
بھی ویسی نہیں پائی جاسکتی تھیں۔ تمام فرش فروش اتنے حسین و
جمیل اور خوبصورت تھے کہ بڑے بڑے نقاش اور کاریگر اس قسم کی چیزوں کا
تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میری شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی جو حسن و
جمال، جاہ و جلال، دولت و ثروت اور مالداری میں سب سے بڑھا ہوا
تھا۔ اس کو دیکھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی اور میرا
نفس خوش ہوتا تھا۔ تمام حسین و جمیل دوشیزائیں مجھ پر رشک کرتی
تھیں۔ میں اس کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ

مجھے دنیا میں کوئی رنج وغم نہیں ہو سکتا۔ خنساء کے رونے پیلانے کا قصہ میرے لئے افسانہ بنا ہوا تھا۔ آنکھوں سے دیکھنے سے ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی یں چاند کا ہالہ بنی ہوئی تھی بلکہ یک جان دو قالب ہو گئے تھے۔ اس کی خوشی میری خوشی تھی اور اس کا رنج میرا رنج بنا ہوا تھا۔ میری شومیٔ قسمت کہ اس کو سمندری شکار کا شوق چرایا جنگل اور بیابان کے شکار سے اکتا چکا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سمندر کے عجائبات کا مشاہدہ کرے۔ اس نے مجھسے ذکر کیا۔ میں نے اس کو جانے سے روکا اور کہا کہ اس میں خطرات بہت زیادہ ہیں۔ اس نے کبھی میری مخالفت نہیں کی تھی۔ مگر جب اس مرتبہ میں نے اس کو روکنا چاہا تو اس نے میری بات نہیں مانی۔ میں نہ جانے پر جتنا اصرار کرتی جاتی تھی۔ وہ بھی اتنا ہی جانے پر مصر تھا۔ اس نے ضد میں آکر کہا کہ عورتوں کی بات نہیں ماننی چاہیئے۔ جو بھی وہ مشورہ دیں۔ اس کے خلاف ہی کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا تم چلے جاؤ تو میں تمہارے بغیر کس طرح زندہ رہ سکتی ہوں۔ کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ یا تم نے مجھے چھوڑ کر کسی اور سے محبت کر لی ہے۔ اس نے کہا۔ تم مت گھبراؤ۔ دو ہفتوں کے اندر میں واپس ہو جاؤں گا۔ آج بدر کا دن ہے انشاءاللہ آئندہ مہینہ کے چاند سے پہلے میں گھر لوٹ جاؤں گا۔ یہ کہکر وہ بدر کی رات گھر سے نکلا۔ اس کا وعدہ تھا کہ وہ آئندہ مہینہ کی چاند رات سے پہلے لوٹ آئیگا۔ اس نے مجھ سے کہا اے میری چچازاد بہن! تو میری آنکھ کی تپلی ہے۔ میں کسی وقت بھی تجھے بھول نہیں سکتا۔ میری بات کو سن۔ اگر یہ ہلال سفر نہ کرے تو وہ کبھی کامل ہو کر بدر نہیں ہو سکتا۔ وہ گھر سے نہیں جا رہا تھا۔ بلکہ میری روح میرے بدن سے پرواز کر رہی تھی۔ اس کے پیچھے میرا دل اسی میں لٹکا ہوا تھا میں گرگٹ سے بھی زیادہ حیران پریشان پھر رہی تھی۔ مجھے کسی پہلو چین نہیں تھا۔ میرے منہ سے ہر دفعہ ایک آہ نکل رہی تھی۔ زمانے نے ہم میں وہ جدائی

ڈالی جو کسی تلوار سے بھی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ محبت میں وصال ایک بہت بڑی چیز ہے اگر زمانہ کی مصیبتیں اس کے ساتھ نہ ہوں۔ میں بڑی بے چینی سے پہلے چاند کا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ میرا کھویا ہوا محبوب مجھے مل جائے گا مگر جب وقت موعودہ پر وہ واپس نہیں آیا تو میری بے چینی اور بڑھ گئی۔ میرے دل کی آگ زیادہ ہو گئی اور میری آنکھوں سے گرم آنسو بہنے لگے۔ نہ تو اس نے مجھے کوئی خط لکھا اور نہ اس کے ساتھیوں نے اس کے متعلق کوئی خبر دی۔ بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کشتی جس میں وہ سوار ہو کر گیا تھا غرق ہو گئی اور سارا مال و اسباب ڈوب گیا تو میں بے ہوش ہو گئی۔ اور میرا دل بیٹھ گیا میں پاگل ہو گئی نہ تو کوئی کھائی میری مدد پر آمادہ تھا اور نہ بہن ہی۔ مجھ سے غمگساری کر رہی تھی میرے محل کے تمام چراغ گل ہو گئے۔ میں نے دس سال تک اسی طرح کی زندگی بسر کی ہے اور اب تک پاکدامنی کی زندگی گزارتی جا رہی ہوں

حضرت نے اس کی یہ روداد سنی تو بہت متاثر ہوئے اور پوچھا اب تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اس نوجوان عورت نے کہا میں جانتی ہوں کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔ آپکی دعا ہر حال میں مقبول ہو گی آپ مردوں کو بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میرے شوہر کو زندہ کر دے تاکہ میری روح اور جان کو سکون حاصل ہو اور میں لوگوں کے لعن طعن اور تشنیع سے بچی رہوں۔ کیونکہ یہ لوگ اس کو مطعون قرار دیتے ہیں جو پہلے شوہر کی وفات کے بعد کسی سے شادی کر لیتی ہے۔ حالانکہ میں نے اب تک کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے میری عزت اور آبرو پر کوئی حرف آئے

حضرت کو اس کی باتوں پر رحم آیا اور انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد خدا سے دعا کی۔ ان کی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس کا شوہر غبار سے برآمد ہوا اور ان کے سامنے آموجود ہوا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن اور پہلے سے زیادہ چمک رہا تھا۔ وہ نوجوان عورت اپنے شوہر کو دیکھکر

بیحد خوش ہوئی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑی۔ اور ان کا بیحد شکریہ ادا کیا۔

حضرت نے کہا اے لڑکی اب جا اور اپنے شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کر اور اپنے پڑوسیوں کیساتھ احسان کر۔ اس لڑکی نے کہا اے حضرت لوگ مجھ سے دلیل مانگیں گے کہ یہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا۔ ورنہ لوگ ایک اجنبی مرد کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجھے عار دلائیں گے۔ اور یہ کہیں گے کہ دس سال کے بعد کون مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ اس وقت میرا یہ دعویٰ کہ یہ میرا شوہر ہے بیکار ہوگا۔ وہ اس کے متعلق گفتگو کر ہی رہی تھی کہ شہر کی ایک جماعت ان کے پاس آئی۔ ان کے پیچھے اور لوگ بھی آتے جا رہے تھے۔ حضرت نے ان سے پوچھا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟ بعض نے کہا ہمیں معلوم نہیں لیکن دوسروں نے کہا صورت سے تو وہ نوجوان معلوم ہو رہا ہے جو آج سے دس سال پہلے کشتی میں سوار ہو کر گیا تھا اور سمندر میں ڈوب گیا تھا۔ حضرت نے اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے نوجوان تم ذرا اپنا قصہ ان لوگوں کو سناؤ اور یہ بتاؤ کہ تم پر کیا گزری۔ اس نوجوان نے کہا کہ میں فلاں کا لڑکا فلاں ہوں اور میں نے فلاں کی لڑکی سے شادی کی تھی اور فلاں گلی میں میرا گھر ہے۔ میں رات دن اپنی بیوی سے کبھی جدا نہیں رہا تھا۔ اور میں نے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی بات نہیں سنی اس کی جدائی مجھ پر بہت شاق تھی۔ لیکن زمانہ نے مجھے دھوکہ دیا اور میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ سمندر کے سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ راستے میں بہت تیز ہوائیں چلیں اور ہماری کشتی غرق ہو گئی۔ اور ہم لقمۂ اجل ہو گئے۔ سمندر کی بڑی بڑی مچھلیوں نے ہمیں نگل لیا۔ اس پر ایک زمانہ گزر گیا۔ ہم مٹی میں ملکر مٹی ہو گئے اور ہمارے نام بھی مٹ چکے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے خدا کی طرف سے ندا آئی۔ اے فلاں پھر وجود میں آجا اور ہمارے ولی کے پاس بسر و چشم حاضر ہو۔ میں زندہ ہو گیا اور ہوا مجھے یہاں تک اڑا لائی اور اس اللہ کے ولی کے سامنے حاضر کیا۔ یہ کہکر وہ بھی حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ سننے والوں نے اس پر بہت ہی تعجب کا اظہار کیا۔ اور

حضرت سے عاجزانہ درخواست کی اے ہمارے دستگیر اور کمزوروں کے مددگار جس طرح اس وقت آپ کی ذات بابرکت سے ہمیں نفع ہو رہا ہے اسی طرح قیامت کے دن ہماری شفاعت کیجیو۔ اب خدا سے دعا کیجیے کہ ہمارے دلوں میں زندگی کی روح پھونک دے جس طرح آپ کی دعا کی برکت سے ہمارے حبیب اور امیر کو زندگی ملی۔ آپ نے اپنے دادا شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی کی سنت کو زندہ کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ دیکھو حضرت میں اور حضرت عبدالقادر جیلانی میں کتنی مشابہت ہے۔ حضرت موصوف نے بارہ سال کے بعد ایک بوڑھی عورت کے بیٹے کو جو کشتی میں ڈوب کر مر گیا تھا پھر سے زندہ کر دیا۔ چونکہ یہ ولی ان کے حقیقی اولاد میں سے ہیں اور ان کے وارث ہیں۔ اس لئے آپ اس حدیث نبوی الولد سر لابیہ (بیٹا اپنے باپ کا راز دار ہوتا ہے) کے مطابق اس کرامت کے مستحق ہیں۔ حضرت نے ان دونوں کو حکم دیا کہ اپنے گھر لوٹیں اور زندگی بسر کریں۔

شیطان کا تدارک

جب حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ خراسان میں اتر پڑے تو لوگوں نے آکر انہیں دعوت دی۔ مگر ان کی تقویٰ پرہیزگاری کی بناء پر ان کی دعوت قبول نہیں کی۔ بلکہ اپنا کشکول منگوایا اور اس سے فقیروں کو کھانا پانی تقسیم کرنا شروع کیا۔ سب لوگ سیراب ہو کر کھائے پھر بھی بچ رہا جو دوسرے لوگوں کو دیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نابینا تھا۔ وہ حضرت کے قریب آیا اور ان سے دعا کا طلبگار ہوا۔ فوراً اس کی بصارت واپس ہو گئی۔ جب شہر والوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو لوگ ہر طرف سے ان کی طرف دوڑے چلے آئے اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ بہت سے اندھے اور کوڑھی ایسے تھے جن کو ان کی دعا سے کلی شفا حاصل ہوئی۔

آپ لوگوں سے یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ میری ایک نوجوان لڑکی ہے جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ ایک

رات ایک شیطان اس کو اچک لینا چاہتا تھا۔ تو میں نے اس کو روکا۔ اس وقت سے لیکر اس کا طریقہ یہ ہوگیا ہے کہ آدھی رات کے وقت ہمارے گھر کی چھت پر پتھر برسایا کرتا ہے۔ اور میں طلسمات اور تعویذات کے ذریعہ اس کا توڑ کرتا چلا رہا ہوں۔ اس کے باوجود اس کی شرارت نہیں رک سکی ہے اور وہ ابھی تک ہمیں پریشان کرتا چلا جارہا ہے۔ آپ سے عاجزانہ گذارش ہے کہ از راہ کرم اس ملعون کا تدارک کریں۔ جب حضرت نے یہ بات سنی تو اپنے خادم صخر کو حکم دیا کہ وہ ملعون جہاں کہیں بھی ہو پکڑ لائے۔ جب رات ہوئی تو وہ ملعون خوفزدہ ہوکر اور سر جھکائے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے پوچھا تم فلاں شخص کے گھر پر پتھر کیوں پھینک رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ اس گھر والے کے آبا و اجداد کافر تھے۔ ہر سال جزیہ کے طور پر مجھے ایک لڑکی دیا کرتے تھے۔ جب یہ شخص ان کا جانشین ہوا تو اس نے یہ پرانی عادت ترک کردی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ اس قسم کا برا سلوک ہو رہا ہے۔ حضرت نے جب یہ بات سنی تو وہ بہت خفا ہوئے۔ اور جذبے میں آکر صخر کو حکم دیا کہ اس کو لیجاؤ۔ اور سمندر کی تہ میں غرق کرڈالو۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ صخر نے اسی طرح کیا جیسا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ اس وقت سے گھر والوں کو پورا امن و امان حاصل ہوگیا۔

سلطان مخدوم کی درخواست

خراسان میں ایک مالدار آدمی تھا۔ اس کا نام سلطان مخدوم تھا۔ اسے ایک زمانے سے کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے بہت سے علماء اور شیوخ سے طلسمات اور تعویذات لئے مگر ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ وہ ایک رات اپنی بیوی مخدومہ بی بی سے گفتگو کررہا تھا۔ اور بچے کے نہ ہونے پر یاس و ناامیدی کا اظہار کررہا تھا۔ تو اس کی بیوی نے کہا۔ میں سنتی ہوں کہ وہ حضرت جو ہماری سرزمین میں تشریف لائے ہیں بڑی کرامتوں کے آدمی ہیں۔ ان کی بدولت لاہور کے مفتی فرزالدین کو بچہ پیدا ہوا۔ اگر وہ ہمارے لئے دعا فرمائیں تو ہمیں امید ہے کہ ہماری مراد پوری ہوگی۔

سلطان مخدوم نے طنزاً کہا۔ اگر آپ کے نام سے ہمارے گھر کا سوکھا ہوا درخت ہرا بھرا
ہو جائے تو ہم سمجھیں گے کہ ان کی دعا سے ہماری مراد بھی پوری ہو گی۔ ان کے
غسلخانے میں آل کا سوکھا ہوا درخت تھا جو صرف جلانے ہی کے قابل ہو سکتا تھا
مگر صبح میں جب مخدومہ بی بی غسلخانے میں داخل ہوی تو کیا دیکھتی ہے کہ رات
کا سوکھا ہوا درخت بالکل ہرا بھرا ہو گیا ہے۔ اس میں نہ صرف پتے تھے بلکہ پھل
بھی آچکے تھے۔ لڑکے ان پھلوں کو توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ دیکھکر
اس کو بے انتہا تعجب ہوا۔ وہ دوڑی ہوی اپنے شوہر کے پاس گئی۔ اور اس سے
واقعہ بیان کیا۔ اس کا شوہر حیران و پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنی بیوی سے
کہا۔ میری نیت اس سوکھے ہوئے درخت کو ہرے بھرے کرنے کی نہیں تھی۔ میں تو
حضرت کی قوتِ کرامت سے استہزا کر رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ان میں اتنی بڑی قوت
بھی موجود ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی فضیلتیں دیکھ لی ہیں۔ خدا
ہمارے گناہوں کو بخشے۔ ہمیں ان پر معترض ہونا نہیں چاہئے تھا۔ پھر اس نے
خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگی۔ بیوی نے شوہر کو ملامت کی۔ اور کہا جاؤ
اور حضرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ وہ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ جنھوں نے نہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ یہ بھی خوشخبری دی کہ اسے پانچ
لڑکے اور دو لڑکیاں ہونگی۔ سلطان مخدوم یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور حضرت
کی قدم بوسی کی۔ اور فوراً گھر واپس آکر اپنی بیوی کو خوشخبری سنائی۔ اس کی
بیوی بھی بہت خوش ہوئی۔ اور پھر اسی رات اس کا حمل ٹھیرا۔ اور پانچ لڑکے
اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔

ایک فقیر کو کھلانے سے عاجز ہونا

جب آپ کی دعا کی برکت سے مخدوم سلطان
کا بانجھ پن دور ہوا تو وہ بیحد خوش ہوا۔ وہ
چاہتا تھا کہ آپ کو اور آپ کے فقیروں کو دعوت دے۔ وہ خیال کرتا تھا کہ ایسا کرنے
سے آپ کی دعاؤں کا کچھ بدلہ ہو جائے گا۔ اس نے بہت سے پھل اور

فواکہ جمع کئے اور دو سو بھیڑ اور پانچ اونٹنیاں ذبح کیں اور سوا سو وسق چاول لیکر بریانی پکائی۔ اسے اپنے مال و دولت پر بڑا غرور اور ناز تھا۔ جب کھانا وغیرہ تیار ہو چکا تو حضرت کے پاس آیا اور انہیں اور ان کے فقیروں کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت نے قبول نہیں کیا۔ اس نے بار بار اصرار کیا پھر بھی نہیں مانا۔ آخر میں حضرت نے کہا اچھا پہلے اس دبلے اور لاغر فقیر کو کھلا دو پھر دوسروں کو کھلا دینا۔ مخدوم نے یہ بات مان لی۔ اس نے دبلے اور لاغر فقیر کے سامنے کھانا پیش کیا جس کو فوراً کھا لیا۔ اس کے بعد پھر مانگا پھر کھانا پیش کیا گیا وہ کھانا ختم کرتا جاتا تھا اور مانگتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سارا پکا یا ہوا کھانا ختم ہو گیا مخدوم نے اڑوس پڑوس کے لوگوں سے کھانا لیکر پیش کیا مگر وہ بھی کافی نہیں ہو سکا۔ فقیر نے نعرہ لگایا ارے بھوک سے میری آنتیں سکڑی جارہی ہیں اور کھانا لے آؤ۔ مخدوم مجبور تھا۔ فقیر نے جب اس کا عجز دیکھا تو کہا جب دلی کے فقرا میں سے ایک دبلے پتلے فقیر کا تم پیٹ نہیں بھر سکے تو تمام فقرا کو کھلانے کا کیا دعویٰ کر سکتے ہو۔ حضرت محض اپنی کرامت سے ایک چھوٹے سے پیالے سے سب کا پیٹ بھر دیتے ہیں۔ جب تاجر نے فقیر کی یہ بات سنی تو بہت شرمندہ ہوا اور اپنا سر جھکا لیا۔ فقیر نے حضرت سے شکایت کی اور انہوں نے تاجر کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو شرمندگی سے سر جھکائے کھڑا رہا۔ حضرت نے پوچھا بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ تم ہمارے ایک فقیر کو کھلانے سے عاجز ہو تو تمام لوگوں کو کیونکر کھلا سکتے ہو۔ تاجر نے کہا تمام لوگ گھر پر موجود ہیں مگر سارے دیگ خالی ہو چکے ہیں۔ حضرت نے کہا۔ انہیں یہاں بلا لاؤ جب سب لوگ آ گئے تو حضرت نے معین الدین کو حکم دیا کہ اپنا پیالہ لے آؤ اور حضرت نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا اور اس سے اتنا کھانا نکالا جس سے تمام لوگ کھا کر سیر ہو سکتے تھے۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ حضرت نے دریافت کیا۔ کیا تمہیں اور چاہیئے۔ سب نے کہا بس بس قسم بخدا ہمارے پیٹ بھر چکے ہیں۔

اور ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوچکی ہے۔ اس سے اچھی عمدہ اور شیریں غذا ہمیں حاصل نہیں ہوئی تھی اور نہ ہم نے لوگوں کی زبانی اس قسم کے کھانے کے متعلق کچھ سنا تھا۔ پھر سب نے خدا کی حمد بیان کی اور اس کا شکریہ ادا کیا تاجر شیخ کے قریب آیا اور ان کے قدموں کا بوسہ لیا اور ان سے اپنے دلی متکبرانہ احساسات و افعال کی معذرت چاہی۔ شیخ نے اس پر شفقت کی نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ تجھے اپنے مال پر فخر نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق — تمہارے نزدیک جو کچھ ہوگا وہ ختم ہوجائے گا اور وہی باقی رہیگا جو اللہ کے نزدیک ہوگا۔

پس جس شخص کا نفس اور مال فانی ہو وہ فنا ہونے والوں کی اولاد میں شمار کیا جائے گا

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام — زمین پر کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور تیرے پروردگار ذوالجلال والاکرام کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اس لئے اے نوجوان تو اللہ کی طرف رجوع ہو اور توبہ کر۔ حلال کمائی سے خرچ کر اور لوگوں پر اپنے مال و اسباب کی بنا پر فخر مت کر۔ ہر حالت میں فقیروں کے ساتھ عاجزی اختیار کر۔ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور تو تکبر اور غرور مت کر علماء کے سامنے باادب سے کھڑے ہو۔ اور ان کی عزت کر اور ان سے علوم اور اعمال کی کیفیت معلوم کر اور مسکینوں پر صدقہ دے اور اہل و عیال کے ساتھ خوشحالی برت لوگوں میں صلح و آشتی پھیلا اور ان کے ساتھ نیک زندگی بسر کر اور اللہ نے تجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے اس کو ادا کر اور اپنی اولاد کو بھی ان پر عمل کرنے کی ترغیب دے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ اور بُرے لوگوں سے پرہیز کر اور جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنی موت کے آنے تک اللہ تعالےٰ کی عبادت کر۔ جب اس نے حضرت کی یہ باتیں

سنیں تو بہت متاثر ہوا اور ان پر عمل کرنے کی بہترین کوشش کی یہاں تک کہ وہ صالحین میں سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی برکت سے کامیاب بنائے۔ آمین

حضرت خراسان سے فقیروں کے ساتھ گنجام کی طرف روانہ ہوئے۔

پنجاب کی طرف روانگی

حضرت خراسان سے گنجام کی طرف روانہ ہوئے اور بعض نسخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بہت کشادہ قریہ تھا۔ اس کے قریب ایک قبہ تھا جو خود بخود زمین سے نکل آیا تھا اور بلند ہو گیا تھا۔ لوگ اس کو گھیرے کھڑے تھے اور بڑے ہی تعجب کی نگاہوں سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ اس میں کسی جگہ سے بھی دروازہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لوگوں نے اس کی دیواروں کو منہدم کرنا شروع کیا تاکہ اس کے اندر کے عجائب سے واقف ہوں۔ لوگ تھک گئے مگر اسکی دیواریں ٹوٹ نہیں سکیں۔ اتنے میں حضرت پہنچے اور ان سے کہا کیا بات ہے۔ تم لوگ تھک کر چور ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم اس کے عجائبات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے کہا اگر ہم اس کے عجائبات تمہیں دکھا دیں تو کیا تم ایمان اور اسلام لے آؤ گے۔ لوگوں نے کہا ہم اسلام کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم ایسے بادشاہ کی رعایا ہیں جس کو صرف اسلام کے نام ہی سے چڑھ ہے اور وہ لوگوں کو قتل کر بیٹھتا ہے۔ اگر ہم اسلام لے آئیں تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہ سکتا حضرت نے کہا اور اپنے امیر کو ہماری باتیں سنا دو۔ سب لوگ امیر کے پاس پہنچے اور وہ باتیں بیان کیں جن کو حضرت نے کہا تھا۔ یہ سن کر امیر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اسکی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور بیحد برافروختہ ہوا۔ اسلئے حضرت کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اس کے بعد کہا جب اس شخص نے تم سے ایسا کہا تو تم نے اس کو قتل کیوں نہیں کر دیا۔ اس نے اپنی فوج کو ہتھیاروں سے آراستہ کیا اور اس کو لیکر حضرت کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ جب وہ حضرت کے قریب آیا تو ان کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ اور کہا کیا تم نے ہماری رعیت سے ایسی ایسی

باتیں کی ہیں؟ حضرت نے کہا۔ ہاں۔ امیر نے اپنی فوج کو حضرت پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جب ان لوگوں نے اپنی تلواریں بلند کیں اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو سب کے سب اندھے ہو گئے۔ اور ان کی تلواریں یونہی فضا میں رکی رہیں یہ دیکھکر سب حیران ہو گئے اور چیختا چلانا شروع کیا۔ یہ سب حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور کہا ہم نے اپنی نادانی سے آپ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ سے ہماری عاجزانہ گذارش ہے کہ آپ ہم کو معاف کردیں۔ اور ہماری بصارت ہمیں لوٹا دیں حضرت نے کہا اگر تم ایمان اور اسلام لے آؤ تو تمہاری بصارت تمہاری طرف لوٹ جائیگی۔ جب سب لوگ مسلمان ہو گئے تو ان کی بصارتیں لوٹ آئیں۔ پھر حضرت قبہ سے قریب ہوئے اور اس پر ایک تیز نگاہ ڈالی۔ قبہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا اندر بہت سے قیمتی یاقوت اور جواہرات تھے۔ حضرت نے امیر سے کہا جاؤ یہ سب جواہرات لے لو۔ اور ان کو بیچ کر مسجدیں تیار کرو۔ اور اپنے شہروں کے گرجا گھروں کو ڈھادو اس امیر نے ایسا ہی کیا۔ حضرت کی برکت سے اس امیر کا اسلام اور اس کی رعایا کا اسلام بہت اچھا اور مفید رہا۔

جب حضرت گنجام کی سرزمین میں داخل ہوئے اور اس کی مسجد میں اتر پڑے تو کئی دن تک کھانا پینا چھوڑ دیا۔ رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور ایک گوشہ میں بیٹھکر ذات الہٰی کا مشاہدہ اور مراقبہ کیا کرتے تھے۔ آپکی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی۔ وہاں کا امیر ایک کافر ہری سنگ تھا۔ اس وقت وہ بیمار تھا۔ کئی طبیبوں نے اس کا علاج کیا تھا۔ مگر وہ شفایاب نہ ہو سکا۔ اس کی بیوی بالی سنگ بھی چار مہینوں کی حاملہ تھی۔ بیماری کی وجہ سے اس کا حمل گر جایا کرتا تھا۔ جب ان دونوں نے حضرت کی کرامتوں کی شہرت سنی تو دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ ہو کر اپنی بیماری کی کیفیت بیان کی۔ حضرت کو ان دونوں پر ترس آیا۔ انہوں نے کہا اگر تم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ تو تم دونوں کو خدا کی اجازت سے شفا حاصل ہو جائے گی۔ وہ دونوں کلمہ پڑھ کر مسلمان

ہو گئے۔ میاں بیوی دونوں اپنے اپنے مرض سے نجات پا گئے۔ چند دن بعد بیوی کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔

نفاس کے مرض کو دور کرنا

گنجام کی ایک مسلمان عورت کو کثرت نفاس کی شکایت تھی۔ کئی دوائیں کیں۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اسی کی وجہ سے اسکو بیحد تکلیف ہو رہی تھی۔ اسکی بعض سہیلیوں نے اس کے سامنے حضرت کی بزرگیاں بیان کیں۔ وہ اپنے شوہر کو لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوی سر سے پیر تک نقاب تھا اپنی شکایت ہے اور وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ فوراً حضرت نے اس کیلئے دعا کی۔ اور اسی وقت اس کا مرض جاتا رہا۔ وہ خوش خوش حضرت کو دعائیں دیتی ہوی اپنے گھر لوٹ گئی۔

ایک شخص کی غیر معمولی تکلیف کو دور کرنا

گنجام کا ایک مسلمان آدمی حضرت کے پاس آیا اور سلام اور قدمبوسی کے بعد کھڑے ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی جاری ہو گئی۔ حضرت نے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے اس نے بیان کیا کہ کئی سال سے میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں کوئی بھی اسکو دور نہیں کر سکا۔ حضرت نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا جب میں سوتا ہوں تو میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور بہت ہی شدید درد محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتا ہوں تو میرا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے حضرت نے اس کو اپنے قریب بلایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی کھوپڑی پھٹ پڑی اور اس میں سے ایک سانپ برآمد ہوا۔ اور حضرت کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے پوچھا اے سانپ تو کب اس کے سر میں داخل ہوا اور اس کو تکلیف پہنچانے کی کیا وجہ ہے سانپ بول پڑا۔ اس نے کہا اس شخص نے فلاں صالح عورت کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت نے اس آدمی سے حقیقت پوچھی۔ اس نے اعتراف کیا اور کہا ہاں میں نے جہالت کے مارے اس عورت کو قتل کر دیا تھا۔ حضرت نے کہا اے نوجوان! خدا سے مغفرت مانگ اور اپنے گناہوں سے توبہ کر اپنی خطاؤں پر خدا سے گڑگڑا کر معافی چاہ۔ وہ ضرور تیری

خطاؤں کو معاف کرے گا۔ اس آدمی نے صدق دل سے توبہ کی۔ حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا سر کے دونوں حصے آپس میں جڑ گئے۔ حضرت نے سانپ کو حکم دیا کہ وہ جنگل کی راہ لے۔ چنانچہ وہ خاموشی سے چلا گیا۔ لوگوں نے یہ دیکھکر بیحد تعجب کیا اور آپ کی خدمت میں رہنے کو باعث برکت سمجھنے لگے۔

ایک رافضی نواب سے مقابلہ اہل گنجام کے رافضیوں کی ایک جماعت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوی اور کہا آپ اتنے دنوں سنیوں کے درمیان مقیم رہے۔ اور ان سے بات چیت اور گفتگو اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ اب چند دن کیلئے ہمارے ہاں چل کر رہیے۔ حضرت نے کہا اگر تم ہمارا عقیدہ رکھو اور ہمارے مسلک پر چلو اور ہمارے پیغمبر کی سنت پر عمل کرو تو ہم ضرور چند دن تمہارے ساتھ رہیں گے۔ لوگوں نے یہ شرط نہیں مانی اور خفا ہوکر ان کی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور اپنے رافضی نواب کو خبر دی۔ اس کو بہت غصہ آیا اور ننگی تلوار لے کر اپنے محل سے نکل پڑا۔ وہ حضرت پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ حضرت نے اپنی تلوار فضا میں پھینکی جو اس نواب کا سر کاٹتی ہوی نکل گئی۔ یہ دیکھکر تمام رافضی پریشان ہوگئے اور آپ کے قدموں پر گر پڑے اور خطاؤں کی معافی چاہی اور کہا اے اللہ کے رسول کے پیارے۔ ہم آپ کی اور اللہ کے رسول کی سنت میں داخل ہوتے ہیں جب حضرت نے ان کا صدق اعتقاد دیکھا تو ان کی معذرت قبول کی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ یہ لوگ قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کے پابند ہوگئے۔ اس زمانہ سے لیکر اب تک ان کی اولاد سنی ہے

والد کی وفات ایک دن حضرت نے اپنے خلیفہ محمد المحسن کو بلایا اور چپکے سے ان سے کان میں کہا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے اپنے وطن مانکپور لوٹنے کا الہام کیا ہے تاکہ میں اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت حاضر رہوں

یہ گفتگو ان کے والد کی وفات کے دس دن پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت گنجام اور مانکپور کے درمیان ایک مہینہ کی راہ تھی حضرت اپنے فقراء کے ساتھ وہاں سے فوراً روانہ ہوئے اور آٹھ دن کے اندر اپنے وطن پہنچے۔ اس وقت ان کے والد کو سخت بخار تھا۔ جب انہوں نے والد کو دیکھا تو انہیں سلام کیا اور دست بستہ ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے دوست اور رشتہ داروں میں سے ایک شریف لڑکی اپنے بھائی وہاج الدین کے لئے پسند کی اور ایک بڑی جماعت کے سامنے ان دونوں کا نکاح کروا دیا۔ دو دن بعد ۸ جمادی الاول ۹۳۸ھ کو جمعہ کی شب میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تجہیز و تکفین میں شہر کے تمام علماء اور صلحا شریک ہوئے۔ حضرت نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور پھر جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ کے پیچھے تمام لوگ موجود تھے۔ جامع مسجد کے قریب ان کی قبر کھودی گئی۔ حضرت اور ان کے بھائی وہاج الدین نے ان کو دفنایا۔ جب دفن اور تعزیت سے فارغ ہو چکے تو حضرت نے لوگوں کے سامنے وعظ کہنا شروع کیا۔ پھر اپنے بھائی سے بیعت لی۔ اور اس کو خرقہ پہنایا اور اس کو اپنے والد کی مسند پر بٹھایا اور کہا کہ ارشاد و نصیحت کی مسند سنبھالو اور خلق اللہ کو ہدایت کا راستہ بتاؤ۔

عزلستان جانے کی اجازت چاہنا

اس کے بعد حضرت نے اپنی والدہ سے عزلستان جانے کی اجازت چاہی۔ ماں نے کہا۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور اب تم اپنے والد کی وفات کے بعد جدائی کا داغ دے کر کہاں جا رہے ہو۔ حضرت نے کہا اے اماں تم غم نہ کرو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اپنی مصیبتوں پر صبر کرو۔ جب چند دن کے بعد ان کی والدہ راضی ہو گئیں تو حضرت سفر کے ارادے سے نکلے۔ ان کے بھائی اور دوسرے لوگوں نے کچھ دور تک

لے معتبر روایات میں ہے کہ یہ تاریخ درحقیقت ان کی والدۂ ماجدہ کی وفات کی تھی۔ ان کے والد ماجد کا انتقال پانچ دن پہلے ۵ جمادی الاول ۹۳۸ھ کو ہوا تھا۔ چنانچہ آج تک بھی الہٰی مذکورۂ بالا تاریخوں میں ان دونوں کی فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔

ان کی مشایعت کی۔ حضرت نے اپنے بھائی کی طرف پلٹ کر کہا۔ تم جاؤ اور ہمارے والد کی قائم مقامی کرو اور ہماری ماں کی خدمت کرتے رہو۔ اللہ تم کو ہمارا اور ہمارے آباء واجداد کا جانشین بنایا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ تمہارے سینے کو کھولدے اور اس کو نور سے بھر دے اور تمہیں عارفین سے ملائے اور ہمیں اور تم کو انبیاء و مرسلین کے ساتھ اُٹھائے۔ بھائی نے ان کے حکم کی پیروی کی غمگین ہو کر اپنے گھر واپس گئے اور باپ کی جانشینی کی ادھر حضرت اپنے فقراء کے ساتھ میران روانہ ہوئے۔

حضرت اپنے فقراء کے ساتھ میران پہنچے اور ایک جگہ شب روز خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے شہر والوں میں سے کسی سے آپ نہیں ملتے تھے کیونکہ ان میں رفض تھا اور وہ بہت ہی مغرور تھے۔ پھر ایک دن مجوسیوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور آپ سے کرامتوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے کہا اس شرط پر کرامتیں دکھائی جا سکتی ہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے مان لیا۔ حضرت نے بہت سی کرامتیں دکھائیں۔ یہ دیکھ کر پوری جماعت مسلمان ہو گئی اور آپ کی برکت سے ان کا اسلام بہت ہی اچھا رہا۔

طوران میں ورود آپ میران سے طوران پہنچے۔ یہاں کے لوگ عالم و فاضل سنی اور صالح تھے۔ اس کی وجہ سے آپ کو بیحد خوشی حاصل ہوئی۔ یہ لوگ اکثر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کے وعظ و نصیحت سے بہت فائدہ اُٹھاتے تھے۔ آپ سے بہت سا کلام سنتے تھے۔ اس کے الفاظ و معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور ان سے دقیق مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ حضرت کی نصیحتوں سے ان کے دل بہت خوش ہو گئے اور ان کی کدورتیں دور ہو گئیں اور ان کا ایمان و ایقان بھی بہت بڑھ گیا تھا جب حضرت وہاں سے روانہ ہوئے تو ہر ایک کو ان کے جانے کا رنج ہو رہا تھا۔

بت پرستوں کی عاجزی حضرت یہاں سے سنک روانہ ہوئے یہاں کے

لوگ بُت پرست تھے۔ جس دن حضرت سنگ میں داخل ہوئے وہ ان بت پرستوں کی عید کا دن تھا۔ تمام لوگ بتوں کو اپنے کندھوں پر اٹھائے گلیوں میں نکلے تھے ان کا سب سے بڑا بت حَمَن تھا۔ اس پر ان بت پرستوں کو فخر حاصل تھا۔ یہ سب ناچتے اور کودتے جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نے بددعا کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سب کی بصارت جاتی رہی۔ تمام لوگ حیران اور پریشان ہو گئے۔ اپنے بتوں کو پھینک کر چیختے چلاتے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ جب امیر کو خبر پہنچی تو اس نے اپنے وزیر کو بُلا کر اس سے مشورہ کیا۔ وزیر نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ ایک فقیر یہاں وارد ہوا ہے۔ فلاں گلی میں رہتا ہے۔ اس کے متعلق بہت سی کرامتیں مشہور ہو رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی کی خفگی کی وجہ سے یہ بلا نازل ہوئی ہے۔ بہتر ہے ہم اس کے پاس جائیں اور اس سے دعا کی درخواست کریں۔ امیر اور وزیر دونوں مل کر حضرت کی خدمت میں پہنچے، اور قدم بوسی کے بعد دست بستہ رعایا کی تکالیف پیش کیں اور ان سے مہربانی اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے کہا اللہ تعالےٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو شرف بخشا ہے اور شرک اور مشرکین کو ذلت دی ہے۔ تم نے ہماری اہانت اور تذلیل کا ارادہ کیا۔ اس لیے تم ہی ذلیل و خوار ہو گئے۔ اب اگر تم ایمان اور اسلام لے آؤ تو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بصارتوں کو لوٹا دے۔ سب نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ اس کی وجہ سے ان کی بصارتیں ان کو واپس مل گئیں۔ حضرت وہاں سے پھر آگے روانہ ہوئے۔

پہاڑ پر دو بزرگوں سے ملاقات

پھر حضرت سنگ سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کو ایک بلند پہاڑی ملی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا ایک قلعے کی چوٹی ہے وہاں دو بزرگوں کو دیکھا جن کی پیشانی پر عبادت کی نشانی تھی اور ان کے چہروں پر

روحانیت کا نور چمک رہا تھا۔ جب دونوں حضرت کے قریب آئے تو انہوں نے آپکو
سلام کیا۔ حضرت نے ان دونوں کی حالت دریافت کی۔ ان میں سے ایک نے آگے
بڑھکر کہا ہم دونوں یمن والے ہیں۔ میرا نام شمس الدین الدلقی ہے اور میرے
ساتھی کا نام عماد الدین الدلقی ہے۔ میں اپنے وطن میں مسجد میں تہجد ادا کیا کرتا
تھا۔ ایک رات مسجد پہنچا تو دیکھا کہ میرے اس ساتھی کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوکر
پڑا ہے۔ میں نے ان کے بکھرے ہوئے اعضا کو ایک دوسرے سے ملایا تو وہ اچھی
طرح سے جڑ گئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے لئے اس قسم کے
ممنوع کاموں کا کرنا جائز ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے ان کا دامن پکڑا
اور انہیں قاضی کے پاس لے گیا۔ وہ اس کی حلت اور حرمت کا کوئی فتوے نہیں
دے سکے۔ اس کے بعد میں نے یمن کے تمام علماء سے سوال پوچھا۔ مگر کوئی بھی
میری تشفی کا جواب نہیں دے سکا۔ میں نے ہر ایک سے اس مسئلہ پر گفتگو کی مگر
اس سوال کا حل نہیں ہو سکا۔ خدا کی مہربانی سے مجھے ایک دن کشف حاصل ہوا
ہاتف کی آواز آئی۔ اے شمس الدین الدلقی اپنے حریف کو لیکر فلاں میدان کے
فلاں پہاڑ کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں زبردست ولی شاہ الحمید سے
ملاقات ہوگی۔ ان سے پوچھو تو وہ تمہیں ٹھیک بات بتائیں گے۔ جب میں
اپنے مشاہدہ سے فارغ ہوا تو اپنے حریف سے یہ قصہ بیان کیا۔ انہوں نے بھی کہا
ٹھیک ہے ہم دونوں کو اس پہاڑ کی طرف چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم دونوں یہاں آئے
اور کچھ دنوں سے ہم یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت نے عماد الدین دلقی
کی طرف خطاب کرکے کہا۔ اے عماد الدین تمہارا یہ کام محرمات میں سے ہے۔ اگر تم اس کے
مرتکب ہوگے تو اس کے مکلف ہو جاؤ گے۔ عماد الدین نے کہا اس وقت میں مجذوب
اور مجنوط العقل تھا۔ حضرت نے کہا اگر تم واقعی عقل کے کھو جانے کے بعد اس قسم
کا دعا کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور اگر تم محض حکم کے
ٹالنے کے لئے ایسا کہتے ہو تو تم پر سزا واجب ہو جاتی ہے۔ شمس الدین دلقی نے کہا

اے خدا کے ولی اگر وہ اپنے آپ کو مجذوب سمجھتے ہیں تو اس صورت میں ان سے سزا کیوں کر اٹھائی جا سکتی ہے حضرت نے کہا۔ ہمارے دادا محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جذبہ میں آکر انا الحق (میں خدا ہوں) کہدیا۔ جب ہوش میں آئے تو ان کے شاگردوں نے یہ کیفیت بیان کی حضرت جیلانی نے فرمایا کیا واقعی میں نے ایسا کہا تھا؟ شاگردوں نے کہا ہاں حضرت نے کہا دیکھو اگر آئندہ میں ایسی کوئی بات کہہ بیٹھوں تو اس تلوار سے میری گردن اڑا دینا چند دن بعد حضرت جیلانی جذبہ میں آئے۔ اور پھر انا الحق کا دعویٰ کیا۔ شاگرد نے فوراً تلوار اٹھائی اور گردن پر چلا دی۔ تلوار ادھر سے ادھر گزر گئی۔ مگر سر اپنی جگہ پر باقی رہا ایک بال برابر کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت قادر ولی نے کہا کہ یہ تلوار اس لئے کام نہیں کر سکی تھی کہ حضرت جیلانی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی محبت تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو خدا کی ذات میں فنا کر دیا تھا۔ جب شمس الدین دلقی نے یہ باتیں سنیں تو اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر چپ رہے۔ پھر حضرت نے ان دونوں کے درمیان صلح کرائی اور اپنے وطن یمن کو واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت نے ان دونوں کے حق میں دعا فرمائی۔ یہ دونوں خوش وخرم اپنے وطن لوٹے

امام رضا کے روضہ کی زیارت

حضرت چند دن بخارا شہر کے باہر سنک کے میدان میں گشت لگاتے رہے۔ سید علی موسیٰ الرضا رحمۃ اللہ کے روضہ کے خادم نے خواب میں حضرت کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے خاندان کا ایک ولی ہماری زیارت کیلئے آرہا ہے۔ جب ہمارے شہر میں داخل ہو تو جاؤ اور عزت واکرام کے ساتھ اپنے گھر بلا لاؤ۔ اور کھانے اور دوسری چیزوں سے ان کی خوب خاطر مدارات کرو۔ خادم یہ خواب دیکھکر چونک پڑا اور فوراً اس ولی اللہ کی تلاش میں نکلا۔ جب شہر کے دروازے پر آیا تو حضرت سے ملاقات ہوئی۔ ان کے چہرے پر ہیبت و وقار ٹپک رہا تھا۔ خادم نے دست بستہ سلام کے بعد اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت نے یہ سنکر مسکرایا اور خوشی اس کے گھر چلنے پر آمادہ

ہو گئے اور اس کی دعوتیں قبول فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت روضہ تک آئے اور دروازے کے پاس کھڑے ہوئے۔ یہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ کنجی لگانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ حضرت خوشی سے اندر داخل ہوئے اور تھوڑی دیر اندر مراقبہ میں مصروف رہے۔ فقراء باہر ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ بدر کے چاند کی طرح روشن اور منور تھا۔ پھر قرآن مجید پڑھ کر آپ کی روح کو ثواب پہنچایا اور کھانا پکا کے شہر کے تمام مسلمانوں کو کھلایا اور پھر وہاں سے بلخ کی طرف روانہ ہوئے۔

معین الدین بلخی کی والدہ کی وفات

جب حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ بلخ کی سرزمین پر پہنچے تو وہاں کے ایک قریہ میں داخل ہوئے ان کے خلیفے شیخ معین الدین البلخی اپنے گھر گئے تاکہ والدین کی زیارت سے مشرف ہوں۔ مگر وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر شیخ معین کو بڑا رنج ہوا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ روتے ہوئے حضرت کے پاس پہنچے اور کہا افسوس صد افسوس کہ میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے اور میرے درمیاں بہت سی باتیں ہونی تھیں۔ ان سے پہلے ہی وہ چل بسیں کاش کہ ہماری ان باتوں کے ہو جانے کے بعد انہیں موت آتی۔ اے خدا کے ولی آپ ہی مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور خدا کی اجازت سے ہڈیوں میں بھی جان ڈال سکتے ہیں۔ ہم پر رحم کیجیے۔ حضرت نے ان کی بے چینی دیکھی تو کہا چلو اپنی ماں کی قبر پر چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ قبر پر پہنچنے کے بعد پردہ کر لینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کہا اے معین الدین کی والدہ خدا کے حکم سے کھڑی ہو جاؤ۔ اتنا کہنا تھا کہ قبر شق ہوئی اور وہاں سے ان کی والدہ نکل پڑیں۔ ماں بیٹے میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد حضرت نے حکم دیا اب جاؤ قبر میں داخل ہو جاؤ۔ معین الدین کی والدہ واپس قبر میں چلی گئیں اور یہ دونوں قریہ میں لوٹ آئے۔

پرندوں کی شکایت

پھر حضرت بلخ سے آگے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک گھنا جنگل ملا۔ جہاں بہت سے شکاری رہتے تھے۔ ہرنوں اور پرندوں کے شکار پر ان کی زندگی گزر رہی تھی۔ یہ سب لوگ کافر تھے جب حضرت وہاں پہنچے تو ان شکاریوں نے آپ کی بڑی عزت اور توقیر کی اور آپ کی ہر طرح سے خدمت کی۔ حضرت نے خوشدلی کے ساتھ ان کی خدمت قبول کی ایک دن پرندوں کا ایک بہت بڑا گروہ آپ کے پاس آیا اور سلام کرنے کے بعد ان شکاریوں کی شکایت کی اور کہا کہ ہم انڈوں سے بچے پیدا کرنے سے پہلے شکار کر لئے جاتے ہیں۔ اللہ نے آپ کو ہماری امداد و اعانت کے لئے بھیجا ہے۔ آپ ہماری دستگیری فرمائیے۔ حضرت نے کہا خدا تمہیں ضرور باقی رکھیگا تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب شکاری شکار کیلئے آئے تو حضرت نے ان سے پرندوں کی شکایت بیان کی۔ شکاریوں نے کہا ہم لوگ غریب اور مسکین تھے ہمارا کوئی گھر دار نہیں تھا ہمارے پاس پیسہ نہیں تھا تاکہ اس سے کچھ خرید کر کھاتے اور اپنی زندگی گزارتے۔ اب تو ہمارا شکار ہی ہماری روزی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اس کو ہم چھوڑ دیں تو پھر کیا کریں۔ حضرت نے کہا اچھا بڑے بڑے پتھر اٹھالاؤ اور ان سب کو ہمارے سامنے جمع کردو۔ جب ان لوگوں نے پتھروں کی ایک بڑی ڈھیر لگادی تو حضرت نے اس پر ایک تیز نظر ڈالی۔ خدا کی مشیت سے یہ ساری ڈھیر سونے میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت نے اس سونے کو ان کے اندر تقسیم کردیا اور ان سے کہا جاؤ اپنے اور اپنے اہل و عیال پر اس کو خرچ کرو لیکن دیکھنا آئندہ سے ہرگز تم پرندوں کا شکار نہ کرنا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ اس کے بعد ان سب کو اسلام لانے کا حکم دیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت نے انہیں حکم دیا کہ ایک شہر بسائیں اور نماز کے لئے مسجدیں آباد کریں۔ پھر حضرت نے انہیں اسلام کے اصول و فروع اور احکام کی تعلیم دی۔ جب حضرت نے کوچ جانے کا ارادہ کیا تو سب لوگ تابع ہوئے۔ حضرت نے کہا۔ خدا تمہیں اور تمہاری اولاد کو محفوظ رکھے

در تمہارا ایمان بڑھائے۔ تم اپنے ہی شہر میں رہو۔ اور اپنی مسجدوں کو آباد کرو
در اپنے وطن کو خالی نہ کرو۔ پھر حضرت وہاں سے اپنے فقیروں کے ساتھ کدک
ی طرف روانہ ہوئے۔

کدک والوں کو نصیحت

جب حضرت بلخ سے کدک کی سرزمین کی طرف تشریف لیگئے تو شکاری آپ کے پاس آئے بعض
وگ کہتے ہیں کہ یہ کدک نہیں بلکہ کچ کی سرزمین تھی۔ حضرت نے انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری
ی نصیحت کی اور ان کو اپنے گاؤں واپس جانے کا حکم دیا۔

جادوگروں سے مقابلہ

اس کے بعد حضرت غور کی پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے لوگوں نے بیان کیا کہ اس پہاڑ میں دو
جادوگر ایسے ہیں جنھیں جنات و شیاطین اور ڈکوریوں اور کیڑوں مکوڑوں کی تسخیر کا
علم حاصل تھا۔ ان کے ساتھ ایسے سرکش لوگ رہتے ہیں جو کسی کو بھی اپنے سامنے
جوتا پہن کر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حضرت یہ سن کر پہاڑ پر چڑھنے
لگے۔ ان کے پیروں میں کھڑاواں تھا۔ جب ان دونوں جادوگروں کو معلوم ہوا
تو وہ بہت غصہ ہوئے اور ڈکوریوں کی ایک فوج حضرت کی طرف روانہ کی
جب انہوں نے ان ڈکوریوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو حکم دیا یونہی ہوا میں
رک جاؤ۔ تمام ڈکوریاں ہوا میں رک گئیں۔ پھر حضرت نے حکم دیا جاؤ جنھوں نے
تم کو میری طرف روانہ کیا ہے ان کو کاٹ کھاؤ۔ اتنا کہنا تھا کہ یہ تمام ڈکوریاں ان دونوں
ساحروں پر جاگریں اور انہیں کاٹ کھانا شروع کیا۔ ان دونوں نے اپنے سحر
کے زور سے ان کو دفع کرنے کی لاکھ کوشش کی۔ مگر ان سے کچھ نہیں ہوسکا۔
آخر یہ دونوں پریشان ہوکر ہوا میں اڑ نکلے۔ حضرت نے انہیں ہوا میں اڑتے
ہوئے دیکھا تو اپنے دونوں کھڑاویں ان کی طرف پھینکے۔ جو بڑھ کے ان کے
سروں پر جاگرے اور انہیں پے درپے مارنا شروع کیا۔ دونوں جادوگر پریشان
ہوکر حضرت کے قدموں پر آگرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ حضرت نے

انہیں اسلام قبول کرنے کا حکم دیا اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں جادوگروں سے سرکش ساتھیوں کو معلوم ہوا تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئے اور ان کے اسلام سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

بڑے جادوگر کو مطیع بنایا

حضرت چند دن کے لئے اس پہاڑ پر مراقبہ اور مشاہدہ میں مشغول رہے۔ چند دن کے بعد دونوں مسلمان ساحر آپ کے پاس آئے اور کہا اے خدا کے ولی۔ اس پہاڑ کے فلاں غار میں ہم سے بھی زیادہ عمر والا ایک جادوگر رہتا ہے۔ اس کا سحر ہم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حضرت نے اپنے مطیع و فرمانبردار ایک جن کو بھیجا جادوگر نے آنے سے انکار کیا۔ آخر زبردستی اس کو گھسیٹ لایا۔ جب حضرت پر اس کی نظر پڑی تو وہ مرعوب اور خائف ہو گیا۔ فوراً اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ حضرت نے اس کو اسلام لانے کا حکم دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر حضرت نے اپنے خلفاء کو حکم دیا کہ اس نئے جادوگر کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔ اس کے بعد حضرت چالیس دن کے لئے اس پہاڑ کے ایک گہرے غار میں مراقبہ میں بیٹھ گئے دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے جب چالیس دن کی مدت پوری ہو گئی تو باہر نکل آئے اور وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ تینوں مسلمان جادوگر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم ان فقیروں کو کیمیا، ہیمیا، سیمیا اور ریمیا کا علم سکھا دیتے ہیں۔ حضرت نے کہا اچھا جس کو جس علم کے سیکھنے کی خواہش ہو اس کو وہ علم سکھا دو۔ بعض نے ایک علم سیکھا اور بعض نے دوسرا علم حاصل کیا۔ کیمیا کا علم حاصل کرنے سے لوہے کو سونا بنایا جا سکتا تھا۔ ہیمیا کا علم یہ ہے کہ سیکھنے والا لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ سیمیا کا علم یہ تھا کہ غیب کی خبریں بتائے۔ ریمیا کا علم یہ تھا کہ سیکھنے والا مختلف شکلوں اور ہیئتوں میں ظاہر ہو سکتا تھا۔ اس سے اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

مقناطیسی پہاڑ

حضرت وہاں سے مقناطیسی پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو ان کے ساتھیوں کی تلواریں اور دوسرے ہتھیار جو لوہے کی بنی ہوئی تھیں ان کے ہاتھوں اور بدنوں سے نکل کر اس مقناطیسی پہاڑ میں جا لگیں۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گئے۔ ان سب نے حضرت سے گذارش کی وہ پہاڑ پر چڑھے اور اس کی چوٹی پر وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز ادا کر کے دعا کی۔ یہ ساری تلواریں خود بخود پہاڑ سے نکل کر ان کے مالکوں کے پاس پہنچ گئیں۔ یہ دیکھ کر سب لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا

راہبوں کی فوج کی شکست

حضرت اس مقناطیسی پہاڑ سے نکل کر ایک ایسی سرزمین میں پہنچے جو آفتاب کی شدت تمازت اور حرارت سے جہنم بن چکی تھی۔ لوگ پیاس کے مارے بد حال تھے فقیروں نے حضرت سے شکایت کی۔ تھوڑی دیر میں ابر ان کے سروں پر آگیا۔ غبار کم ہو گیا اور صحرا میں ایک طرح کا سکون پیدا ہو گیا۔ مگر پیاس کی شدت باقی تھی۔ حضرت ایک جگہ اُتر پڑے جس کے قریب ایک وادی تھی۔ وہاں کوئی مسلمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ فقیروں نے دیکھا کہ دس حمال دودھ کے بڑے پیپے اپنے سروں پر رکھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب ایک کافر راہب کے تھے۔ فقیر پیاس کی شدت سے پہلے ہی پریشان تھے۔ اُن کو دیکھ کر ان کی طرف آگے بڑھے اور ان سے دودھ مانگا حمالوں نے دینے سے انکار کیا۔ فقیروں نے زبردستی چھین لیا اور پینا شروع کر دیا۔ حمالوں نے کہا کیا تمہیں یہ جائز ہے کہ ہم پر ظلم کرو اور دوسروں کا مال غصب کر کے کھا جاؤ۔ یہ دودھ ہمارے راہب کا ہے جو تمہاری شریعت کا پیرو نہیں ہے ایسی حالت میں اس کے مال پر قبضہ کرنا تمہارے لئے کس طرح جائز ہے۔ فقیروں نے ان کو دھمکایا اور پھر مارا پیٹا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلے، اور اپنے راہب سے جا کر شکایت کی۔ یہ کیفیت حضرت کو معلوم نہیں تھی۔ راہب نے جب یہ باتیں سُنیں تو اسے بہت غصہ آیا اور ایک ہزار

آدمیوں کی ایک فوج تیار کی۔ یہ سب لوگ زرہیں پہن کر اور تیز تلواریں اور نیزے وغیرہ ہاتھوں میں لے کر آئے۔ اس راہب نے انھیں حکم دیا تھا کہ حضرت اور ان کے فقیروں کو گرفتار کر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے سامنے پیش کریں۔ جب یہ فوج تلواریں سونتی ہوئی آگے بڑھی تو حضرت نے زمین کو حکم دیا کہ انھیں پنڈلیوں تک اپنے اندر دھنسا لے۔ یہ سب زمین میں پنڈلیوں تک دھنس گئے۔ ایسا دکھائی دے رہا تھا کہ گویا کھجور کے کچھ درخت زمین میں قدم جمائے کھڑے ہیں۔ جب راہب کو اس کی خبر ہوئی تو وہ دوڑا ہوا چلا آیا اور اس نے حضرت سے کہا کیا آپ کو ان فقیروں کا میرا مال غصب کرنا پسند ہے؟ حضرت نے کہا جاؤ اور اپنے پیپے دیکھ لو۔ اس نے دیکھا کہ تمام پیپے دودھ سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کو بہت تعجب ہوا۔ حضرت نے حکم دیا جاؤ اپنے پیپے لے جاؤ۔ اس راہب نے کہا ہم آپ لوگوں کا جوٹھا نہیں پیتے ہیں۔ حضرت نے اپنا منھ پھیر لیا اور کہا اگر ایسا ہو تو جاؤ اپنے گھر واپس جاؤ ہم تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔ راہب حضرت کے ساتھ اپنی کرامت آزمانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا میں اڑنے کا کمال جانتا ہوں۔ اگر آپ میں قدرت ہو تو آپ بھی اُڑ کر دکھایئے۔ تاکہ دیکھیں ہم میں سے کون غالب آتا ہے اور کون مغلوب۔ حضرت نے کہا تو اچھا تم پہلے اُڑ کر بتاؤ۔ ابھی ایک کھجور کے درخت اتنا اونچا بھی نہیں اڑا تھا کہ حضرت نے اس کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ یونہی ہوا میں معلق ہو گیا۔ پھر سورج کو اشارہ کیا کہ اس پر اپنی تیز دھوپ ڈالے۔ گرمی کی شدت سے راہب بے حد پریشان ہو گیا۔ پیاس کے مارے اس کے ہونٹ سوکھ گئے۔ اس کی ساری فوج بھی حرارت کی شدت کی وجہ سے پیاسی ہو گئی اور تڑپ اُٹھی۔ سب لوگوں نے چیخنا چلاّنا اور رونا پلانا شروع کیا۔ ہائے ہم سب مر گئے۔ خدا کے لئے ہمیں بچایئے۔ حضرت کو ان پر ترس آیا۔ انھوں نے خدا سے دُعا کی۔ یہ سب لوگ زمین سے نکل چکے۔ سورج کی حرارت

کم ہوگئی۔ راہب اُوپر سے نیچے آگرا۔ راہب اور اُس کے ساتھی حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور اُن کی کرامتوں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ حضرت نے انھیں حکم دیا جاؤ اب دودھ پی لو۔ ان لوگوں نے کہا ہم دودھ پینا ہی چاہتے ہیں مگر اب آپ کا جوٹھا پئیں گے حضرت نے دودھ پی کر فقیروں کو دیا اور اُن کے بعد راہب اور دوسرے تمام لوگوں نے دودھ پیا۔ حضرت نے اپنے فقیروں کو حکم دیا کہ ان سب کو اسلام کی تعلیم دیں۔ تمام لوگوں نے دین کی باتیں سیکھیں اور بہت سچے مسلمان ہوگئے۔

پیٹ پر ٹیکا لگا کر سونا

حضرت اپنے فقیروں کو لے کر کدک شہر کی نہر کے پیچھے ایک باغ میں اُتر پڑے اس شہر کے لوگوں میں سے بعض نے حضرت کے وقار اور جلال کو دیکھا کہ فقرا کس طرح ہر وقت انہیں گھیرے کھڑے رہتے ہیں۔ انہوں نے شہر کے والی سے واقعہ بیان کیا وہ شخص کافر تھا جب اس نے حضرت کے متعلق یہ باتیں سنیں تو بہت غصہ ہوا اور سنتری کو حکم دے دیا کہ حضرت اور فقیروں کو نہر پار کرنے نہ دیا جائے نہر کے کنارے ایک سنتری کھڑا ہوگیا۔ وہ حضرت اور فقیروں کی حرکات کو دیکھتا رہا۔ حضرت اس باغ میں تین دن ٹھہرے رہے کسی کو ایک لقمہ کھانا تک دستیاب نہیں ہوسکا۔ لوگ بھوک کے مارے تڑپ رہے تھے۔ فقیروں نے حضرت سے اپنی بھوک کی شکایت کی۔ حضرت نے انہیں حکم دیا کہ جھاڑوں کے پتے ہانڈی میں ڈال کر پکائیں۔ جب انہوں نے پکایا تو اُن کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جبکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی لذیذ کھانا تیار ہوگیا ہے۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حضرت نے پھر ایک رقعہ میں کچھ تعویذ لکھ کر ایک فقیر کے حوالے کیا اور کہا جاؤ اور اس کو نہر میں پھینک دو۔ یہ رقعہ کشتی کی صورت میں بدل جائیگا اس پر سوار ہو کر والی کے پاس پہنچو اور میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ فلاں حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ فقیر نے

ایسا ہی کیا۔ سنتری نے جب یہ کیفیت دیکھی تو بھاگا ہوا والی کے پاس گیا اور یہ خبر پہنچائی۔ والی یہ سُن کر بہت حیران ہوا۔ اس نے اپنے وزیروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ اتنے میں وہ فقیر ہی پیام لے کر پہنچا۔ اس کے دیکھتے ہی اس کے دل پر رعب طاری ہو گیا۔ اس نے اپنے خاص آدمیوں کو اس فقیر کے ساتھ بھیجا تاکہ پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت اور ان کے فقیروں کو لے کر آئیں۔ حضرت کو والی کی خاص کشتی میں لایا گیا۔ والی نے ان سب کو اپنے ایک وسیع اور کشادہ باغ میں ٹھہرایا۔ حضرت اور ان کے ساتھیوں کے آنے کے بعد باغ کے سوکھے پتے بھی ہرے ہو گئے۔ باغ کے مالی نے جا کر اپنے آقا سے یہ واقعہ بیان کیا۔ والی کو اور بھی تعجب ہوا اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ جب کافروں کو اس کی خبر لگی تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے۔

حضرت کو قیلولہ کی حالت پڑی تو آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ باغ کے بیچ میں ایک سایہ دار درخت سے لگا ہوا والی کا بُت تھا جس کی وہ پوجا کرتا تھا۔ فقیر نے اُس کو ہٹا دیا اور اس پر حضرت کا بستر لگا دیا۔ حضرت اُس کی طرف پیٹھ لگا کر آرام کرنے لگے۔ اتنے میں والی ادھر چلا آیا۔ اس نے یہ حالت دیکھی تو کہا اے حضرت تم نے ہمارے خدا پر پیر رکھا اور اس کا ادب و احترام نہیں کیا۔ حالانکہ وہ ہمارا آزمودہ دستگیر ہے۔ حضرت نے کہا اے احمق امیر۔ کیا تم خدا کو چھوڑ کر اس پتھر کی پوجا کرتے ہو جو نہ تم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ امیر نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ وہ ہمیں نفع پہنچاتا ہے اور ہماری مرادیں پوری کرتا ہے۔ حضرت نے پوچھا یہ کس طرح؟ امیر نے جواب دیا جب ہم اُس کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں تو وہ ہماری دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اگر ہم اس سے چاہیں کہ وہ اس نہر کا سارا پانی پی جائے تو وہ پی جاتا ہے۔ حضرت نے کہا اچھا ذرا اس کو حکم تو دو کہ نہر کا پانی پی جائے۔ تاکہ ہم بھی اس کا معجزہ دیکھیں۔ امیر نے بُت کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کی اور با ادب ہو کر درخواست کی اے

ہمارے خدا۔ میری درخواست کو پوری کر اور اس نہر کا پانی پی جا۔ مگر اس کی
دُعا قبول نہ ہوسکی۔ اس نے دوبارہ دُعا مانگی اور کہا اے میرے خُدا۔ اس سے
پہلے تو میری تمام درخواستوں کو پوری کر دیتا تھا۔ اس مجلس میں اب تو مجھے رسوا
مت کر اور میرا سر نیچا نہ کر دے۔ پھر بھی اس کی یہ دُعا قبول نہیں ہوسکی۔ اس
نے سہ بارہ اور چو بارہ دُعا کی۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جب اس سے مایوس
ہوگیا تو حضرت نے کہا اب ہم حکم دینگے اور وہ ہماری اطاعت اور فرمانبرداری
کریگا۔ امیر نے کہا اچھا اس کو حکم دیجئے تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ وہ آیا آپ کی اطاعت
کرتا ہے یا نہیں۔ حضرت نے پکار کر کہا اے ملعون اس نہر کا پورا پانی پی جا۔
حضرت کا جملہ ختم ہونے بھی نہ پایا تھا کہ بت اپنی جگہ سے اُچھلا اور مینڈک کی
چھلانگ لگاتا ہوا نہر کے کنارے پہنچا اور سارا پانی پی گیا۔ یہاں تک کہ تمام
مچھلیاں پریشان ہوگئیں اور نہر سوکھ کر چٹیل میدان ہوگئی۔ یہ دیکھ کر والی
شرمندہ ہوگیا۔ اس نے اور اُس کے ساتھیوں نے سر جھکا لیا۔ پھر انہوں نے
اُٹھ کر حضرت کے قدموں کا بوسہ لیا۔ تھوڑی دیر بعد لوگ حضرت کے پاس آئے اور
پانی کے نہ ملنے کی شکایت کی۔ اور یہ درخواست کی کہ بُت کو دوبارہ حکم فرمائیں
تاکہ پیا ہوا پانی اُگل دے۔ حضرت نے اُن پر رحم کیا اور بُت کو پانی اُگل دینے کا
حکم دیا اور اس طرح اس نے سارا پانی اُگل دیا۔ لیکن قوم کفر میں ڈوبی ہوئی تھی
اتنی کرامتوں کے دیکھنے کے باوجود انہوں نے اس کو سحر خیال کیا اور ایمان نہیں
لائے۔ اور آخر غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔

جا باجوگی سے مقابلہ

حضرت کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔
والی نے اپنے درباری ساحر جا باجوگی کو اُن
کے مقابلہ کے لئے تیار کیا۔ یہ شخص اپنی جادوگری اور قابلیت میں بہت مشہور تھا
جب وہ حضرت کے پاس آیا تو اس نے کہا مجھے ہوا میں اُڑنے کا گر معلوم ہے
کیا تم بھی اُڑ سکتے ہو۔ حضرت نے کہا اچھا تم اُڑ کر تو دکھاؤ۔ اُس نے ہوا میں

اُڑنا شروع کیا۔ ابھی چند بام اُوپر بھی نہیں گیا تھا کہ آپ نے اپنا کھڑاواں پھینکا جو سیدھا اس کی پیشانی پر جالگا اور جادوگر کو تڑ تڑ مارنا شروع کیا۔ والی اور اس کے اُمراء اور وزراء یہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ جادوگر مار کی شدت سے نیچے آرہا۔ اور جب ایک نیزے کے برابر ہوا تو اس نے حضرت کو پکارنا شروع کیا۔ حضرت نے کہا اے ملعون زمین پر اُتر جا۔ جب ذرا ٹھنڈا ہوا تو پھر اس کی فرعونیت عود کر آئی۔ اس نے کہا اے حضرت میں اس تالاب کے اندر چاول اور برتن کے بغیر کھانا تیار کرنے کا گر جانتا ہوں۔ کیا تم ایسا کر سکتے۔ حضرت نے کہا اچھا ذرا کر کے تو دکھاؤ۔ جادوگر تالاب میں اُتر پڑا اور اندر جا کر کھانا تیار کرنے کی کوشش کی۔ حضرت نے اپنے ایک جن کو حکم دیا کہ اس جادوگر کو پانی کی تہ سے اُوپر آنے نہ دے۔ جادوگر دم گھٹ کر مر گیا۔ جب بہت دیر کے بعد بھی وہ اُوپر نہیں آسکا۔ تو حضرت نے والی سے پوچھا بتاؤ تمہارا جادوگر کہاں ہے؟ والی کوئی جواب نہ دے سکا۔ حضرت نے کہا وہ پانی میں ہلاک ہو چکا ہے۔ جب والی نے یہ بات سنی تو بہت خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے کہا اے شیخ ہمارا جادوگر تو ہلاک ہو چکا ہے۔ اس کا جادو اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکا۔ اب تو آپ ہی ہمارے گرو اور رہبر ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ہماری پناہ گاہ نہیں ہے۔ حضرت کو یہ سن کر مسرت ہوئی۔ کیونکہ اب انھیں اس والی سے اسلام کی امید ہو چکی تھی۔

زہر کا اثر نہ ہونا

کڈک کی سرزمین میں حضرت عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ والی چاہتا تھا کہ کسی حیلے سے ان کا خاتمہ کردے اس نے اپنی بیوی کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا جس میں زہر قاتل ملا دیا گیا تھا۔ اور یہ زہر اتنا مہلک تھا کہ چار لقموں سے پہلے ہی کھانے والا ختم ہو جاتا تھا۔ والی نے حضرت کو دعوت دی۔ انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ وہ اور تمام فقراء وقت مقررہ پر چلے آئے۔ والی نے پہلے حضرت کے لئے کھانا پیش کیا۔ انہوں نے بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا۔ آپ نے فقیروں کو کھانے کی اجازت نہیں دی۔

بلکہ اُن کو کھانے سے منع کر دیا۔ جب آپ نے پہلا لقمہ لیا اور والی کے ٹخنوں تک زہر سرایت کر گیا اور جب دوسرا لقمہ لیا تو والی کے گھٹنوں تک زہر چڑھ گیا۔ تیسرے لقمہ پر کمر سے اُوپر زہر ہو گیا اور جب چوتھا لقمہ لیا تو گردن تک زہر کا اثر ہو گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا، اور مر گیا۔ زہر کا کوئی اثر حضرت پر نہیں ہو سکا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کا شوہر مر چکا تو وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑی اور رونا پلانا شروع کیا۔ اور کہا اے ہمارے دستگیر ہم لوگوں نے بڑی حماقت کی جو کھانے میں زہر ملایا۔ ہم آپ کے مرتبے سے بالکل ناواقف تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کی زبان سے کیا نکلا تھا۔ اب میں بیوہ ہو چکی ہوں اور میرے بچے یتیم ہو چکے ہیں اور میرا شہر میرے لئے ویران ہو چکا ہے۔ اور میری رعایا بیکار ہو چکی ہے۔ میں آپ سے ان بداعمالیوں کی معذرت خواہ ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے شوہر کو زندہ کر دیں۔ میں تمہارے ساتھ چلی چلوں گی۔ اور آپ کے بعد مجھے یہاں کوئی عیش و آرام حاصل نہ ہوگا۔ جب حضرت نے اس کا رونا پلانا دیکھا تو اُس پر مہربانی کی اور خُدا کی اجازت سے اُس کے شوہر کو زندہ کر دیا۔ والی حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ حضرت نے کہا ان فقیروں میں سے کسی کو بھی مت چھیڑ۔ چاہے وہ کند ذہن یا عقلمند، تیری وہ اہانت کریں یا عزت کریں تو ان کے قریب تک مت جا۔ والی نے کہا آپ کی بات بسر و چشم قبول ہے۔ حضرت نے اُس کی بیوی کو حکم دیا کہ ہمیشہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے۔ چند دن کے بعد حضرت کڈک سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے تمام فقیر بھی ان کے ساتھ تھے۔

ایک بڑھئی کو اچھا کرنا

حضرت قادر ولی رحمہ اللہ جب کڈک سے روانہ ہوئے تو وہاں سے چند میل پر ایک پرانے مسافر خانے پر اتر پڑے۔ ایک بڑھئی ان کی شہرت سُن کر دوڑا ہوا

ان کے پاس آیا اور کہا۔ اے ہمارے دستگیر مجھے ایک زمانے سے بدہضمی
اور پیٹ کے درد کی شکایت ہے۔ سارے اطبا اس کے علاج سے عاجز ہو
چکے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔ حضرت
نے جب اس کی یہ بات سنی تو اس پر ترس کھایا اور اپنے ہاتھ سے اس کو کوئی
چیز دی اور کہا کہ اس کو کھالو۔ اس نے فوراً کھالیا۔ یہ پرانی بیماری ہمیشہ کیلئے
دور ہوگئی اور اس کی طبیعت پہلے سے زیادہ اچھی ہوگئی۔ جب بڑھئی اپنے
گھر واپس گیا تو حضرت کو کچھ اپنی بنائی ہوی چیزوں سے ہدیہ دینے کا پکا
ارادہ کرلیا۔ اس نے صندل کی لکڑی سے کھڑاواں تیار کیا۔ مگر اس کے
تیار ہونے سے پہلے ہی وہ سفر کے لئے تیار ہوگئے۔ کھڑاوں میں فیتہ اور
انگوٹھے کی جگہ فیتہ نہیں لگوایا تھا۔ بڑھئی اس کو یونہی حضرت کی خدمت میں لایا اور
ان کے سامنے رکھا۔ آپ اس کو پہن کر تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے لگے۔ آپ کے
سفر اور حضر میں یہی کھڑاواں ساتھ رہا کرتا تھا۔ جب کبھی چاہا اس کو پہنا اور
پھر الگ کردیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ یہی کھڑاواں ابھی تک سونے
کے طبق پر رکھے ہوئے ہیں۔ اس طبق کے چار پائے ہیں۔ ان پر نقش کیا ہوا ہے
آپ کے روضہ کے پانچویں دروانے کے قریب رکھے ہوئے ہیں جو بھی
پورے اعتقاد کے ساتھ ان کو اپنے سر پر رکھتا ہے۔ اس کی بیماری دور
ہوجاتی ہے۔ اگر وہ ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔
تمام راویوں نے بالاتفاق ان کھڑاوں کے متعلق اسی قسم کی روایت کی ہے
جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ خدا ہمیں بھی اس کے ذریعہ مرادوں کا پورا کرنے والا
اور حاجتوں کا بر لانے والا بنائے۔ صفحہ نمبر ۲۰ کے فوٹو میں اس کی تصویر ہے۔

حبک میں ورود

حضرت قادر ولی رحمہ اللہ اپنے فقیروں کے
ساتھ کڈک کے مسافر خانے سے آگے روانہ ہوئے
اور ایک دن چلنے کے بعد حبک پہنچے۔ یہاں بہت سی عجیب چیزیں ان سے سرزد ہو
ئیں۔

جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ یہاں ایک امیر رہتا تھا جس کا کاہن اور جادوگر حضرت کے مقابلے میں مار کھا چکا تھا۔ امیر کے درباریوں میں سے ایک شیطان نے امیر کو حضرت کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اُس نے کہا اے امیر کیا ایک فقیر سے تمہیں ڈر لگا ہوا ہے۔ کیا تم بادشاہ ہوکر ایک اندھے سے ڈر کر بھاگ رہے ہو۔ تمہاری بزدلی سے تیج ذات کے لوگ تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اور کمینے اور عاجز لوگ ہم سے زور آوری کر رہے ہیں۔ تم نے اپنی جہالت سے اپنے آباؤ اجداد کا نام مٹا دیا اور اپنی حماقت سے ان کے آثار پر پانی پھیر دیا حالانکہ بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین تمہارے آباء و اجداد سے خوف کھاتے تھے۔ اور بڑے بڑے شیر اور چیتے اور شاہین اُن سے ڈرتے تھے۔ بڑے بڑے دلاوروں کے سر اُن کے سامنے سرنگوں تھے۔ تمام لوگ اُن کے سامنے عاجز تھے وہ بڑی بڑی فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ اور بڑے بڑے امیروں کو قید کر لیتے تھے۔ حوریں اُن کی لونڈیاں ہوتیں تھیں وہ فخر سے چلتے تھے تو دوسروں کو اُن کے سامنے قدم اُٹھانے کی جرائت نہیں ہوتی تھی۔ آسمان اُن کی شان و شوکت کو دیکھ کر تھرا اُٹھتا تھا اور ساری فضا اُن کے تیروں کی چنگاریوں سے بھر جاتی تھی۔ ساری فضا ان کی تلواروں کی آواز اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد و غبار سے بھر جاتی تھی۔ وہ دشمنوں کی صفوں کو خون میں ڈبو دیتے تھے۔ اور میدانوں کو تیزی کے ساتھ پار کر دیتے تھے پھر اُن کی تعریف میں بہت سے اشعار پڑھے۔ امیر نے جب اُس کی یہ باتیں سُنیں تو اُس کے دل میں بھی حضرت کے خلاف جذبہ اُبھر آیا۔ اس نے اپنے ایک امیر کو حکم دیا کہ ذرا جا کر حضرت کے مقام کا پتہ لگائے۔ اس نے پتہ لگایا اور امیر کو اطلاع دی وہ یہ سُن کر بہت خوش ہوگیا اور اپنے لوگوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ فقیر ہماری سرزمین سے دور نہیں ہے۔ وہ ایک ہرن کی طرح ہے جو رسیوں میں پھنس گیا ہے۔ وہ ہماری اس عظیم الشان فوج کے چنگل سے کس طرح بچ کر نکل سکتا ہے

اس لئے تم لوگ صبح ہونے سے پہلے زرہ بکتر تلوار اور نیزوں سے مسلح ہو جاؤ اور کشتیوں پر سوار ہو کر ان فقیروں کے اطراف گھیرا ڈال دو اور انہیں اپنی تلواروں سے ختم کر دو۔ پھر ان کی لاشوں کو چیلوں کے حوالے کر دو اور اس فقیر کے ہاتھ پیر باندھ کر میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ اس کو مارنے سے پہلے خوب رسوا کریں۔
لشکریوں نے اس کی بات مان کر اپنے آپ کو خوب مسلح کیا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھے۔ فوجیوں کی کثرت سے زمین تنگ ہو چکی تھی۔ ان کے ریلے پانی کی زبردست موجوں کی طرح آگے تھپیڑے مارتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ٹاپوں اور تلوار کی جھنکار سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ فوجوں کی پرشور آوازوں سے پتھر کی چٹانیں ہل رہی تھیں۔ جب فقیروں نے فوجوں کی کثرت اور ان کا کر و فر دیکھا تو حضرت سے گذارش کی کہ دشمن کی فوج قریب آ چکی ہے۔ اب ہمیں اجازت دیجئے کہ ان سے پورا مقابلہ کریں۔ ہمیں یا تو فتح ہوگی یا ہم خدا کے راستہ میں مارے جائیں گے۔ موت سے بھی ہمیں فائدہ ہی ہوگا۔ کیونکہ ہمیں جنت ملے گی۔ ہم لوگ اس سے پہلے ڈاکو تھے بڑی بڑی فوجوں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور انہیں تہ تیغ کر دیتے تھے۔ اب تو اسلام لانے کے بعد ہماری قوت بہت بڑھ چکی ہے۔ ہم آپ کی مدد سے ان پر حملہ کریں گے۔ اس کے بعد زندگی کی ہمیں کوئی آس نہیں ہے۔ آپ کے طفیل سے ہم ان کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ ہماری تلواریں ان کو ختم کر دینگی اونچے ذلیل ہو جائینگے۔ اور ان پر عزرائیل برس پڑیں گے۔ ان کی اولاد یتیم ہو جائے گی اور وہ چلاتے رہیں گے۔ حضرت نے اپنے فقیروں کا یہ جوش و خروش دیکھا تو کہا تمہیں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ یہ فوج صرف مکھیوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے قریب تک مت جاؤ۔ مجبوراً یہ فقیر اپنی جگہ بیٹھ رہے۔ حالانکہ شجاعت ان کے اندر جوش کھا رہی تھی جب دشمنوں نے ان پر حملہ کرنا چاہا تو حضرت نے پوچھا۔ تم لوگ کون ہو؟ اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟ فوجیوں نے جواب دیا ہم فلاں امیر کے

لشکری ہیں۔ کاہن اور جادوگر کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ ہم تمہیں ختم کر دیں گے۔
اور تمہارا خون بہا کر تمہاری لاشوں کو پاٹ دیںگے۔ پھر تو تمہارے چہرے
بھی دکھائی نہیں دیںگے۔ حضرت نے کہا بہت اچھا تم جو چاہو کرو۔ ہم میں
سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑو ہماری بوٹی بوٹی نوچ دو اور ہمارے جسموں
کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ جب ان فوجیوں نے حملہ کرنا چاہا تو حضرت نے اُن پر
بددعا کی۔ اس پر خُدا کا غصہ ان پر نازل ہوا۔ ان کی عقلیں زائل ہوگئیں۔ وہ
ایک دوسرے کی بات چیت کو نہیں سمجھنے لگے۔ وہ اپنے بڑوں اور چھوٹوں
کے درمیان تمیز نہیں کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے پر تلوار چلانے لگے اور
ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اُن کی بڑی تعداد ماری گئی۔
جب حضرت نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو اُن پر ترس کھایا اور دُعا کی یا اللہ
ان بچے ہوئے لوگوں کو تو چھوڑ دے۔ ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ
گیا اور اُن کی سمجھ واپس لوٹ آئی۔ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو
انہیں بہت افسوس ہوا۔ اُنہوں نے اپنے قائد ہی سے خون کا مطالبہ شروع
کر دیا اور امیر کو گالیاں دینی شروع کیں اور اُس کو احمق اور گدھا بنایا اور
خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی جب یہ سب کچھ ہو چکا تو حضرت کے پاس
آئے اور اُن سے اپنی غلطیوں کی معافی چاہی اور درخواست کی کہ زخمیوں
کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نے اُن کے لئے دُعا کی جس کی وجہ سے وہ
سب اچھے ہو گئے۔ ان لوگوں نے حضرت سے کہا ہم نے اپنی حماقت سے
آپ کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے امیر کی حماقت سے آپ کے ساتھ لڑائی کی
اب ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کو لوٹیں اور اپنے اہل و عیال
کی دیکھ بھال کریں اور ان کے لئے کچھ کمانے کی فکر کریں۔ حضرت نے
انہیں اجازت دیدی اور کہا کہ آئندہ ان فقیروں کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ سب لوگ
امیر کے پاس پہنچے اور اُس کو خوب بُرا بھلا کہا۔ امیر نے بڑی شرمندگی محسوس

کی وہ یہ تمنا کرنے لگا کاش زمین پھٹ جائے اور وہ زندہ درگور ہو جائے

جدہ کو روانگی

جب حضرت کدّک کے کافروں کے جہاد سے فارغ ہوئے تو اپنے فقراء کو لے کر ساحل سمندر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ جہاز پر سوار ہو کر مکہ تشریف لیجائیں۔ وہ جہاز کا انتظار کر رہے تھے کہ مکہ کو جانیوالا جہاز نمودار ہوا۔ جہاز والوں کے دلوں میں اللہ نے یہ ڈال دیا تھا کہ جہاز کو کنارے روک کر حضرت اور اُن کے ساتھ فقیروں کو بھی سوار کر لیں۔ ان کے چہرے ہی سے وقار ظاہر ہو رہا تھا۔ جب جہاز والوں نے اُن کو دیکھا تو پوچھا آپ اس جگہ تنہا کیوں کھڑے ہیں؟ جہاں آپ لوگوں کے سِوا کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت نے کہا۔ ہم سب مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں یہ سُن کر جہاز چلا تو حضرت نے اپنے بعض فقیروں کو حکم دیا کہ کشتی کے پردے اُتار دیں اور اس کا مستول نکالدیں اور اُس کی بعض چھتوں کو پھاڑ دیں۔ فقیروں نے اُن کے حکم پر عمل کیا تو جہاز کے مالک نے آکر کہا تمہیں یہ کیونکر جائز ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس قسم کے بُرے کام کریں۔ حضرت نے اس سے کہا ذرا صبر کرو۔ دیکھو آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اسی میں ہم سب کی نجات ہوگی۔ تھوڑا زمانہ نہیں گزرا تھا کہ ایک بہت بڑا جہاز نمودار ہوا جو ایک دوسرے بادشاہ کا تھا۔ وہ دوسرے تمام جہازوں پر قبضہ کر لیا کرتا تھا۔ جب اس جہاز والوں نے اس چھوٹے سے جہاز کو بُری حالت میں دیکھا تو اُس کو چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گئے یہ دیکھ کر جہاز والا بے حد خوش ہوا اور حضرت کے پیر چومے۔ اس کے بعد مستول کھڑا کیا گیا اور پردے لگائے گئے اور پھر جہاز کو آگے بڑھایا گیا یہاں تک کہ وہ صحیح وسلامت جدہ پہنچا۔ حضرت اپنے فقیروں کیساتھ وہاں اُتر پڑے اُترنے سے پہلے ہی وہ حج کا احرام باندھ چکے تھے۔ حضرت آگے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف انتیس ۲۹ سال کی تھی۔

اے بھائی یہ جان لو کہ حضرت کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے

صرف تھوڑی باتیں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے وہ علم لدنی عطا کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو حضرت خضر علیہ السّلام کا مقام حاصل تھا۔ جس طرح حضرت خضر نے کشتی میں چھید کر دیا تھا۔ دیکھنے میں تو وہ ہلاک ہو رہی تھی مگر اس کا مقصد اس کی حفاظت کرنا تھا۔ اسی طرح حضرت نے ظاہرا ہلاک کرنا بتایا مگر اصل میں اس کی نجات تھی۔ اس کو غاصب کی لوٹ سے بچانا تھا۔

تیسرا باب

سرزمینِ عرب میں ورود اور سیاحت

اس باب میں کل اڑتالیس واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت حوا کی قبر کی زیارت

حضرت جیسے ہی جدہ کی بندرگاہ پر اُترے سب سے پہلے خُدا کا شکر ادا کیا اس کے بعد ہماری ماں حوا علیہا الصلوٰۃ و السّلام کی قبر پر حاضر ہوئے اور قرآنِ مجید کا ثواب ہدیہ کیا اور چند دن تک ان کی قبر پر مراقبہ کیا۔ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد سجادے پر بیٹھ کر ورد کرتے یہاں تک کہ سورج ایک یام بلند ہو جاتا۔ پھر چاشت کی نماز ادا کرتے دو چار روز کے اندر اُن کی بزرگی اور بڑائی کی شہرت پھیل گئی۔ شہر کے صلحاء و علماء و فقہاء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دقایق علوم میں استفادہ کرنا شروع کیا۔ جب انہوں نے حضرت کو ہر علم و فن میں کامل پایا تو اُن کی حد سے زیادہ عزت کرنے لگے۔ انہیں فرزند آنحضرت سے خطاب کرتے تھے، اور غوث العالمین ناصر الاسلام سنت و المسلمین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اُن لوگوں نے حضرت سے دُعا کی درخواست کی اور کہا کہ ہمارے حسن خاتمہ کے لئے دُعا فرمائیں۔ حضرت نے ان سب کے لئے دُعا کی تاکہ اُنھیں قیامت کے دن انبیاء، و صدیقین و شہداء کیساتھ اُٹھائے اس پر ان

لوگوں نے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

شیخ علی کی لڑکی کو اچھا کرنا

جدہ میں ایک مشہور زبردست مالدار تاجر تھا جس کا نام شیخ علی تھا۔ اس کی لڑکی کو جنون ہو گیا تھا۔ اس پر درحقیقت ایک جن سوار تھا۔ شیخ علی نے حضرت کے سامنے لڑکی کی ساری کیفیت بیان کی اور عاجزانہ درخواست کی کہ اس کی تندرستی کے لئے دعا فرمائیں حضرت نے جیسے ہی دعا فرمائی اس لڑکی کا سارا جنون جاتا رہا۔ اور وہ بالکل تندرست ہو گئی۔ لڑکی کے ماں باپ اور رشتہ داروں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ان سب نے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

سوکھے درختوں کا ہرا بھرا ہو جانا

حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ جدے سے مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دوپہر کی کڑی دھوپ شروع ہو گئی تو سستانے کے لئے کھجور کے باغ میں داخل ہوئے اور کچھ دیر وہاں آرام کیا۔ آپ کی برکت سے سارے سوکھے درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ اور پھل آ گئے۔ باغ کا مالک ایک بدو عرب تھا۔ وہ یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔ اس کے دل میں حضرت سے بڑی عقیدت اور محبت ہو گئی۔ اس نے حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور ان سے اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے لئے دعا کی درخواست کی حضرت نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور آگے روانہ ہوئے۔

زیارت کعبہ

حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے آگے روانہ ہوئے۔ راستہ میں لبیک لبیک اللّٰھم لبیک لاالہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے جا رہے تھے۔ جب مکے میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے غسل کیا اور پاک وصاف ہو کر با وضو اللہ کے گھر میں داخل ہوئے جس کو زمین پر خدا کی عبادت کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ یہ گھر گناہوں اور گندگیوں سے صاف ہونے کی جگہ تھی۔ حضرت نے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ طواف

طواف قدوم تھا۔ ہر جگہ اپنے لئے اور اپنے والدہ اور اساتذہ خاص کر شیخ محمد غوث گوالیاری کیلئے دعا کی۔ اور حجر اسود کا بوسہ لیا اور جب مقدس مقامات پر پہنچے تو ہر جگہ اپنے اور اپنے والدین اور اساتذہ کیلئے دعا کی۔ مقام ابراہیم اور مقام اسمٰعیل پر کھڑے ہوکر دو دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد زمزم کے کنویں پر پہنچے اور اس کا مقدس پانی پیا۔ پھر تمام انبیاء و اولیاء و صحابہ کرام کی قبروں کی زیارت کی۔ اور شعب ابی طالب میں اس گھر میں داخل ہوئے جہاں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ حضوؐر کی بیویوں کے ان مکانات کی بھی زیارت کی جو خانہ کعبہ کے اطراف بنائے گئے تھے۔ وہ جگہ بھی دیکھی جہاں آپ کے پردادا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قیام فرمایا تھا۔ اس جگہ آپ نے کئی دن تک قیام فرمایا۔ جب مکے کے علماء و فضلاء، فقہا و محدثین اغنیا و فقراء اور امرا و سلاطین کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو سب دوڑے آپ کے پاس چلے آئے۔ حضرت سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ بنو شیبہ بھی ان سے ملنے کے لئے آئے۔ حضرت نے ان سے درخواست کی کہ ذرا کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا جائے تاکہ وہ اندر داخل ہوں چنانچہ ان کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ وہ تھوڑی دیر اندر جا کر مقیم رہے اور جب باہر نکلے تو آپ کی پیشانی پر ایک غیر معمولی نور چمک رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت لوگوں سے جدا ہو کر تنہا ہوتے تھے تو نقبا اور ابدال ان کے پاس آتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان کی درخواست پر حضرت مشاعر حرام میں ان کی امامت کرتے تھے۔ جب آدھی رات گزر جاتی تو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ان سے مجسم ہو کر ملاقات کرتے تھے۔ اور حضرت ان کے نام پر قرآن مجید پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچاتے تھے۔ حضرت نے انبیاء کی قبروں کی بھی زیارت کی۔ آپ نے جنۃ المعلیٰ میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی قبر کی زیارت کی۔ صحابہ کی قبروں پر بھی حاضر ہوئے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مزار پر بھی حاضری دی۔ حضرت ان سے اسی طرح

بات کرتے تھے جس طرح کہ ایک زندہ آدمی سے بات کرتا ہے۔ پھر جنۃ المعلےٰ پہنچ کر حاجی شریف الزندانی کی قبر کی بھی زیارت کی پھر عام مومنین و مسلمین کی قبروں پر بھی حاضر ہوئے اور قرآن مجید کی کچھ سورتیں پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچایا۔ چند دن تک حضرت کا یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ حج کا زمانہ آیا۔ جب ذی الحجہ کا چاند دکھائی دیا تو حضرت نے تمام فقیروں اور سادات علماء و امراء کی دعوت کی اور جو کچھ صدقہ دینا تھا صدقہ دیا۔ پھر شعب ابی طالب میں داخل ہوئے اور ایک یا دو دن وہاں مراقبہ کیا۔ پھر اپنے فقیروں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن آیا تو روزہ رکھ کر عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں سے منیٰ میں آکر قیام کیا اور سارے مناسک حج ادا کئے۔ عید کی نماز کے بعد قربانی دی اور تمام فقراء میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی دی۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔ اور عقبات پہنچ کر سات کنکریاں پھینکیں اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے اپنا سر منڈوایا۔ جب مناسک حج سے فارغ ہوئے تو حج مبرور اور زیارت قبور انبیاء و صالحین پر خدا کی حمد بیان کی اور یہ دعا کی کہ حشر میں ہم سب کو ان سے لاکر ملائے آمین ثم آمین۔

زیارت مدینہ

جب حج اسلام سے فارغ ہوئے تو ان کے دل میں مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے آنحضرت کا یہ فرمان تھا۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جو میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

آپ نے اپنے فقیروں کو ساتھ لے کر مکے سے روانہ ہوئے۔ آپ پیدل ایک

ایک منزل کی مسافت طے کرتے جاتے تھے۔ جیسے جیسے مدینہ کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی۔ آپ کے دل میں آنحضرت کے عشق و محبت کی آگ تیز ہوتی جاتی تھی۔ کبھی تو آپ آنحضرت کی مدح میں اشعار پڑھتے تھے اور کبھی آپ کے نام پر درود پڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ مدینہ کی منزل قریب آگئی اس زمانہ میں مدینہ کا حاکم شریف سیّد احمد تھا۔ اس نے خواب میں آنحضرت صلعم کو یہ کہتے دیکھا اے امیر دیکھتا کیا ہے۔ میری اولاد میں سے عبدالقادر کا ایک لڑکا میری طرف آرہا ہے۔ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ جا اور اس کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ لے آ۔ جب وہ بیدار ہوا تو فوراً مدینہ کے باہر تک کی طرف روانہ ہوا۔ ہر ایک سے نام اور پتہ پوچھتا جاتا تھا۔ جب آخر میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور بڑے احترام کے ساتھ آپ کو اپنے گھر لے گیا۔ حضرت نے سب سے پہلے غسل کیا اور نفیس ترین کپڑے پہن کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر حضور کے روضۂ اقدس پر کھڑے ہو کر سلام بھیجا اور دعا کی اور بہت دیر تک مناجات کی۔ فقیروں کا بیان ہے کہ حضرت کو اتنی خوشی کبھی میسر نہیں ہوئی تھی جتنی کہ روضۂ اقدس پر حاضر ہونے کے بعد ہوئی۔ آپ کی زبان پر آنحضور کی مدح اور نعت تھی اور آپ کی زبانِ مبارک سے بہت سے اشعار نکل رہے تھے۔

پھر آپ نے قرآن مجید پڑھ کر آنحضرت صلعم کی رُوح مقدس اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی روح کو ثواب پہنچایا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کی زیارت کی پھر جنت البقیع میں پہنچ کر حضرت عثمان، حضرت عباس، حضرت حسن، حضرت زین العابدین، حضرت محمد الباقر حضرت جعفر الصادق اور دیگر انصار و مہاجرین و ائمہ متقدمین و متاخرین اور تمام اولیاء کاشفین و مومنین و مومنات کی قبروں کی زیارت کی۔ پھر آپ احد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے اور سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے مزار کی زیارت کی۔ راوی

کہتا ہے کہ اکابر صلحا، کی کوئی قبر ایسی نہیں تھی جس پر آپ تشریف نہ لے گئے ہوں اور وہاں قرآن مجید پڑھ کر ان کی روح کو ثواب نہ پہنچایا ہو۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کے ذریعے برکت حاصل ہو اور قیامت کے دن ان کے ساتھ ان کا حشر ہو کیونکہ ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

مکے میں مسجد تعمیر کرنا

جب آپ۔ نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ اور دیگر عام اور خاص بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے فارغ ہوئے تو مسجد حرام کی زیارت کی غرض سے مکے کیلئے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ایک خاص جگہ اُتر پڑے۔ مکے والے اور اطراف واکناف کے رہنے والے آپ کے پاس آتے تھے اور ان سے حدیث سنتے تھے۔ اور آپ کے مواعظ حسنہ سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں ان کو بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ ان سے صحبت کرنے والوں میں مکے کا ایک بڑا تاجر تھا۔ اس نے ان سے ایک دن یہ کہا کہ میں آپ کی اپنے مال سے خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید کہ آپ اس کو قبول فرمائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا ہمیں تمہارے مالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تمہاری نیت پر تمہیں جزائے خیر دے۔ کیونکہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ایک ایسے عمل میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ جس کا ثواب منیٰ میں پہنچ کر بھی تمہیں اور ہمیں دونوں کو پہنچے گا۔ تاجر نے کہا آپ کا حکم سر اور آنکھوں پر۔ بتائیے وہ کام کونسا ہے۔ تاکہ میں بھی اس میں حصہ لے سکوں۔ حضرت نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس مبارک جگہ میں ایک مسجد تعمیر کروں تاکہ لوگ اس میں عبادت اور اعتکاف کر سکیں۔ خدائے تعالےٰ ہمیں بھی اتنا ثواب دے گا جتنا ان عبادت کرنیوالوں کو ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم کوئی عبادت نہ کریں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کے لئے مسجد بنائے گا خدا بھی اس کے لئے

جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو مکے میں ایک درہم خرچ کرے گا وہ اس شخص کے برابر ہوگا جو سات سو درہم خرچ کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ عربی تاجر نے عمارت کی ساری چیزیں یعنی اینٹ گارہ وغیرہ تیار کیا اور معماروں کو جمع کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اسی صبح سے کام شروع کر دیں جب کام شروع ہوا تھا تو حضرت نے ایک فقیر کے ذریعہ تاجر کے پاس کہلا بھیجا کہ اس دن کی مزدوری حضرت اپنے پاس سے ادا کریں گے۔ اس لئے تمام معماروں کو حکم دیا جائے کہ حضرت کے پاس پہنچ کر اپنی مزدوری حاصل کر لیں۔ شام کے وقت تمام مزدور آئے۔ حضرت نے تاجر کو حکم دیا کہ ان کے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر پیسے نکالے اور ہر ایک کی مزدوری ادا کرے۔ اس نے ایسا کیا۔ ہر ایک کی مزدوری ادا کر دی گئی۔ معمار اپنی مزدوری لے کر اپنے گھر لوٹ گئے۔ دوسرے دن بھی اسی طریقے پر عمل کیا گیا۔ یہاں تک کہ چند دن کے اندر ایک شاندار مسجد تیار ہو گئی۔ حضرت نے اپنے فقیروں کے ساتھ اس مسجد میں نماز ادا کی اور ان کی برکت سے آج تک یہ مسجد آباد ہے۔

تاجر کا اپنا سارا مال صدقہ دیدینا

حضرت مکے سے روانہ ہونے کا عزم کر چکے تھے۔ تاجر غمگین اور دردمند ہو کر ان کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مال پیش کیا اور ان سے درخواست کی کہ اس کو قبول فرمائیں مگر انہوں نے قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا اگر ساری دنیا بھی میرے سامنے پیش کی جائے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھوں۔ مجھے ایسے مال کی طرف دیکھنے کی بجائے ایک فقیر کا چہرہ دیکھنا زیادہ پسند ہے۔ راوی کہتا ہے کہ تاجر حضرت کی جدائی اور ان کے ہدیہ قبول نہ کرنے پر زیادہ غمگین تھا کہ اتنے میں کشتی کے ناخدا کی طرف سے رقعہ پہنچا کہ جو کشتی سات سال سے سمندر کی سطح پر طوفان کی وجہ سے چکر کاٹتی رہی اب خدا کے فضل و کرم سے کنارے آ گئی ہے۔ اور اس کا سارا سامانِ تجارت

صحیح وسلامت پہنچ گیا ہے۔ تاجر نے خیال کیا کہ یہ حضرت کی دعاؤں کی برکت ہے۔ وہ خوش ہو کر ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ یہ سب آپ کی برکت کا نتیجہ ہے۔ میں صدق دل سے اس مال کو اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ آپ جسے چاہیں اس کو یہ مال دے سکتے ہیں۔ اگر آپ اس کو قبول نہیں کریں گے تو یقیناً میں ہی گھاٹے میں رہوں گا۔ جب حضرت نے اس کی صداقت اور سچائی دیکھی اور اس کی گڑگڑاہٹ اور آہ و زاری سنی اور زیادہ متقی و پرہیزگار اور بہت کم حریص دیکھا تو اس کا مال قبول کر لیا۔ تاجر نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھا کہ فلاں کشتی کا سارا سامان حضرت کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ حضرت نے یہ رقعہ لیا اور اپنے مصلے کے نیچے رکھ دیا۔ اور اپنی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑا وقت بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک سائل تیزی سے چلتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور ان سے مانگا۔ حضرت نے اپنے مصلے کے نیچے سے ایک دینار نکال کر دیا۔ سائل لینے پر راضی نہیں ہوا۔ حضرت نے دو دینار دیئے نہیں لیا، اور کہا مجھے وہ رقعہ چاہیئے جو اس مصلے کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت مسکرا پڑے اور مصلے کے نیچے سے رقعہ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ سائل یہ لے کر جدھر سے آیا تھا ادھر چلا گیا۔ تاجر اور دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور حضرت سے دریافت کیا کہ یہ کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ شخص خدا کی اجازت سے میرے پاس آیا تھا اور اسی کے حکم سے یہ رقعہ لے گیا ہے۔ یہ سن کر تاجر بہت خوش ہوا اور آپ کے ہاتھ پیر کا بوسہ لیا۔ اور سلام کیا، اور پھر دعا کی درخواست کر کے حضرت کی اجازت سے اپنے گھر لوٹا۔

کربلا و بغداد کی زیارت

حضرت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے، اور روضہ نبوی اور دیگر مزارات کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد وہ کربلا پہنچے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی زیارت سے فارغ ہو کر بغداد آئے اور وہاں حضرت غوث الاعظم دستگیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کی زیارت

کی اور وہاں چند دن قیام کیا۔ یہاں ان سے جو کرامتیں سرزد ہوئی ہیں ان کو لکھنے والوں نے طویل حکایات کی وجہ سے چھوڑ دیا یا اُن کو ان کے صحیح ہونے کا یقین نہ تھا۔ میں نے بھی اُن کی پیروی میں ان حکایتوں کو نقل نہیں کیا۔ البتہ گیارہ اشعار کی وہ مناجات نقل کر رہا ہوں جو انہوں نے اپنے جد امجد کی زیارت گاہ پر پیش کی تھی وہ یہ ہے :-

یا سیدی سندی غوثی و برہانی　　　یا من بدا نا و یا من ارض جیلان

اے میرے سردار اے میری سند اے میرے غوث اور اے میرے برہان۔ اے وہ شخص جس کا جیلان کی سرزمین سے ظہور ہوا۔

یا من اذل لوجیلہ لرقاب من ال　　　اقطاب والاولیا حقا باذعان

اے وہ جس کے پیروں پر اقطاب و اولیاء نے متابعت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی گردنیں رکھ دیں۔

یا بازی الاشہب الصندید یا اسدا　　　بین الرجال وکانوا ہم کغزلان

اے چمکدار اور قوی باز اور شیر لوگوں کے درمیان۔ سارے لوگ تمہارے سامنے ہرنوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یا من الیہ اتی الافاد مسرعتہ　　　لتستفیض یہ من فیض رحمان

اے وہ شخص جس کی طرف جماعتیں چل کھڑی ہوئیں تاکہ خدا کے فیض سے مستفیض ہوں

اغث عبید لک اشاہ الحمید اتی　　　الیک مستعطفا فاعطفہ فی الآن

ذرا اپنے غلام شاہ الحمید کی مدد کیجیے وہ آپ کے رحم و کرم کا طلبگار بن کر آیا ہے۔ اب اس پر رحم کیجیے۔

لہ لدیک امور کنت تعرفہا　　　فاقض المراد لہ یا سبط عدنان

آپ کے پاس اس کے بہت سے کام ہیں جن کو آپ بہتر جانتے ہیں اے عدنان کے سپوت ان کی مراد کو پوری کر دیجیے۔

نطالما احتاج ان یسعی علی الیہ　　　الی زیارۃ عالی روضۃ القادر

وہ بسا اوقات آپ کے روضہ عالی کی زیارت کیلئے چل کر آنے کی خواہش کر رہا تھا

یارب فوز لمن خد یہ عفرنی قرب بمابات غوث الانس والجان

اے پروردگار اس شخص کو کامیاب کردے جو غوث الانس و جن کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے یہاں تک آیا ہے۔

یا جدی الغوث محی الدین لاطفنی وادع الالٰہ لینصرنی واخوانی

اے میرے دادا غوث محی الدین مجھ پر کرم کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے تاکہ وہ میری اور میرے بھائیوں کی مدد کرے۔

لما اتیت الی بغداد مرقدکم ان زرتکم فزت فوزا لیس بالفانی

جب میں آپ کی خوابگاہ کی طرف بغداد آیا تو میں نے آپ کی زیارت کی تو مجھے ایسی کامیابی حاصل ہوئی جو فانی نہیں ہے۔

اھدی الیکم سلاما فاح عاطرا مقرما باقاح ثم ریحان

میں آپ کی طرف سلام بھیجتا ہوں جو عطر اور ریحان کی خوشبو سے بھرا ہوا ہے۔

بغداد سے پھر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کی چند دن یہاں مقیم رہے۔ پھر یہاں سے مکہ کا سفر اختیار کیا۔

یوسف کی یاد اور ان کا مکہ پہنچنا

حضرت ایک دن کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ان کے دل میں اپنے روحانی لڑکے یوسف کی یاد تازہ ہو گئی۔ اس یاد کا خیال کئے بغیر وہ طواف کرنے لگے۔ اس وقت یوسف کی عمر نو سال کی تھی۔ وہ اپنے ہمجولیوں کے ساتھ مل کر لاہور میں کھیل رہے تھے۔ یوسف نے ایک غائبانہ آواز سنی اے یوسف اپنے حقیقی باپ سے جا مل۔ وہ تمہاری یاد میں بیتاب ہیں۔ اس وقت وہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور تمہارے آنے کے منتظر ہیں اور تمہاری قرأت سننے کے شائق ہیں۔ فوراً ان کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ سن کر یوسف اپنے باپ کے پاس چلے آئے اور پوچھا حقیقی باپ کون ہے؟ ان کے والد نور الدین نے کہا میں تمہارا حقیقی باپ ہوں۔ انہوں نے کہا آپ بیشک

میرے جسم اور میری شخصیت کے باپ ہیں۔ مگر میری روح اور میرے نفس کا باپ کون ہے؟ یوسف سے اس قسم کی باتیں سن کر نورالدین بہت متعجب ہوئے اور اپنی بیوی سے واقعہ بیان کیا۔ وہ دوڑی ہوئی اپنے لڑکے کے پاس چلی آئیں اور ان سے اسی قسم کی گفتگو ہوئی۔ یوسف نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ماں باپ دونوں نے اصل بات معلوم کرنے کی کوشش کی دونوں متعجب اور متحیر تھے اور نہایت گہری سوچ میں پڑ گئے، دونوں نے کہا اے بیٹا ہمارے سوا تمہارا باپ کون ہوسکتا ہے؟ یوسف نے کہا وہ شخص جو ہم سب میں بہتر اور اس زمانہ کا عمدہ آدمی ہے۔ وہ بیت الحرام کی زیارت کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچ چکا ہے اور میرا انتظار کر رہا ہے۔ ماں باپ نے کہا یہ سب باتیں تمہیں کس نے بتائیں؟ یوسف نے جواب دیا کہ یہ سب باتیں مجھ کو اللہ جل شانہٗ کی طرف معلوم ہو چکی ہیں۔ اس پر ان دونوں کو بڑا تعجب ہوا۔ لیکن انہیں یقین ہو گیا کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔ یوسف نے کہا وہ ہدیہ دیجئے جو تمہیں ان کی طرف سے ملا تھا۔ ماں باپ نے کہا اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں ہر چیز کی خبر ہے۔ جو تمہاری پیدائش سے پہلے پیش آئی تھی۔ ایسی حالت میں تمہیں پوچھنے کی کیا حاجت ہے؟ تم ہی جا کر اٹھا لا سکتے ہو۔ یوسف یہ سن کر فوراً اس صندوق کی طرف گئے۔ جس میں وہ ہدیہ رکھا ہوا تھا۔ صندوق کھولا اور اس سے مسواک نکالی۔ پھر اپنے ماں باپ سے مکہ جانے کی اجازت لی۔ ماں باپ نے کہا ذرا صبر کرو۔ تم ابھی بچے ہو۔ تمہیں راستے کی خبر نہیں ہے۔ تمہیں چوروں کی مصیبت کا اندازہ نہیں ہے۔ ہم تمہارے سفر کا سامان مہیا کریں گے۔ یوسف نے کہا خدا کی قسم میں ایک دن بھی صبر نہیں کر سکتا۔ جب تک میں وہاں پہنچ نہ لوں مجھے چین اور نیند نہیں آسکتی۔ سامان سفر کی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کا ساتھی خدا ہو اُسے پھر کسی دوسرے رفیق سفر کی حاجت نہیں ہے۔ دنیا کے سارے

کام اسی کی مرضی سے ہوتے ہیں اور زمین اللہ والوں کے لئے سمٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہے۔ ساری گلیاں کھینچ کر قریب ہو جاتی ہیں اور تمام آفتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ جنگل کے شیر تک چُپ ہو جاتے ہیں۔ جب ماں باپ نے یوسف کی یہ عجیب و غریب باتیں سنیں تو اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ خدا کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ انہوں نے اپنے لڑکے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بڑی محبت کے ساتھ اس کو رخصت کیا۔ سب لوگ اُن کو رخصت کرنے کے لئے آئے تھے۔ یوسف نے اپنے ماں اور باپ کے ہاتھوں اور قدموں کا بوسہ لیا اور سب کو سلام کر کے وہاں سے رخصت ہوئے۔ جیسے ہی میدان میں پہنچے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور تین ملنے جلسے قدم رکھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ صنعاء کے ساحل پر پہنچ گئے ہیں۔ اس وقت حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا لڑکا یوسف اس وقت صنعاء یمن پہنچ چکا ہے۔ حضرت نے اپنے خاص فقیر شاہ حسن کو حکم دیا۔ جاؤ اور یوسف کو ننگے پیر پیادہ مکے لے آؤ۔ کیونکہ ان کو زیادہ ثواب ملے گا۔ شاہ حسن فوراً صنعاء یمن پہنچے اور حضرت کی ہدایت کے مطابق ان کو ننگے پیر چلا کر مکے لے آئے۔ ان پر سفر کی تھکان بہت تھی۔ جب چلنے کی تکلیف محسوس ہوتی تو شاہ حسن یوسف کو اُٹھا لیتے اور تھوڑی دور لے جاتے۔ اس طرح انہوں نے وادیوں اور صحراؤں کو پار کیا۔ اور انہیں لے کر مکہ پہنچے۔ اس وقت حضرت انہی کا ذکر کر رہے تھے۔ جب یوسف مکہ پہنچے تو حضرت کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ انہوں نے یوسف کو اپنے مونڈھے پر بٹھایا اور سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا۔ ہر طواف پر اُن کے لئے خاص دُعا کرتے تھے۔ سات طوافوں کے بعد ان کو لے کر حرم مکہ پہنچے اور انہیں ساتھ بٹھا کر کہا تم میرے حقیقی فرزند ہو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ تم نیک لڑکے اور کامیاب بیٹے ہو۔ تم میرے زبردست خلیفہ اور جانشین ہوگے اور میرے بعد میرے وارث بنو گے۔ نسلاً بعد نسل یہ سلسلہ جاری رہیگا یوسف سے ہر روز قرآن مجید سُنتے تھے اور اس سے بہت لطف حاصل کرتے

تھے۔ ان سے حضرت کو بہت محبت ہوگئی تھی۔

تعلیم و تربیت

پھر حضرت نے یوسف کو نحو و صرف اور دیگر علوم کی تعلیم دی۔ دین کے اصول و فروع سکھائے اور ان کو ساتھ لے کر فقیروں کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آنحضرت کے روضۂ مبارک کی زیارت کرائی اور تمام اکابر اولیا کے مقبرے دکھائے اور تمام مشہور مقامات کی سیر کرائی۔ وہاں سے چند دن بعد مکہ مکرمہ آئے۔ یہاں چند دن قیام کیا اس کے بعد طور پہاڑ کی زیارت کی اور وہاں کے عجائبات دکھائے چند دن وہاں مناجات اور مشاہدے اور مراقبے میں مصروف رہے۔ اس کی وجہ سے نورِ الٰہی کا ان پر فیضان ہونے لگا۔ وہاں سے بیت المقدس تشریف لائے اور یہاں مسجد اور دوسرے مشہور مقامات کی زیارت کرائی اور وہاں کے عجائبات کی سیر کرائی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قصر میں داخل ہوئے، جو سفید سنگِ مرمر سے تیار کیا گیا تھا۔ قصر میں بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ تمام انبیاء و مرسلین کی قبروں کی زیارت کی۔ اور قرآن مجید پڑھ کر اُن کی روحوں کو ثواب بخشا۔ جب اُن سب باتوں سے فارغ ہوئے تو ذیل کی مناجات پڑھی۔

سبحان من اسریٰ النبی محمداً لیلاً الی الاقصیٰ وسینا مسجداً

پاک ہے وہ خدا جو محمد النبی کو رات کے وقت مسجد اقصیٰ و سینا کی طرف لے گیا۔

صلی ھنالک وخلفہ الملائکۃ والمرسلون ومن بدونا سجداً

وہاں نماز پڑھی اس حالت میں کہ سارے فرشتے اور مرسلین اور عبادت گزار اُن کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

وکذلک الارواح من اقطابنا والاولیاء متبرکین باحمدا

اور اسی طرح ہمارے اقطاب و اولیاء کی روحیں، احمد مجتبیٰ کی برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔

من ذا التم الله سر احوالهم ابدا لهم فينا هدا ة رشدا
انہی سے ان کے حال کو اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ طور پر مکمل کیا اور ہمارے اندر
ان کو ہادی اور رہنما بنا کر ظاہر کیا۔

منهم ولی الله عبد القادر شاہ الحمید کان شیخا مرشدا
انہی میں سے اللہ کے ولی عبد القادر شاہ الحمید ہیں جو بزرگ اور رہنما تھے۔

کانه قد کان ثم مناجیا مولی مقامی مثل موسی مذ غدا
گویا کہ وہ وہاں خدا کے ساتھ موسیٰ کی طرح مناجات کر رہا تھا۔

یا من تجلی ذرة من نوره نحو الکلیم فخر منها مضهدا
اے وہ شخص جو اس کے نور سے موسیٰ کلیم اللہ کی طرف ایک ذرے کی تجلی ہوئی ہے
اور اس کی وجہ سے وہ غش کھا کر گر پڑے۔

ارحمنی وانصرنی وآت لقاک لی کمل نعالی وتمم لی مقصدا
مجھ پر رحم کر اور میری مدد کر اور تیری ملاقات کا مجھے شرف بخش۔ میرے کاموں کو
مکمل کر دے اور میرا مقصد پورا کر دے۔

قدنی الی نور الهدایة مثل ما انست نور طوی بجودک مهتدا
مجھ کو ہدایت کے نور کی طرف اسی طرح کھینچ لے جا جس طرح تو نے اپنی بخشش سے طوی
کا نور دکھایا اور اس کی ہدایت کی۔

حضرت نے پھر اپنے لڑکے یوسف کو تمام انبیاء کی خبریں سنائیں اور پیغمبروں
کے قصے سنائے اور اس کے ساتھ ہی ان کے مشہور مقامات دکھائے اور وہاں
بہت زیادہ دعائیں کرنے لگے۔ پھر بیت المقدس سے روانہ ہوئے اور مدینہ
منورہ پہنچے اور وہاں چند دن قیام کیا پھر مسجد حرام میں داخل ہوئے اور یوسف
کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت یوسف کی عمر نو سال کی تھی جب حج کے مناسک
پورے ہو گئے تو یوسف کو بالغ العقل پایا۔ انہوں نے ان کو صوفیہ کے مسلکوں
اور طریقوں کی تعلیم دی۔ ان کو وضو کا حکم دیا اور دو رکعتوں کی نماز کے

بعد ذکر و اذکار کی تلقین کی اور اس کو خرقہ پہنایا اور یوسف کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور ان کو مقید اجازت کے ساتھ خلافت کی اجازت دی پھر چودہ طریقوں کی مطلق اجازت بخشی جو چار مشہور طریقوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یوسف کو مشاہدے اور مراقبے میں بٹھایا اور انہیں ساری کائنات کی سیر کرائی۔ پھر یوسف اور تمام فقراء کے ساتھ حضرت مخا کے شہر کی طرف روانہ ہوئے اور ایک ایسی جگہ تلاش کی جہاں خدا کی خاص طور پر عبادت کی جا سکے۔ یوسف کو ایک گوشۂ تنہائی میں بٹھایا اور انہیں حکم دیا کہ لاہور سے لائی ہوئی مسواک کو اپنے قریب گاڑ دیں اور حضرت خود بھی مشاہدے اور مراقبے میں مصروف ہو گئے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں میں عبادت کرتے تھے۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو حضرت چلہ کشی کی جگہ سے باہر نکل آئے اور یوسف کو جھانک کر دیکھا۔ ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور مسواک ہری بھری ہو چکی تھی۔ اور اس میں پتیاں آ چکی تھیں۔ حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور لڑکے کے متعلق جو کچھ خیال کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ حضرت نے یوسف کا نام لے کر پکارا اور کہا ادھر چلے آؤ۔ خدا تم پر اپنی نعمت کامل کرے اور تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ یوسف حضرت کے پاس آئے۔ انہوں نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور تمام فقراء کے سامنے ایک عمدہ خلعت عنایت کی۔ اور ان کو کامل خلیفہ بنایا۔ ان کو لے کر شیخ شاذلی اور شیخ صندلی کے قبروں کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے بیت الحرام آئے اور آخری وداعی طواف کیا۔ جب حضرت مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے لگے تو تمام علماء و صلحاء جمع ہو گئے سب ان کی جدائی پر آنسو بہا رہے تھے۔ سبھوں نے حضرت سے دعا کی درخواست کی اور وہ ان سب کو رخصت کر کے جدہ پہنچے وہاں بزرگوں کے مقبروں کی زیارت کی۔ پھر اہل ملیبار کی ایک کشتی میں سوار ہوئے جس سے وہ حدیدہ پہنچے اور وہاں حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام کی

قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب بخشا اور ان کی مناسبت سے لا الٰہ الا انتَ سُبحَانَکَ اِنّی کُنتُ مِنَ الظّٰلمِین کا وظیفہ بار بار پڑھا۔ پھر وہاں سے کشتی پر سوار ہوئے جس کے ذریعہ وہ عدن پہنچے وہاں عبداللہ بن العیدروس کی قبر کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے کشتی پر سوار ہوئے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت نے عربستان میں نو سال اقامت اختیار کی سات مرتبہ حج اور نو مرتبہ عمرہ ادا کیا۔ یوسف نے دو حج ادا کئے اور ایک عمرہ ادا کیا۔ جب حضرت مکے سے روانہ ہوئے تو ان کی عمر ستیتس ۳۷ سال کی تھی اور یوسف نو سال مکمل کر کے دسویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔

سمندر میں گری ہوئی تسبیح کا واپس ملنا

جب حضرت اپنے فقیروں اور لڑکے یوسف کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور یہ کشتی عدن سے چلی تو اندھیری رات کے وقت تسبیح ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر سمندر میں گر گئی۔ اس پر انھیں بے حد افسوس ہوا جب صبح ہوئی تو فرض نماز کے بعد حضرت نے تسبیح مانگی۔ یوسف نے غمگین ہو کر کہا وہ تو سمندر میں گر گئی۔ حضرت نے کہا تم غم نہ کرو وہ تمہیں واپس مل جائے گی۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اپنا کشکول سمندر میں چھوڑیں۔ تسبیح اس کے اندر واپس ہو گئی۔ کشکول کو ذرا بھی پانی نہیں لگا تھا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

دشمنوں کی شکست

وہ کشتی جس پر فقراء اور حضرت قادر ولی تھے خدا کے حکم سے سمندر کی سطح پر بہتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ ادھر سے دشمنوں کا جہاز نمودار ہوا ان کی طرف سے توپیں داغی جانے لگی سبھوں نے حضرت سے امداد و اعانت طلب کی۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس توپیں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس نہ توپیں ہیں اور نہ بارود ہے۔ حضرت نے حکم دیا شمعیں نکالو اور ان کو بارود کی جگہ

راکھ بھر دو اور گو پیوں کی بجائے کٹ کر ڈبا دو اس کے بعد آگ میں جلا کر پھینک دو۔ انشاء اللہ یہ توپوں کا کام دینگی۔ جب کشتی والوں نے اس پر عمل کیا تو یہ شمعیں گرجدار آواز کے ساتھ دشمن کے جہاز پر گرنے لگیں اور ان کو تباہ و تاراج کر کے رکھدیا۔ اور دشمن شکست کھا کر وہاں سے بھاگے۔ حضرت کی برکت سے کشتی والے تمام بچ گئے۔ اور محفوظ طور پر ساحل پر پہنچ گئے۔

زانی عورت کو بچانا

حضرت کی کشتی جب کنارے آ لگی تو وہ اور تمام نقراء ساحلِ مالاباد پر اتر پڑے اور کننور پہنچ کر ایک متعین جگہ پر فروکش ہوئے۔ حضرت وہاں سے بابا بڈھن کے پہاڑ پر اکیلے گئے اور بابا بڈھن کی قبر کی زیارت کی۔ ان کا نام حیاۃ البحر تھا۔ لیکن وہ بابا بڈھن کے نام سے مشہور تھے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ دیر قیام کیا۔ پھر وہاں سے نیچے آ تر آئے اور نہر یاقوت میں غسل کیا اور پھر نہر حصبات کے کنارے پہنچکر ایک درخت کی ڈالی کاٹی۔ یہاں انہیں بہت سے عجائبات نظر آئے۔ جن کو یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جب وہ چٹیل میدان میں آئے تو وہاں ایک چیخ پکار سنائی دی۔ پھر کر دیکھا تو ایک عورت چت زمین پر پڑی ہے اور سانپ اسے ڈستے جا رہے ہیں۔ حضرت اس کے قریب پہنچے اور سانپوں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ جب سانپ سب چلے گئے تو انہوں نے عورت کا حال پوچھا۔ اس نے کہا میں ایک زانی عورت ہوں۔ میرا شوہر ایک ولی اللہ صفت نیک آدمی تھا۔ اس کے بار بار نصیحت کرنے کے باوجود میں زنا کی مرتکب ہوتی تھی۔ آخر اس نے ایک دن مجھکو ایک اجنبی کے ساتھ ہمبستر ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس نے بد دعا کی۔ میں اسی وقت اس چٹیل میدان میں پھینک دی گئی اور سانپ ہر طرف سے مجھ پر سوار ہو گئے اور مجھے ڈسنے لگے۔ ان کا زہر ہی میری غذا بنی ہوئی ہے۔ حضرت نے کہا تم صدق دل سے توبہ کرو۔ اور خدا سے مغفرت مانگو۔ اس عورت نے

حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی ۔ اس کے سارے زخم فوراً مندمل ہوگئے وہ اچھی ہو کر کھڑی ہو گئی ۔ عورت حضرت کے ساتھ روانہ ہوی یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کے پاس پہنچی ۔ شوہر نے خوشی سے دوبارہ اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا ۔ حضرت وہاں سے اس جگہ پہنچے جہاں یوسف اور فقرا خرو کش ہوے تھے ۔

یونانی کو روانگی

حضرت اور تمام فقیر کنتور سے یونانی روانہ ہوئے اور ایک خوشنما باغ میں اُتر پڑے جو سید مخدوم نورالدین کی ملکیت میں تھا ۔ باغ کے ناظر نے جب انہیں دیکھا تو ان کے ساتھی فقیروں سے ان کے متعلق دریافت کیا ۔ فقیروں نے ان کی بڑی تعریف کی ۔ اور کہا کہ وہ حضرت عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہیں اور بڑے صاحب کرامات بزرگ ہیں ۔ باغ کے ناظر نے اپنے آقا سید مخدوم نورالدین سے سارا واقعہ بیان کیا ۔ نورالدین نے کہا اگر وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بیان کر رہے ہو تو ہمارے سوکھے درخت ہرے بھرے ہو جا سکتے ہیں ۔ ناظر وہاں سے واپس آیا ۔ اس نے دیکھا کہ حضرت سوکھے درخت کی جڑ میں بیٹھے وضو فرما رہے ہیں ۔ یہ دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہو گیا ۔ حضرت نے اپنا سجادہ بچھا کر نماز پڑھی اور دعا کی ۔ اتنے وقت کے اندر سارا درخت ہرا بھرا ہو چکا تھا اور اس میں پھول پتے پیدا ہو چکے تھے ۔ یہ دیکھ کر ناظر بہت متعجب ہوا اور دوڑا ہوا مخدوم نورالدین کے پاس گیا اور تمام واقعات کی اطلاع دی مخدوم نورالدین فوراً چلے آئے اور حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ۔ اور ان کو اور تمام فقرا کو اپنے ہاں دعوت دی ۔ ان سب کے کھانے کا نہایت ہی عمدہ انتظام کیا ۔ اور ان سب کی بڑی عزت کی ۔ جب سب کھانے سے فارغ ہو چکے تو مخدوم نورالدین دست بستہ حضرت کے سامنے کھڑے ہوگئے اور نہایت ادب سے کہا کہ میری ایک صالحہ لڑکی ہے ۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس کو آپ کی زوجیت میں دے دوں ۔ حضرت نے کہا مجھے نکاح کی رغبت نہیں ہے

نکاح نہ کرنے میں کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ مخدوم نورالدین یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان سے اپنے لئے اور اپنی بیوی بچوں کیلئے دعا کی درخواست کی حضرت نے سب کیلئے دعا فرمائی اور پھر وہاں سے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ سوکھا درخت پھنس کا تھا۔ امام محمود طیبی نے مناقب حمید یہ میں یہی روایت کی ہے۔

محل دیپ میں حضرت کا ورود

حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ یونانی میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہاں کے علماء سے گفتگو کر رہے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ محل دیپ کے لوگ سرکشی اختیار کر چکے ہیں حضرت نے وہاں پہنچکر انہیں راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے اپنے ایک فقیر کو بھیجا کہ محل دیپ جانے والی کسی کشتی کا سراغ لگائے یہ موسم سفر کا نہیں تھا۔ ہوائیں زور سے چل رہی تھیں۔ فقیر نے آکر ساری روداد سنائی۔ حضرت نے تمام فقیروں کو اپنے ساتھ لیا اور ساحل پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر تمام فقیروں سے کہا کہ ان کے پیچھے صف باندھکر کھڑے ہو جائیں۔ اور سب آنکھیں بند کر لیں۔ فقیروں نے ان کے حکم کی پوری پیروی کی۔ حضرت نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اور سمندر پر تین قدم آگے بڑھائے اس کے بعد آنکھیں کھولیں۔ فقیروں نے بھی آنکھیں کھولدیں۔ سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ محل دیپ کے ساحل پر پہنچ چکے ہیں۔ سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت کو زہر دینے کی ناکام کوشش

حضرت چند دن محل دیپ میں مشاہدے اور مراقبے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے محل دیپ والوں کے دل میں حضرت اور ان کے ساتھیوں کی عظمت و ہیبت اور رعب و دبدبہ ڈالدیا تھا۔ وہ ان سے ڈرنے لگے وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت اور ان کے ساتھی محل دیپ والوں کو قتل کر دیں گے اور انکی بیوی بچوں

کو لونڈی اور غلام بنالیں گے۔ ان لوگوں نے بظاہر ان کی اطاعت قبول کر لی ، اور ان کے مطیع اور فرمانبردار دکھائی دینے لگے۔ یہ سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی قدمبوسی کرتے تھے۔ ہر لحظہ ان کی محبت کا دم بھرتے تھے اور ان کی خدمت میں ہدیے اور تحفے دیتے تھے۔ ایک دن ان کے امیر نے سوچا کہ ان کے کھانوں میں زہر ملاکر ان کو ہلاک کردے۔ شیطان کے ورغلانے پر اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ حضرت نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کے کھانا کھایا۔ باقی فقیروں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کی وجہ سے کسی پر بھی زہر کا اثر نہ ہو سکا۔ امیر یہ دیکھکر حیران ہو گیا۔ اس نے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ ہر وقت ان کے ساتھ رہنے لگا اور ان کی خدمت کرنے لگا۔

عورت کو بھوت سے بچانا

ایک دن حضرت محل دیپ کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ ایک گھر میں جمع ہیں اور ایک عورت رو رہی ہے۔ لوگ اس سے کسی بات کے کرنے پر اصرار کر رہے ہیں جس سے وہ انکار کر رہی ہے۔ حضرت قریب پہنچے اور ان سے کیفیت دریافت کی۔ لوگوں نے بیان کیا کہ اس جزیرے میں ایک بھوت رہتا ہے۔ ہر سال اس کے لئے ایک نوجوان عورت کا گھاؤ دینا پڑتا ہے۔ جس کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا کرتا ہے۔ جب نوجوان حسین عورت کا گھاؤ نہ دیا جائے تو سارے شہر پہ ہلاکت آجاتی ہے اور گھروں میں آگ لگ جاتی ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کیلئے ہم لوگ ہر سال وقت مقررہ سے ایک دو دن پہلے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور ہر خاندان میں سے ایک باکرہ نوجوان عورت پرچیاں لکھ کر قرعے ڈالتے ہیں۔ جس پر بھی قرعہ نکلتا ہے اس کو گھاؤ دیا جاتا ہے۔ اس سال اس عورت کی نوجوان لڑکی پر قرعہ نکلا ہے۔ یہ عورت بیوہ ہے۔ اس کی یہ صرف اکلوتی لڑکی ہے۔ اس کے سوا دوسری کوئی لڑکی نہیں ہے جب ہم نے اس سے طلب کیا تو وہ دینے سے انکار کر رہی ہے اور رو رہی ہے۔

جب حضرت نے یہ بات سنی تو اندر پہنچے اور کہا تم لوگ ایسا مت کرو۔ اس عورت کو چھوڑ دو اور تم میں سے کسی ایک آدمی سے اس کی شادی کر دو ان لوگوں نے حضرت کی بات مان لی۔ پھر جب وہ وہاں سے چلے آئے تو ایک زبردست کڑاکا ہوا۔ لوگ ڈر کے مارے اس عورت کو نہلا دھلا کر خوشبو لگا کے اٹھا لے گئے اور دستور کے مطابق باجے بجاتے ہوئے اور شہر کی گلیوں میں گھومتے ہوئے شہر سے باہر ایک پرانے مندر کے قریب اس کو رکھ آئے۔ اس عورت کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔

جب حضرت کو اس بات کی اطلاع ملی تو وہ اپنا کوزہ لیکر رات میں گھر سے نکلے اور اس مندر کے قریب۔ ایک پاک جگہ میں جا بیٹھے۔ جب تھوڑی رات گذری اور اندھیرا ہو گیا تو انہوں نے کڑک کی مانند یا طوفانی ہوا کی مانند ایک زوردار آواز سنی۔ حضرت نے پہچان لیا کہ وہ ایک مردود شیطان کی آواز ہے۔ انہوں نے کڑکتی ہوئی آواز میں پکارا او ملعون یہیں کھڑے ہو جا اس عورت کے قریب تک نہیں جانا۔ عفریت اور دیوپیکر ان کی آواز سن کر ڈر گیا اور اپنے پیٹ پر دونوں ہاتھ باندھ کر مسکین و عاجز بن کر کھڑے ہو گیا حضرت نے اس کو دیکھا تو کہا جا اور نزدیک کے چشمے سے یہ کوزہ پانی بھر لا۔ یہ حکم سنتے ہی وہ دیو پیکر کوزہ اٹھا لے گیا اور اس کو چشمے کے پانی میں ڈبویا اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جبکہ اس نے دیکھا کہ چشمہ کا سارا پانی اس کوزے میں سما گیا اور چشمہ کا پانی خالی ہو گیا جب اس کوزے کو اٹھانا چاہا تو بہتیری کوششوں کے باوجود اس کو اٹھا نہیں سکا۔ اس کی کوششوں میں رات کا دو تہائی حصہ گزر گیا۔ قرب و جوار کے لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ آخری ایک تہائی رات سے پانی لے جانے کے لئے چشمے پر جمع ہوتے اور اپنے گھروں کو پانی لے جاتے تھے۔ جب وقت مقررہ پر لوگ چشمے پر پہنچے تو دیکھا کہ سارا پانی ختم ہو چکا ہے۔ اور ایک آدمی کوزہ کو اٹھانے اور اس کو انڈیلنے کی

کوشش کر رہا ہے۔ مگر اس میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ دیو بیکر کوزے کو
یونہی چھوڑ کر حضرت کے پاس چلا آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت نے کہا اگر
خدا کا نام لیکر کوزے کو انڈیل دیتا تو سارا پانی باہر آجاتا۔ شیطان دوڑا
ہوا گیا اور خدا کا نام لیکر کوزے کو انڈیل دیا۔ پانی جیسے کا ویسا ہو گیا۔ شیطان
نے حضرت کے سامنے کوزہ لاکر رکھا اور دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت
نے دوبارہ حکم دیا اور کہا جاؤ خدا کا نام لیکر کوزہ پانی میں ڈباؤ اور پانی بھر لاؤ
شیطان گیا اور ان کے حکم کے مطابق ایک کوزہ پانی بھر لایا اور ان کے روبرو
رکھکر کھڑا ہو گیا۔ شیطان کو اس کوزے پر بڑا تعجب ہوا اور اپنے دل میں
کہا شاید اس کے اندر کوئی عجیب و غریب راز ہے۔ کیوں نہ اس کوزے کے اندر
جاکر اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ اس نے حضرت سے اجازت
چاہی اور آپ نے اجازت دیدی۔ لیکن جب شیطان اندر گیا تو باہر سے انہوں نے
اس کا منہ بند کر دیا۔ اس طرح کہ وہ شیطان کسی حیلے سے بھی باہر نہیں نکل سکتا
تھا۔ حضرت نے اپنی جگہ پر صبح کی فرض نماز ادا کی۔ اور دن کے طلوع ہونے
تک وہیں بیٹھکر وظیفہ پڑھتے رہے۔ جب لوگ اپنے دستور کے مطابق عورت کو اٹھا کر
لے جانے آئے تو دیکھا کہ وہ زندہ ہے اور اس کے ہاتھ پیر ویسے ہی بندھے ہوئے
ہیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس عورت نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا
کہ وہ شیطان اس کوزے کے اندر بند ہے۔ یہ سنکر سب لوگ خوش ہو گئے۔ اس
عورت کے ہاتھ پیر کھولدئے اور خوشی خوشی حضرت کے پاس دوڑے چلے آئے اور
اپنے خطاؤں کی معافی مانگی اور ان کو مختلف القاب سے پکارنا شروع کیا۔ اور
کہا آپ کی وجہ سے ہماری نجات ہوئی ہے۔ ہم اور ہمارے سارے مال و اسباب آپ
کے ہیں۔ آپ جیسا حکم دیں گے ویسا ہی ہم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جب حضرت نے
لوگوں کو صدق دل سے ان کا مطیع و فرمانبردار دیکھا تو انہیں اسلام کی دعوت
دی اور حکم دیا کہ تمام مندر ڈھا دئے جائیں۔ تمام لوگ اسلام لے آئے اور ان کے

ہاتھ پر صدق دل سے بیعت کرلی۔ مندروں کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں اور ان میں نماز اور خطبے قائم ہوئے۔ حضرت نے فقیروں کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو شریعت کی تعلیم دیں۔ ان کے امیروں میں سے ایک بڑے امیر کو ان کا والی مقرر کیا۔ اور نیز ان کے اندر قاضی اور خطیب وغیرہ مقرر کئے

اس کے بعد حضرت چند دن وہاں مقیم رہے ایک دن والی نے آکر گذارش کی اور کہا کہ اگر آپ کوزے کو یونہی چھوڑ دیں تو بہت ممکن ہے کہ کوزہ ٹوٹ جائے اور پھر شیطان ہمیں پہلے کی طرح تکلیف دینے کی کوشش کرے۔ اور ہمارے گاؤں خراب کردے۔ حضرت نے حکم دیا کہ ایک آدمی کشتی پر سوار ہو کر اس کوزے کو لیجائے اور کالی فلیر سے آگے گہرے سمندر میں اس کوزے کو پھینک آئے اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ پھر چند دن بعد لوگوں نے آکر کہا ہم لوگ روز مچھلی کے شکار کو جاتے رہتے ہیں۔ آپ دعا کیجیے کہ وہ شیطان ہماری کشتیوں کے قریب نہ آئے۔ آپ نے کہا خدا ہر طرح تمہیں محفوظ رکھے گا۔ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سن کر سب لوگ خوش ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس زمانے سے لیکر اب تک کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس شیطان نے دوبارہ ان لوگوں کو کوئی تکلیف دی ہو اور انکی کوئی کشتی ڈوبی ہوئی ہو۔ آپ کی دعا کی برکت سے ولایت و امارت بھی اس امیر کے خاندان میں اب تک جاری ہے۔ یہ حضرت کی کرامت ہے کیونکہ محل دیپ اور اس کے اطراف بے شمار جزائر ہیں جن کی تعداد بارہ ہزار بڑے اور بارہ ہزار چھوٹے جزیرے بتائے جاتے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے سوا کسی اور کا ایک گھر بھی نہیں ہے۔ حضرت کی دعا کی برکت ہی کا نتیجہ ہے کہ وہاں کتے اور سانپ دکھائی نہیں دیتے۔ وہاں کے سب لوگ شافعی مذہب کی پیروی کر رہے ہیں

شمس تبریزی کی قبر کی زیارت

حضرت نے محل دیپ والوں سے سنا کہ وہاں کسی جزیرے میں مشہور ولی ابریز یعنی

شمس تبریزی کا مزار ہے۔ چنانچہ وہ ان کی زیارت کے لیے گئے اور قرآن مجید پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچایا اور قبر کے سامنے کھڑے ہوکر دیر تک مناجات کی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ان سے بات چیت کر رہے ہیں۔ ان پر درود وسلام بھیجا جس کی تصویر میاں نے ذیل کے اشعار میں کھینچی ہے۔

سلام اللہ ینمو کل حین　　علی آل التبریز یعنی شمس دین

اللہ کا سلام ہر وقت تبریز یعنی شمس الدین پر بڑھتا ہی جارہا ہے۔

ھو الواقی الی الملکوت وصلا　　لحضرۃ ربنا المولی المعین

وہ ملکوت کی طرف پہنچ کر ہمارے پروردگار آقا سے وصل حاصل کر چکے

ولی کامل سموہ شمسا　　لنور من محیاہ الحسین،

وہ کامل ولی تھے ان کا نام سورج رکھا گیا اس لیے کہ ان کے چہرے سے نور نکل رہا تھا۔

جری من حین مولدہ امور　　خوارق قد حکوھا بالیقین،

ان کی پیدائش سے لیکر بہت سی ایسی خارق عادت باتیں ہوئی ہیں جنکو لوگوں نے یقین کے طور پر بیان کیا ہے

شمس تبریزی کی ایک کرامت

شمس تبریزی کی کراماتوں سے ایک کرامت یہ تھی کہ جب کبھی ان کو مچھلیاں کھانے کی خواہش ہوتی تھی ساحل سمندر پر پہنچتے تھے۔ مچھلیاں خود آگے بڑھکر ان کے پاس آتی تھیں اور وہ ان میں سے جن کو چاہتے اٹھا لیتے اور آفتاب کی گرمی میں بھون کر کھا لیا کرتے تھے۔ سورج ان کے اشارے پر نیچے اتر آتا اور ایک روٹی کے برابر ہوکر ان کے سامنے تھم جاتا۔ لوگ اسکی حرارت سے پریشان ہوکر ان کے پاس آتے اور اس کو دور کرنے کی خواہش کرتے تھے۔ جب وہ سورج کی طرف اشارہ کرتے تو وہ آسمان کی طرف بلند ہو جاتا تھا۔ لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ کھالی ہوئی مچھلیوں کی ہڈیوں کو جمع کر کے کہتے کہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جاؤ تو مچھلیاں

زندہ ہو کر سمندر میں کود پڑتی تھیں۔ لوگوں نے اس قسم کے بہت سے نادر واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ ہم نے محض تبرک کے طور پر یہاں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

کوہ آدم کی چوٹی پر پہنچنا

جب محل دیپ کے لوگوں کی حسنِ سیرت سے حضرت کو اطمینان حاصل ہوگیا تو سیلون میں آدم کے اترنے کی جگہ کے زیارت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اپنے فقراء کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچے اور سیلون جانے والی کشتی تلاش کی لیکن کوئی کشتی مل نہیں سکی۔ سامنے ایک چٹان نظر آئی۔ حضرت اور ان کے ساتھی اس پر چڑھ گئے۔ حضرت نے سب کو حکم دیا کہ وہ آنکھیں بند کریں ایک لحظہ یا دو لحظے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔ سب لوگ سیلون کے جزیرے میں سمندر کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ یہ دیکھکر سب لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

جبل نور کی زیارت

حضرت اپنے فقراء کے ساتھ سمندر کے کنارے سے اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے جو جبل نور کے نام سے مشہور تھا۔ اور جہاں حضرت آدم اُترے تھے۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر چوٹی پر پہنچے اور وہاں حضرت آدم کے پاؤں کا نشان دیکھا جو اب تک باقی ہے۔ اسکی لمبائی تین بٹے چار ہاتھ اور چوڑائی ایک بٹے چار ہاتھ تھی۔ حضرت آدم کے قد کی لمبائی کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔ ان کی عمر نو سو چالیس سال کی تھی۔ اس پہاڑ میں اس کے علاوہ اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں تھیں۔ جن حضرت اور ان کے ساتھیوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت اس پہاڑ پر چند دن ٹھہرے رہے۔ جب وہاں سے چلنے لگے تو قرآن مجید پڑھ کر حضرت آدم کی روح کو ثواب پہنچایا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم اس پہاڑ پر چالیس دن تک ایک پیر پر کھڑے ہو کر خدا عز و جل

کی عبادت کرتے رہے اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے رہے۔

رکابی کا صحیح وسالم رہنا حضرت فقراء کے ساتھ پہاڑ سے نیچے آرہے تھے۔ کہ راستے میں ایک فقیر کے ہاتھ سے جو ابھی چند دن پہلے مسلمان ہوا تھا۔ چینی کی رکابی چھوٹ کر نیچے گر پڑی اور لڑھکتی ہوئی بہت نیچے جا گری یہ دیکھ کر وہ فقیر بہت پریشان ہوا۔ حضرت نے اس کی پریشانی کو بھانپ لیا اور کہا جاؤ خدا کا نام لیکر اٹھاؤ وہ رکابی تمہیں صحیح وسالم ملے گی۔ فقیر نے ویسا ہی کیا۔ جب وہاں پہنچکر رکابی اٹھائی تو بالکل صحیح وسالم ملی۔ حضرت نے کہا اسی رکابی میں لوگوں کو کھانا تقسیم کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ سب کو کھانا تقسیم کیا گیا۔ اس کے باوجود رکابی جیسی کی ویسی بھری رہی۔

ہرن سے محبت جب حضرت جبل نور سے آئے تو وہ چاہتے تھے کہ وہاں کی کوئی چیز بطور یادگار ان کے ساتھ رہے آپ کو ہرنوں سے بہت زیادہ انست تھی۔ ہرن کا ایک بچہ ان سے مانوس ہوگیا تھا وہ اپنی بچی ہوئی غذا اس کو کھلایا کرتے تھے۔ اور اس کو اپنے نزدیک بٹھا کر اس کے سر اور جسم پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ حضرت کو ہرنوں سے اس لئے محبت تھی کہ ان میں تمام اچھی صفتیں ہوا کرتی ہیں۔ جو دوسرے حیوانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ جیسا کہ دمیری نے اپنی کتاب کتاب الحیوان میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک اچھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے کھوہ میں منہ کر کے داخل نہیں ہوتا بلکہ پیچھے کی طرف سے داخل ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنے دشمنوں سے ہمیشہ خطرہ لگا رہتا ہے۔ سالکین بھی اپنے چار دشمنوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جب ہرن کسی کو اس کے کھوہ میں پہلے سے داخل ہوتے دیکھتا ہے، تو وہ خود اس میں داخل نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ باہر نکل نہ جائے۔ یہ صفت نیکوں کی ہے جو اپنے اعمال کو چھپا دیتے ہیں۔ اور

لوگوں میں ہیں کسی پر ان کو ظاہر کرنے نہیں دیتے۔ ہرن کو اپنے دشمن سے بیحد نفرت ہوتی ہے۔ نیکوں کی بھی یہی علامت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہرن کو اندرائن کے کھانے میں مزہ ملتا ہے۔ وہ سمندر کا کھارا اور تلخ پانی پیتا ہے۔ اسی طرح نیک لوگ کڑوی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور ان پر بھی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس کی خوبصورتی کی بناء پر اس سے لیلی کو تشبیہ دی جاتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

تاللہ یا ظبیات القاع قلن لنا لیلای منکن او لیلی من البشر

خدا کیلئے اے جنگل کے ہرنو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہماری لیلی تم سے ہے یا وہ انسانوں سے

ابن خلکان کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دن کثیر عزہ عبدالملک کے پاس پہنچا اور اس سے سوال کیا اے عبدالملک کیا تم نے اپنے سے بھی زیادہ عاشق کو دیکھا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا۔ ہاں میں ایک دن ایک جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ جال لگا کے شکار کی تاک میں لگا ہوا ہے میں نے پوچھا تم یہ کیا کر رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میری بیوی بچے اور میرے لوگ بھوکے ہیں۔ میں شکار کی تلاش میں ہوں اور یہ جال لگایا ہوا ہوں تاکہ کوئی جانور پھنس جائے تو اس سے ان کا پیٹ بھروں۔ عبدالملک کہتا ہے کہ میں نے اس شخص سے کہا اگر میں بھی تمہارے ساتھ ٹھہر جاؤں تو کیا تم مجھ کو اپنے شکار کے گوشت میں شریک کر لوگے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔ اتفاق سے ایک بہت ہی خوبصورت ہرن آ پھنسا۔ وہ شخص مجھ سے بھی پہلے آگے بڑھا اور جال کھول کر اس کو رہا کر دیا۔ عبدالملک نے اس سے پوچھا تم نے یہ کیا کیا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ ہرن میری لیلی کے مشابہ ہے اس لئے میرا دل اس پر نرم ہو گیا۔ اور میں نے اسے رہا کر دیا۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔۔۔

ایا شبہ لیلی لا تراعی فاننی لک الیوم من وحشیۃ لصدیق

اے لیلی کی شباہت رکھنے والے مجھ سے خوف نہ کھا کیونکہ میں آج تجھ جیسے وحشی کا دوست ہوں۔

اقول و قد اطلقتها من وثاقها فانت للیلی ما حییت لطلیق
میں یہ کہہ کر تجھے بندھن سے رہا کر رہا ہوں ۔ پس جب تک تو زندہ رہے گا لیلی کے واسطے آزاد رہے گا ۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ہرن پاکیزہ جانوروں میں سے ایک جانور ہے اسکی ایک قسم سے مشک نکلتا ہے جو خوشبوئیوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے ۔ الحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ مشک سب سے بہتر خوشبویوں میں سے ہے اس کا استعمال پاک اور جائز ہے ۔ بدن اور کپڑے میں لگایا جاسکتا ہے ۔ ہرن کے بہت سے فائدے ہیں ۔ اس کی سینگ چھیل کر اس کے برادے سے بخور جلایا جاتا ہے جسکی وجہ سے کیڑے پتنگے بھاگ جاتے ہیں ۔ اس کی زبان سایہ میں خشک کرکے تتلانے والی عورت کو کھلایا جاتا ہے ۔ اس سے اس کا تتلانا دور ہوجاتا ہے ۔ اس کا پتہ درد والے کان میں ٹپکایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا درد جاتا رہتا ہے ۔ اس کی کھال اور مینگنیاں جلاکر اس کی راکھ بنائی جاتی ہے اس کو زبان پر گھس دیا جاتا ہے یا بچے کے کھانے میں ملاکر اس کو کھلا دیا جاتا ہے تو اس کی زبان بہت تیز ہوجاتی ہے اور وہ خوب بولنے لگتا ہے اور وہ بہت ذہین اور چالاک ہوجاتا ہے ۔ اس کے مشک سے بصارت بڑھ جاتی ہے اور رطوبتیں کم ہوجاتی ہیں ۔ اس سے دماغ کو بڑی تقویت ہوتی ہے ۔ آنکھ کی سفیدی جلا پاتی ہے ۔ خفقان کو فائدہ کرتا ہے ۔ وہ زہر کا بھی تریاق ہے مگر اس کی وجہ سے چہرہ پیلا پڑجاتا ہے ۔ مشک کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ جب اس کو کھانے میں استعمال کیا جائے تو اس کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے ۔ مشک کی نشو و نما کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام جنت سے نکالے گئے تو زمین پر اتارے گئے تو اس وقت ان کے ساتھ جنت کے درختوں کے پتوں میں سے تین پتے تھے ۔ ایک کو انہوں نے سمندر میں گرا دیا ۔ جو مچھلی اس کو نگلی

اس کے پیٹ کے اندر عنبر پیدا ہونے لگا۔ اور ایک پتہ چٹیل میدان میں گرایا جس کو ہرن نے کھایا۔ اس کے پیٹ سے مشک پیدا ہوا اور ایک پتے کو اپنے رخساروں پر رگڑا جس کی وجہ سے ان کی ڈاڑھی میں بال اُگ آئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے اور جنگل میں آپڑے تو ان کے اوپر یقطین کا درخت اُگا اور جب انہیں بھوک کی شدت محسوس ہوئی تو ہرنوں کی ایک ٹکڑی چلی آئی اور ان میں سے ایک ہرن نے ان کو اپنا دودھ پلایا یہاں تک کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ حضرت یونسؑ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور ہرنوں کے حق میں دعا کی اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے پیٹ میں مشک پیدا کیا اور آج تک بھی اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ حیوانات میں ہرن سے زیادہ کوئی وحشی جانور نہیں ہے جبکہ وہ جنگل میں رہتا ہو اور اگر وہ شہروں میں رہتا ہے تو اس سے زیادہ انسان سے مانوس کوئی دوسرا جانور نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت کو ہرنوں سے زیادہ محبت تھی۔ کیونکہ ان میں بے شمار فائدے ہوتے ہیں۔

کیل کری کو واپسی

حضرت نے چند دن بعد سیلون سے ہندوستان کا سفر کیا۔ جب بحر سندھ میں کشتی پر سوار ہوئے تو وہ کیل کری پہنچے کیل کری ضلع رامناڈ میں ہے۔ وہاں کی جامع مسجد میں اتر پڑے۔ ایک دن اپنے ایک فقیر سے کہا کہ اس ہرن کو لیجاؤ اور کسی مسلمان کے گھر کا میٹھا پانی پلا لاؤ۔ وہ فقیر ایک مسلمان کے پاس اس ہرن کو لے گیا۔ مگر اس نے میٹھے پانی کی بجائے کھارا پانی پلایا۔ جب فقیر نے حضرت کے سامنے واقعہ بیان کیا تو کہا شاید اس گاؤں میں کہیں بھی میٹھا پانی نہیں ملتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے گاؤں کا پانی کھارا ہو گیا۔ جس کے پینے سے پیاس بجھنے کی بجائے اور بڑھ جاتی تھی۔ خدا ہم سب کو حضرت کے غضب اور غصہ سے حفاظت اور امان میں رکھے۔ میرے دادا

حضرت صدقۃ اللہ قاہری اس کبیل کری کے رہنے والے تھے۔ جب وہ ناگور تشریف لیگئے تو ان کے مزار پر کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور کہا اے میرے آقا کبل کری والوں پر رحم فرمایئے۔ ان کے ہاں کے پانی کو میٹھا کر دیجئے کیونکہ آپ ہی کی دعا سے اس کا پانی کھارا ہو گیا تھا۔ اسی کے بعد سے یہاں کا پانی ذرا میٹھا ہوا وہ پرانی تلخی ایک حد تک جاتی رہی۔ اس سے پیاسے اور محتاج اب بھی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ خدا ہمیں ان دونوں اولیاء کی برکت سے سیدھے راستے پر چلائے اور ان کے علوم سے ہم کو وہ فائدہ پہنچائے جس سے ہمیں دنیا میں بھلائی حاصل ہو۔

رامناڈ میں تشریف آوری

حضرت کبیل کری سے رامناڈ روانہ ہوئے وہاں سایہ دار درختوں کے نیچے اور میٹھے پانی کے قریب اُتر پڑے۔ وہاں چند دن خدا کی عبادت اور مراقبے و مشاہدے میں مصروف رہے۔ لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ جو بیمار آپ کے پاس پہنچتے تھے وہ پوری شفا پا جاتے تھے۔ ان کا شہرہ سن کر وہاں کے امیر سشیذ ند کو بھی ان سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ایک دن وہ پورے سکینت و وقار اور تواضع و افتقار کے ساتھ انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ جتنا ان کے متعلق سنا تھا۔ اس سے بھی بڑھکر ان کو پایا۔ اس نے اپنا سر ان کے قدموں پر رکھدیا اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ ان سے گذارش کی کہ ذرا میرے غریب خانے تک قدم رنجہ فرمایئے۔ اس سے ہم سب کو بڑی خوشی حاصل ہوگی۔ حضرت اس کے ساتھ گئے اور اس کے محل میں مسند پر بیٹھے۔ امیر نے حضرت سے بیان کیا کہ اب تک اسکی کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ حضرت نے اس کیلئے دعا کی۔ امیر اس کی وجہ سے بیحد خوش ہو گیا اور تمام فقیروں کو دراہم اور دینار تقسیم کیا۔ حضرت کے حکم سے فقیروں نے اس کا دیا ہوا ہدیہ قبول کر لیا۔ جب وہ شاہی محل سے روانہ ہونے لگے تو امیر نے کہا

ہیں اپنی دعاؤں میں مست ہو لئے۔ حضرت نے کہا یہ ریاست تم میں اور تمہاری اولاد میں آخر تک باقی رہے گی۔ حضرت فقیروں کو لے کر وہاں سے شمال کی طرف روانہ ہوئے اور پٹن ماری پہنچے

پٹن ماری میں ورود

حضرت جب فقیروں کے ساتھ پٹن ماری کے قریے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک جگہ اتر پڑے اور خدا کی عبادت اور اس کے مراقبے اور مشاہدے میں لگے رہے۔ گاؤں والے ان کے پاس آتے تھے اور ان سے وعظ ونصیحت سنتے تھے۔ جب ان کے فضائل سے واقف ہوئے اور ان کی بزرگیوں سے آگاہ ہوئے تو سب نے مل کر آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ سب مل کر چندہ کریں اور ایک رقم جمع کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ رقم جمع کر کے ایک تھیلی میں ڈال کر ان کے پاس لے آئے اور ان کے سامنے رکھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ کہا کہ ہم لوگ یہ حقیر تحفہ لے آئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس کو قبول فرمائیں گے۔ حضرت نے یہ تحفہ قبول کر لیا۔ کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ تحفہ قبول کرنا سنت ہے جبکہ اس کے قبول کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ جب انہوں نے یہ تحفہ قبول کر لیا تو سب لوگ خوش خوش اپنے گھر واپس ہوئے۔

ایک مسکین آدمی اپنی اولاد کے ساتھ تین دن سے فقیروں کے ساتھ ساتھ رہا کرتا تھا۔ اور ان کے دسترخواں کا بچا ہوا کھانا کھایا کرتا تھا۔ جب اس پر حضرت کی نظر پڑی تو پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور یہاں کس غرض سے ٹھہرے ہوئے ہو؟ اس شخص نے کہا اے لوگوں کے دستگیر اور نیکوں کے مددگار اے ضعیفوں پر رحم کرنے والے اور کمزوروں کے آقا۔ میں اسی قریہ کا باشندہ ہوں میرے پاس ایک کشتی تھی اس کو لیکر سمندر میں جایا کرتا تھا اور مچھلی کا شکار کر کے اپنی بیوی اور بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ چند دن پہلے سمندر میں طوفان آیا۔ اور میری کشتی ٹوٹ گئی۔ اب میں شکار نہیں کرسکتا اور اپنے

اہل وعیال کا پیٹ نہیں پال سکتا۔ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر فاقے گزر رہے ہیں۔ اور بڑی تنگی سے زندگی بسر ہو رہی ہے۔ بہت دنوں کے بعد آپ کے ساتھ رہ کر کچھ پیٹ بھرنے کا موقعہ ملا ہے۔ جب حضرت نے اس کا واقعہ سنا تو بہت غمگین ہوئے اور اس پر رحم کھا کر اس سے پوچھا کہ ٹوٹی ہوئی کشتی کے تختے کہاں ہیں؟ اس نے کہا اس کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا۔ حضرت نے پھر پوچھا تو یہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ بھی ان کے سوال کا یہی جواب دیا۔ حضرت نے کہا جاؤ اور تلاش کرو کہ آیا تمہاری کشتی کا کوئی حصہ باقی رہا یا نہیں۔ وہ شخص ساحل سمندر پر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی ٹوٹی ہوئی کشتی کا ایک تختہ اور کچھ رسی کے ٹکڑے اور کشتی کے پردے کا ایک ٹکڑا سمندر کے کنارے پڑا ہے وہ چیزیں اٹھا کر حضرت کے پاس لے آیا۔ حضرت نے کہا جاؤ اور سمندر کے کنارے پہنچ کر تختہ زمین پر ڈال دو۔ اس رسی سے اس تختہ کو باندھ دو اور لکڑی پر پردہ کا ٹکڑا لگادو۔ پھر خود ہی اس میں سوار ہو جاؤ۔ پھر اپنے ایک فقیر کو حکم دیا کہ میری عبا لے لو اور میرا عصا لو اور ساحلِ سمندر پر پہنچکر تختہ کو میری عبا سے ڈھانپ دو اور عصا سے اس کی طرف اشارہ کرو وہ کشتی ہو کر سمندر میں بہہ جائے گی۔ فقیر نے ایسا ہی کیا۔ آدمی سے کہا کہ جب کشتی سمندر میں بہہ جائے تو عبا واپس پھینکدو۔ فقیر نے سمندر پر پہنچکر عصا سے اشارہ کیا اور کہا اے کشتی تو خدا کے حکم سے سمندر میں بہہ جا۔ یہ کہنا تھا کہ کشتی صحیح وسالم ہو کر سمندر میں بہہ گئی۔ اس شخص نے فوراً عبا پھینکدی۔ وہ صحیح وسالم کشتی بن چکی تھی۔ اور اس کے ساتھ جال بھی لگ چکا تھا۔ جب بیچ سمندر میں جا چکی تو اس روز اتنی مچھلیاں جال میں آئیں کہ اس کی کشتی مچھلیوں سے بھر گئی وہ خوش خوش سمندر کے کنارے پہنچا اور بازار میں ان کو بہت قیمت سے بیچا پھر گھر کی ضرورت کی چیزیں خرید کر اپنے گھر روانہ ہوا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر حضرت کے پاس پہنچکر ان کے قدموں پر اپنا سر رکھدیا اور بڑی خوشی ظاہر کی۔

مسکین کی غیر معمولی خوشی کو دیکھ کر حضرت کو بھی بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت
پوچھا بتاؤ اب تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ آپ خود میری حالت
جانتے ہیں۔ میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے کہا جاؤ
اور اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔ مگر کسی وقت بھی خدا کو نہ بھولو۔ وہ
شخص اپنی کشتی کی وجہ سے بڑے عیش میں رہا۔ اس کی اولاد بہت پھلی
پھولی اور اس کی بیوی ہمیشہ خوش اور ہشاش بشاش رہی۔

مچھلہاروں کی مخالفت

جب حضرت فقیروں کے ساتھ پٹن بارگ
مذکور سے روانہ ہوئے تو گاؤں والے
اس شخص کے مخالف ہو گئے۔ جس کی کشتی حضرت کی مہربانی سے دوبارہ بن چکی تھی
لوگوں نے دیکھا کہ اس کشتی کی وجہ سے وہ دولتمند ہوتا جا رہا ہے تو اس سے جھگڑا
کرنے لگے اور اس سے مطالبہ کرنے لگے کہ وہ اپنی دولت بانٹ دے۔ کیونکہ
اگر وہ بھی حضرت کی اجازت سے کشتی کو سمندر میں ڈالے ہوتے تو ان کو بھی اتنی ہی
مچھلی ملتی جتنی کہ اس شخص کو ملا کرتی ہے۔ حضرت ایک رحم دل والد کی طرح تھے
ہم سب ان کی اولاد کی طرح ہیں۔ جب تجھ کو کوئی دولت ملتی ہے تو اس کو اپنے
لئے کیونکر خاص کر لے سکتا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ ہمیں بھی اس میں سے بانٹ کر دو
ورنہ ہم تمہیں یہاں سے بھگا دیں گے۔ اور تمہارے گھر کو غارت کر دینگے۔ مگر وہ
شخص اس بات کے لئے راضی نہیں ہوا۔ اس نے کہا کہ مجھے حضرت اور فقیروں
کی صحبت سے یہ چیز نصیب ہوئی ہے۔ آخر لوگوں نے اتفاق کر کے گاؤں کے
امیر کے پاس نالش کی۔ جب امیر نے ساری کیفیت سنی تو کہا کہ اس کشتی کے
حصے کر کے اس کو بانٹ لینا چاہیئے۔ یہی زیادہ انصاف کی بات ہے۔ بہت
ممکن ہے کہ اس کی برکت سے تمہیں بھی بہت زیادہ روزی حاصل ہوگی اور ہر
ایک کی زندگی خوشحال ہو جائے گی مگر تمام لوگوں نے ملکر اس شخص کی کشتی کی
طرح ایک دوسری کشتی بنائی اور اس کی کشتی کے حصے کر کے ہر ایک نے ایک حصہ

اُٹھا لیا اور اس کو اپنی کشتی میں باندھ لیا۔ اس کی برکت سے ہر ایک خوشحال ہوتا گیا اور سب فارغ البال ہو گئے۔ اور ان کی زندگی بہتر ہو گئی۔

قاہر پٹن پہنچنا

حضرت فقیروں کے ساتھ وہاں سے قاہر پٹن پہنچے۔ جو ایک زمانے میں عرب کے اہل علم و فن کا ایک زبردست مرکز رہا۔ جب وہ اور فقیر گلیوں میں گھوم رہے تھے۔ وہاں کے سلطان کو خبر ہو گئی وہ سلطان آل رسول سے تھا۔ جب اُس نے حضرت کے مناقب و فضائل کی شہرت سنی تو علماء و فضلا کو ساتھ لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور انہیں محل تک قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی۔ جب وہ آئے تو ان کو اپنے محل کے ایک عالی شان جگہ میں لیجاکر بٹھایا اور کھانے کی بہترین چیزیں پیش کیں۔ ان کے فقیروں کو بھی وہی چیزیں عنایت کیں اور ہر ایک کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو سلطان نے حضرت کی خدمت میں گلاب کے پھول اور خوشبوئیاں پیش کیں۔ سلطان حضرت سے اجازت لیکر اپنے گھر رخصت ہوا اور حضرت علما کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں کے لئے واپس ہوئے۔ اس کے بعد سے سلطان ہر روز دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک دن سلطان ان کی خدمت میں آ بیٹھا۔ بہت دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کہا۔ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ حضرت نے کہا کہو کیا کہنا ہے۔ سلطان نے کہا میری ایک حسین اور خوبصورت پاکیزہ لڑکی ہے۔ وہ قرآن کی حافظہ ہے۔ بہت صالح لڑکی ہے۔ کہیں بھی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور اس زمانے میں اس کے برابر کوئی دکھائی نہیں دیتی۔ ایسی لڑکی کے لئے آپکے سوا کوئی شوہر نہیں ہو سکتا۔ میں اس لئے بھی یہ بات کہہ رہا ہوں کہ وہ لڑکی بڑی محبت اور قرابت والی ہے۔ اس میں سیادت اور نجابت کے آثار ہیں اس سے نکاح کرکے آپ بے حد خوش ہوں گے۔ اور وہ آپ کو پاکر اپنے آپ کو کامیاب سمجھے گی۔ حضرت نے کہا اے میرے بھائی میری بات سنو اور میرے حالات کو معلوم کرو۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے شادی سے بے نیاز کردیا ہے۔ میں تنہائی کی زندگی میں لذت محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد سلطان سے کہا۔ ذرا میری بغل کی طرف دیکھو جب انہوں نے اپنا ہاتھ اُوپر بلند کیا اور سلطان نے بغل میں جھانک کر دیکھا تو اسے بڑا تعجب ہوا۔ اس میں دو حور صورت لڑکیاں ایک خوبصورت محل کے اندر کھیل رہی ہیں۔ اُن کے بال بالکل سیاہ تھے اگر ان کا ایک بال بھی زمین پر گر جائے تو ساری زمین کالی ہو جائے۔ اگر ان کے دانتوں میں سے کوئی باہر نکل آئے تو ساری دُنیا روشن ہو جائے۔ اس کو پھر سورج کی ضرورت نہ ہو اور اگر وہ کلی کر کے سمندر کے کھارے پانی میں تھوک دے تو سارا پانی فرات کی طرح میٹھا ہو جائے، اور اگر عورتیں ان کے حسین چہروں کو دیکھ لیں تو شرم کے مارے قبروں میں اپنے منھ چھپالیں۔ اُن کو دیکھ کر سلطان بڑا ہی حیرت زدہ ہو کر زمین پر بے ہوش ہو کے گر پڑا۔ جب کچھ ہوش آیا تو اپنی طرف سے معذرت پیش کی اور کہا معاف کیجئے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ کا مقام اتنا بلند ہے کسی نے خوب لکھا ہے:

عفوا و فضلا ابا صمیم اهل الله   فرفقت ما فقت من حبی لاهل الله

معافی اور مہربانی ہوئے اہل اللہ کے شریک میں نے کہا جو کچھ کہا محض اپنی محبت کی وجہ سے جو اہل اللہ کیلئے ہے۔

لو ذرة من خبایا نورك المختفی   تجلی لقیل اذا یا نور اهل الله

اگر تمہارے چھپے ہوئے نور کے پردوں میں سے ایک ذرہ باہر آکر روشن ہو جائے تو اس وقت کہا جائے گا اے اہل اللہ کے نور۔

نزهت عن علقة الدنیا وضرتها   طلقتها بائنا یا تاج اهل الله

تم دنیا کے علائق اور اس کی سوکنوں سے پاک ہو۔ اے اہل اللہ کے تاج تم نے ان کو بائن طلاق دیدی ہے۔

یا ملك احیا العصفور عند ایرجو   تزویج تلب لبا زبین اهل الله

ان لوگوں پر تعجب ہے جو چڑیا کو چاہتے ہیں اور اس سے اس کی شادی کر دینا
چاہتے ہیں جو اہل اللہ کے درمیان باز کی حیثیت رکھتا ہے۔

یا غوث ساح فقیرا قد احبک من — لہ قرابۃ اہل البیت اہل اللہ

اے دستگیر اس فقیر کو معاف کیجئے جس نے اہل بیت کی قرابت ہونے کی وجہ سے
آپ سے محبت کی ہے۔

طوبیٰ لقائل اذما قال قائلھا — اہل الملیکۃ اھلا جاء اہل اللہ

قائل (یعنی کائل پٹن) کیلئے خوش بختی ہو۔ جب کہ اس کے کہنے والے نے یہ کہا کہ
یہ شہر چھوٹا سا مکہ ہے جہاں سے بہت سے اہل اللہ پیدا ہوئے ہیں۔

شاہ الحمید الولی الکامل لقطب — محقق سید من عند اہل اللہ

شاہ الحمید ایک کامل ولی اور محقق قطب ہیں اور وہ تمام اہل اللہ کے نزدیک سردار ہیں
سلطان نے ان سے گذارش کی اے اللہ کے ولی خدا سے دعا کیجئے کہ ہم
میں علم زیادہ ہو اور ہم میں عمل صالح اور حلم وصبر زیادہ ہو۔ آپ نے ان کیلئے
بڑی دعا کی جس سے وہاں کے تمام لوگوں کو بیحد فائدہ پہنچا۔ سب نے ان
سے مصافحہ کیا اور وہاں سے رخصت ہوئے۔

ھیل پالیم کے لوگوں کا اسلام قبول کرنا

حضرت کائل پٹن سے نکل کر ھیل پالیم کے
قریے کی طرف روانہ ہوئے اس وقت
شمال کی طرف سے موسمی ہوا چل رہی تھی
اور سارے چشمے اور کنویں جل تھل ہو گئے تھے۔ جب وہ اس قریے میں داخل
ہوئے تو وہاں کے تمام کافر جمع ہو گئے اور جب ان کے چہرے کو دیکھا
تو بے حد متاثر ہوئے اور اپنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا اس
طوفان کی وجہ سے ہماری بہت سی گائیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ آپ ان کو زندہ کر دیجئے
حضرت نے کہا اگر تم اسلام کا کلمہ پڑھ لو تو خدا تم سے اپنا انتقام ہٹا لے گا۔ تمام
لوگوں نے جواب دیا اگر آپ اس سال کی تمام مری ہوئی گایوں کو زندہ کر دو تو ہم ضرور آپ کے

ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ سن کر حضرت مسکرائے اور دل میں کہا وہ دن بہت قریب آنے والا ہے جب کہ یہ سب مسلمان ہو جائینگے۔ حضرت نے انہیں حکم دیا کہ تمام ہڈیوں کو جمع کر لو اور پھر ان کے سامنے تمام لوگوں کو جمع کر لیا اور سب کے سامنے کہا سلے گا یو خدا کے حکم سے تم سب زندہ ہو جاؤ۔ تمام گائیں زندہ ہو گئیں اور ہر ایک اپنے گھر لوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر کافر بہت حیرت میں آئے اور ان سب نے حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت نے ان سب کی ختنہ کروائی اور تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ ان کی برکت سے ان کے اندر اسلام پھیلا اور دن بدن ان مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہوئی چلی گئی۔

میل پالیم میں چلّہ کشی

حضرت نے میل پالیم کی ایک عمدہ ترین جگہ کو اپنی چلّہ کشی کے لئے منتخب کیا اور پھر وہاں حضرت موسیٰ کیطرح فروکش ہو گئے۔ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں خدا کی عبادت کرتے تھے سوتے اُٹھتے بیٹھتے خدا ہی کا ذکر ہوتا تھا۔ بہت سویرے اُٹھتے تھے۔ خطرات اور وسوسوں سے بالکل پاک تھے۔ دلی اطمینان اور سکون بہت زیادہ نصیب ہوتا تھا۔ خدا نے ان کو بڑی جگہ پر بیٹھایا تھا اور ان پر تمکین اور عزت کی خلعت ڈالی تھی۔ وہ تمام شہروں اور دیہاتوں میں رشد و ہدایت کا پیغام لے کر پہنچے اور انسانوں سے لے کر پرندوں تک نے آپ کی مدح سرائی کی۔ جب یہ چلّہ کشی پوری ہو گئی تو وہاں سے باہر نکل آئے۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جب کہ آپ کو اللہ کی نزدیکی اور محبت زیادہ سے زیادہ حاصل نہ ہوتی جاتی ہو۔ ان کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں تھی اور ان کی تجلّی کی بھی کوئی حد نہیں تھی وہ خدا کا اشارہ پانے کے بعد ہی اُٹھتے اور چلتے پھرتے تھے کیونکہ اولیاء کو ہمیشہ خدا کا حکم ملتا رہتا ہے اور وہ خدا ہی کے اشارے پر سارے کام کرتے ہیں اسی کے اشارے سے خرچ کرتے ہیں اسی کے اشارے پر دوسروں کو چھوڑتے اور منع کرتے ہیں۔ اس قسم کا اولین مقام حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کے لئے کسی نے ہدیہ بھیجا ہے۔ سبھوں نے ایک ایک چمڑا اُٹھالیا اور اس کو بچھاکر بیٹھ گئے۔ جب دیہاتی لوگوں نے دیکھا کہ ان فقیروں نے ان کا مال سب چھین لیا ہے اور اس کی قیمت بھی ادا نہیں کی ہے تو وہ پلا پلا کر رونے لگے اور حضرت سے جاکر شکایت کی۔ اور کہا ان لوگوں نے ہمارا مال سب اُٹھالیا ہے۔ اور اس کی قیمت ادا نہیں کی ہے۔ ہم لوگ مسکین اور عاجز ہیں کم ازکم اُس کی قیمت مل جائے تو بڑی مہربانی ہوگی۔ حضرت نے اُن پر رحم کھاکر کہا پیر کے نیچے تمہارے ملک کے سکے موجود ہیں اس میں سے جتنا چاہو اُٹھالو۔ اُنھوں نے دیکھا کہ ان کے پیر کے نیچے ایک کھڑکی ہے جس کے اندر بہت کچھ روپیہ پیسہ بھرا ہے۔ انہوں نے حرص کے مارے اپنی واجبی رقم سے کئی گنا پیسہ اُٹھالیا اور بے حد خوش ہوکر اپنے گھروں کو لوٹے۔ ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ حضرت کے جانے کے بعد اس جگہ کو کھودینگے اور جو کچھ روپیہ پیسہ ملے گا اس کو آپس میں بانٹ لیں گے۔ حضرت اور فقیروں کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ مگر وہاں پیسے کا کہیں بھی نام ونشان نہ تھا۔ جب کوئی چیز دستیاب نہیں ہوسکی تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور جتنا زاید پیسہ لیا تھا اتنا جگہ کے کھودنے میں صرف کردیا۔ ایک نے کہا حضرت کی برکت تھی کہ کم ازکم ہمارے مال کا پیسہ ہمارے ہاتھوں میں بچ گیا۔ ہم نے حضرت کی رضامندی کے بغیر ان سے زیادہ پیسہ حاصل کیا تھا۔ جہاں گڑھے کھودے گئے تھے آج وہ تالاب بن گئے ہیں۔ ان کے پانی سے ایک عالم سیراب ہوتا رہتا ہے۔

بخیل کے جانوروں کا دودھ خشک ہوجانا

حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ ایک رات نتم کے قریب میں ٹھہرے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک فقیر حضرت کے ہرن کے لئے دودھ خریدنے کے لئے باہر نکلا۔ اور ایک گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی او

ہڈیوں کو جمع کر لیں۔ حضرت نے ان ہڈیوں پر چھڑی سے مارا اور کہا اے
گائے خدا کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ گائے فوراً زندہ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر
لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ گوالہ اس گائے کو لے کر چلا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ گوالے درحقیقت برہمن تھے۔ دنیا میں ان سے
بڑھ کر کافر اور سرکش کوئی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ حد سے زیادہ مسلمانوں سے
نفرت کرتے ہیں، جب مسلمانوں میں سے کوئی اس کو چھو لیتا ہے تو وہ غسل کرنا
اسی طرح ضروری سمجھتا ہے جس طرح کوئی جنبی یا حیض والی عورت غسل کرنا
ضروری سمجھتی ہے۔ یہ لوگ گائے کے پیشاب کو پاک اور مقدس سمجھتے
ہیں اور اس کو پیتے ہیں اور ان کے گوبر کو جلا کر اس کی راکھ اپنی پیشانیوں
اور اپنے سینوں پر ملتے ہیں اور کچی گوبر سے اپنے صحن وغیرہ لیپتے ہیں وہ
گائے کو مارنا سب سے بڑا پاپ سمجھتے ہیں۔ انہی نے گوسالہ پرستی کی تھی۔
اسی کی وجہ سے بہت سی گندگیوں میں پڑ گئے اور مکھیوں اور گھونسوں
کی طرح پلید ہو گئے۔ یہ لوگ نمرود کے مددگاروں کی اولاد سے ہیں۔ وہی نمرود
جس نے حضرت ابراہیم نبی اللہ کو گوپھن میں ڈال کر آگ میں پھینک کر جلانے
کی کوشش کی تھی۔ خدا ان پر لعنت کرے اور ان کو اپنی رحمت سے دور
رکھے اور ان کو ان کے بغض و کینہ کی بنا پر ان کو ہلاک کرے۔

آبکڑی میں ورود

حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور آبکڑی کے قریب ایک ایسی جگہ اترے جہاں پانی کا نہایت
چشمہ اور سایہ دار درختوں کا ایک عمدہ باغ تھا۔ جب کہ سب لوگ وہاں استرا-
حت کر رہے تھے۔ چند لوگ دیہات سے اپنے سروں پر ہرنوں اور بکریوں کے
چمڑے اٹھا لائے۔ وزن کی وجہ سے ان کے بدن جھکے جا رہے تھے۔ ان
کے بدن سے پسینہ بہتا جا رہا تھا۔ فقیروں کے پاس پہنچ کر اپنے سر کا بوجھ
نیچے رکھا اور کچھ سستانا چاہا۔ جب فقیروں نے یہ چمڑا دیکھا تو سمجھا کہ حضرت

توبہ کرو۔ کیا تم نے قرآن مجید کا یہ حکم نہیں سُنا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے جو بھی اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہے اُس کو چاہئے کہ نیک کام کرتے
رہے اور خدا کی بندگی میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔ راوی کہتا ہے کہ
ساری جماعت اُمّی تھی۔ اُن کا اعتقاد ابھی تک پکا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ہر
ایک نے اپنے گھر میں ایک بُت بنا رکھا تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ بت بلاؤں
کو دفع کریں گے اور جنوں اور شیطانوں کو ہانکیں گے۔ بعض جادوگر کافروں
کے کہنے سے ان کا بتوں پر بھروسہ ہوگیا تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے حضرت
کی بات سُنی تو سب دوڑے ہوئے اپنے گھر گئے۔ مگر ان کے تعجب کی کوئی انتہا
نہیں رہی جبکہ انہوں نے دیکھا کہ سارے بُت اوندھے گرے ہوئے ہیں۔
انھوں نے ان سب کو نہروں میں لے جاکر پھینکا اور حضرت کو جاکر خبر دی اور
سبھوں نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت نے کہا اُمید ہے کہ خُدا تمہاری
برائیوں کو دُور کرے گا اور آپ اُوپر سے تمام بلاؤں کو ہٹا لے گا اور تم سب کو
اپنی پناہ میں لے گا۔ حضرت نے پھر وہ تلوار اپنے دستِ مبارک میں لی اور
اس والی سے کہا لو۔ اس کو اپنے پاس رکھو۔ اس سے تم کو ہر لڑائی میں جیت
حاصل ہوگی، اور تمہاری ریاست قائم رہے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تلوار باپ
سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہی اور اب تک یہ ریاست قائم و دائم ہے۔

جنوں کی فوج کا ہلاک ہونا

نتم کے قریہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت ایک دن حضرت کے پاس آئی
اور بولی آپ والدین سے بھی زیادہ ہمارے لئے رحم دل ہیں اور ہمیں دین اور دُنیا
دونوں کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ہم آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ اس نخیل
کی محرومیت کے دُور ہونے کی دُعا فرمائیے جس نے دودھ کے دینے سے
انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ہو چکا جو کچھ ہو چکا۔ ازل میں جو چیز لکھی جا چکی ہے
اس کا لوٹانا مشکل ہے۔ اس کے ماسوا کوئی اور بات پوچھو اور اس نخیل

کہا کیا آپ لوگوں کے پاس دودھ ہے۔ تاکہ ہمارے حضرت کے ہرن کو پلایا جائے۔ دودھ ہونیکے باوجود گھروالوں نے دینے سے انکار کردیا۔ فقیر کے بُرے حال اور اُس کے لباس سے لوگوں کو نفرت اور کراہت ہوگئی۔ فقیر نے آکر حضرت سے قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا شاید یہاں کے جانوروں میں دودھ نہیں ہوتا۔ اُن کا اتنا کہنا تھا کہ تمام جانوروں کا دودھ خشک ہوگیا۔ یہ دیکھ کر لوگ بے حد پریشان ہوئے اور حضرت کے پاس دوڑے ہوئے چلے آئے۔ لوگوں نے کہا آپ نے تو صرف ایک بخیل کے متعلق دعا فرمائی تھی۔ سارے قریہ پر بددعا نہیں کی تھی۔ ہم سب بے قصور ہیں۔ حضرت نے ان پر رحم کھاکر پھر سے دعا کی اور کہا یا اللہ اُن کی روزی میں وسعت دے اور ان کے جانوروں کا دودھ بڑھادے، اور اُس بخیل کو محروم کردے۔ قریہ کے تمام جانوروں میں دودھ ہونے لگا۔ صرف اس بخیل کے گھر کا دودھ سوکھ گیا۔ اگر کوئی دودھ والی بھینس یا گائے اس کے گھر آتی تھی تو اس کا دودھ بھی خشک ہوجاتا تھا۔ اب تک اُس کی یہی حالت ہے۔ خُدا ہم سب کو آپ کی حرمت سے محروم نہ رکھے۔ اور دارین میں ہم سب کو غنی کردے۔

حضرت کا ایک رئیس کو تلوار پیش کرنا۔

حضرت نمم کے قریہ میں ایک مدت تک مقیم رہے۔ وہاں کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کے مواعظ سنتے تھے اور آپ کی اور فقیروں کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔ ایسا ہی زمانہ گزرتا گیا یہانتک کہ ان کا رئیس اور والی حضرت کے پاس آیا اور بخوشی خاطر ایک بہترین تلوار بطور تحفہ پیش کی۔ حضرت نے اُس کو لے لیا۔ مگر اُن سب کو مخاطب کرکے کہا۔ تم لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو، لیکن کیا بات ہے کہ تمہارے گھروں میں ابھی تک بُت رکھے ہوئے ہیں۔ جو نہ تم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان تم اپنے گھروں کو جاؤ اور اپنے بتوں کو توڑ دو اور خالص ہو کر خدا کی طرف

توبہ کرو۔ کیا تم نے قرآن مجید کا یہ حکم نہیں سُنا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہے اُس کو چاہئے کہ نیک کام کرتے رہے اور خدا کی بندگی میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔ راوی کہتا ہے کہ ساری جماعت اُمّی تھی۔ اُن کا اعتقاد ابھی تک پکا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ہر ایک نے اپنے گھر میں ایک بُت بنا رکھا تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ بت بلاؤں کو دفع کریں گے اور جنوں اور شیطانوں کو ہانکیں گے۔ بعض جادوگر کافروں کے کہنے سے ان کا بتوں پر بھروسہ ہو گیا تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے حضرت کی بات سُنی تو سب دوڑے ہوئے اپنے گھر گئے۔ مگر ان کے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہی جبکہ انہوں نے دیکھا کہ سارے بت اوندھے گرے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے ان سب کو نہروں میں لے جا کر پھینکا اور حضرت کو جا کر خبر دی اور سبھوں نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت نے کہا اُمید ہے کہ خدا تمہاری بُرائیوں کو دُور کرے گا اور اپنے اُوپر سے تمام بلاؤں کو ہٹا لے گا اور تم سب کو اپنی پناہ میں لے گا۔ حضرت نے پھر وہ تلوار اپنے دستِ مبارک میں لی اور اس والی سے کہا لو۔ اس کو اپنے پاس رکھو۔ اس سے تم کو ہر لڑائی میں جیت حاصل ہوگی، اور تمہاری ریاست قائم رہے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تلوار باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہی اور اب تک یہ ریاست قائم و دائم ہے۔

جنوں کے فوج کا ہلاک ہونا

نتم کے قریہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت ایک دن حضرت کے پاس آئی اور بولی آپ والدین سے بھی زیادہ ہمارے لئے رحم دل ہیں اور ہمیں دین اور دنیا دونوں کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ہم آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ اس نخیل کی محرومیت کے دُور ہونے کی دعا فرمائیے جس نے دودھ کے دینے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ہو چکا جو کچھ ہو چکا۔ ازل میں جو چیز لکھی جا چکی ہے اس کا لوٹنا مشکل ہے۔ اس کے ماسوا کوئی اور بات پوچھو اور اس نخیل

کا کوئی ذکر مت کرو۔ لوگوں نے کہا اے لوگوں کے دستگیر اور مسلمانوں کے مددگار
ہمارے اس قریے کے پاس سے ایک گہری نہر بہتی ہے۔ ہمارے لئے اس کے
علاوہ دوسری کوئی نہر نہیں ہے۔ جس سے میٹھا پانی حاصل ہو سکے۔ مگر جب
بھی ایک سال گذرتا ہے تو پہاڑ سے پانی زوروں سے بہنے لگتا ہے۔ اور پانی
کی سطح پر شیاطین اور بیابانی غول سوار اور پیدل چیختے چلاتے اپنے سروں پر
پیپے اٹھائے ہوئے اور اشعار گنگناتے اور زور زور سے پڑھتے ہوئے
گزرتے ہیں اور تھوڑی دور جا کر غائب ہو جاتے ہیں ان کی ان چیخ وپکار سے
لوگوں کے سروں میں بے انتہا درد ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے بیمار
ہو کر مر جاتے ہیں۔ جب اس کا وقت آتا ہے تو لوگ حد سے زیادہ پریشان
ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمارے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ اور
ہمارے جسموں میں آگ جلنے لگتی ہے۔ حضرت نے پوچھا ایسا کب ہوتا ہے
انہوں نے جواب دیا دو چار دن کے اندر ہی ایسا ہونے والا ہے۔ جب
وہ دن آیا تو حضرت اپنے فقیروں کو لیکر نہر کے کنارے جا کھڑے
ہوئے اور سامنے کی پہاڑی کو دیکھنا شروع کیا۔ وہاں سے شیاطین اور
جنوں کی فوجیں روانہ ہوئیں اور پانی کی سطح پر ناچتی چیختی چلاتی آگے بڑھنے لگیں
جب ان کا ایک گروہ حضرت اور ان کے فقیروں کے سامنے پہنچا تو حضرت نے
آواز دی وہ ملعونو! خاموش کھڑے ہو جاؤ۔ آج تم لوگ ہم سے بچ کر بھاگ
نہیں سکتے جنوں کا گروہ ایسا ہی کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے کہا یہ تم کو کیا ہو جاتا ہے کہ تم
ایسی ہیئت کے ساتھ ناچتے چیختے چلاتے گزرتے ہو جس کی وجہ سے ہمارے لوگ
بڑی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا آج کا دن ہماری
عید کا دن ہے۔ ہم خوشی کرتے ہوئے گزرتے ہیں ہم کسی کو ڈرانا یا کسی کو نقصان
پہنچانا نہیں چاہتے۔ حضرت نے کہا اگر ایسی بات ہے تو چیخنے چلانے کی
بجائے آہستہ آہستہ اشعار پڑھتے ہوئے گزرو۔ اپنے سروں سے پیپے دور کر دو

تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، جنوں نے آپ کی بات مان لی۔ اور ایسا ہی کیا۔ مگر جب انہوں نے اپنے امیر اور والی جن سے جاکر یہ قصہ بیان کیا تو وہ بہت ہی برافروختہ ہو گیا اور کہا کہ ہماری عبد میں مداخلت کرنے والا کون ہوتا ہے؟ امیر اور والی نے تمام جنوں کو بہت ہی سخت سُست کہا اور بولا کہ چند انسانوں کے لیئے ہم اپنی عبد کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر ہم چاہیں تو انسانوں کو بے حد پریشان کر سکتے ہیں۔ اور ان کو قبروں میں دفن کر سکتے ہیں یا سُورج کی آگ میں جلا سکتے ہیں۔ پھر اس جن نے اپنی ایک زبردست فوج تیار کی اور حضرت اور فقیروں کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوا۔ جب حضرت نے ان سب کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو نہر کو حکم دیا اے نہر! ان سب کو ہلاک کر دے اور اپنے پتھروں کے درمیان ان سب کو پیس ڈال، اتنا کہنا تھا کہ نہر کے اندر بڑا جوش پیدا ہوا اور تین زبردست موجیں اٹھیں اور ان سب جنوں کو لپیٹ کر اپنے پتھروں کے درمیان پیس ڈالا۔ یہاں تک کہ سب جن مرد عورت بچے سب ہلاک ہو گئے۔ اس سال سے لے کر اب تک اس نہر کا دستور یہ ہے کہ اس دن تین موجیں اُٹھتی ہیں، اور نہر کے اندر طغیانی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت اپنے فقیروں کے ساتھ اپنے گھر واپس ہوئے۔ لوگ آپ کی کرامتوں کو دیکھ کر بے حد تعجب کر رہے تھے۔ سب لوگوں نے شیاطین اور جنوں کی مصیبت سے بچانے پر حضرت کا شکریہ ادا کیا، اس کے بعد شیاطین اور ابلیسوں کی تکلیف ہمیشہ کے لیئے دُور ہو گئی۔

کشکول کی چوری

جب حضرت نتم کے قریے سے روانہ ہوئے تو وشما پہاڑ پر پہنچے۔ اس کی چوٹی پر ایک بہترین غار تھا، جہاں آپ جاکر بیٹھے اور چالیس دن تک خُدا کی عبادت اور اس کے مشاہدے میں مصروف رہے، جب وہاں سے باہر آئے تو فقرا آپ کا انتظار

کر رہے تھے۔ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند چمک رہا تھا
حضرت کی خلوت کے زمانے میں حضرت یوسف اپنے کشکول سے سب کو کھانا
کھلاتے تھے۔ پہاڑ پر بسنے والے لوگ بھی جن کو تامل زبان میں شناشین کہا
جاتا ہے۔ حضرت کے پاس آتے تھے اور ان کے کشکول کو دیکھ کر بیحد متعجب ہوتے
تھے۔ جب آپ غار سے نکل کر باہر آئے تو پہاڑیوں نے حضرت سے کہا ہم
سب بھوکے پیاسے ہیں۔ ہمیں کچھ کھلائیے اور پلائیے۔ حضرت نے اپنے لڑکے
یوسف کو حکم دیا کہ اپنے کشکول سے ان سب کو پیٹ بھر کر کھلائیں پلائیں۔
حضرت یوسف نے ایسا ہی کیا۔ پہاڑیوں نے دیکھا کہ کھانے سے مشک کی
بو مہک رہی ہے، اور اس میں غیر معمولی لذت محسوس ہوتی ہے۔ سب نے بڑا ہی
تعجب کیا۔ سب لوگوں نے حضرت کے پیروں کا بوسہ لیا اور اپنے گھروں کو لوٹ
گئے۔ پھر جب ان کی محفل میں حضرت کا تذکرہ اور کشکول کا ذکر آیا تو ان کے ایک
عقلمند آدمی نے کہا کہ حضرت کی یہ سب برکت اور کرامت محض ان کے کشکول
کی وجہ سے ہے اگر یہ کشکول نہ ہو تو پھر ان کی کوئی کرامت ہویدا نہیں ہو سکتی
بہتر ہے کہ ہم رات کے اندھیرے میں اس کو چرا لے آئیں اور ہمارے پاس لاکر
رکھیں۔ اس صورت میں ہمارا کوئی آدمی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ تمام لوگوں نے
کشکول چوری کرنے پر اتفاق کر لیا۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو پہاڑی لوگ
دبے پاؤں آئے اور فقیروں کو سوتا ہوا دیکھا۔ جب کشکول کو تلاش کیا تو دیکھا کہ
حضرت یوسف اسے اپنے سر کو تکیہ بنائے ہوئے ہیں۔ آہستہ سے اس کو
کھینچا اور اس کو لے کر دوسرے پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں ایک غار میں
زبردست گڑھا کھود کر اس کو چھپا دیا اور اس گڑھے کا منہ ایک بڑے
پتھر سے بند کر دیا اور اس پر مٹی ڈالدی تاکہ کسی کو اس گڑھے کا نشان معلوم نہ ہو
پھر وہ اپنے ایک جادوگر کے پاس جمع ہوئے جس نے کچھ پڑھ کر پھونکا، اس کے
متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ان سب لوگوں کو اندھا کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

طول زماں کی وجہ سے مٹ چکی تھی اس لئے آپ نے ایک فقیر کو وہاں کے کافر امیر نرو ملے نایکن کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ یہ ایک ولی کامل ہیں، جو بھی ان کے قبر کی زیارت کرے گا۔ اس کی دعا قبول ہوگی۔ اور جو بھی ان کی قبر پر قبہ بنائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دولت کو زیادہ کرے گا۔ جب امیر نے فقیر کی بات سنی تو کہا ہم کو مسلمانوں کی قبروں سے کیا واسطہ۔ ہم ان کی زیارت کرنے کے لئے نہیں جاتے اور ہم ان کی قبروں پر کوئی قبہ وغیرہ تعمیر نہیں کرسکتے۔ فقیر نے واپس جا کر حضرت کو یہ بات سنائی۔ حضرت یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس رات امیر نے خواب دیکھا کہ کوئی اس کو اٹھا کر ہوا میں پھینک رہا ہے۔ اور جب وہ نیچے پہنچا تو کسی نے اس کو تھام لیا اور اس کو زمین پر رکھ دیا جب بیدار ہوا تو اس پر خوف طاری ہوگیا۔ اسے رات بھر نیند نہیں آئی۔ سویرے تعبیر کرنے والے کو بلایا اور اپنا خواب بیان کیا اس نے کہا تم پر کوئی بڑی شامت آنے والی ہے۔ یہ تمہارے اس عمل کی پاداش ہے جو تم سے کل سرزد ہوا ہے امیر کو فوراً حضرت کے پیام کا خیال آیا۔ وہ امیر دوڑا ہوا حضرت کے پاس پہنچا اور اپنی نافرمانی کے لئے معذرت چاہی اور پاؤں پر گر کر معافی مانگنا شروع کیا اور کہا میں آپ کے مرتبہ کو پہچان نہیں سکا اور آپ کے کلام کی عزت نہیں کرسکا۔ حضرت نے اس پر رحم کیا اور کہا جاؤ اس ولی کی قبر پر پختہ عمارت بنادو۔ اس نے کہا بسر و چشم میں یہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے کالا اور چکنا پتھر منگوایا اور پھر اُن کی مدد سے اس قبر پر ایک بہترین گنبد تیار کیا۔ اب تک یہ گنبد موجود ہے۔ لوگ ہمیشہ اُس کی زیارت کرتے آرہے ہیں۔

طبل عالم کی زیارت

حضرت مدورے سے ترچناپلی گئے، وہ طبل عالم بادشاہ نطھر ولی کے قبر کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ نطھر ولی اپنے روضہ کے خادموں کے خواب

ہیں کہ آپ اپنے جوتوں سے ہمارے سر اور ہیں ڈالیں اور ہمارے رو برو ہیں نہ ڈالیں۔ جب ان لوگوں نے دل سے معافی مانگی تو حضرت نے ان کا عذر قبول کر لیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ سب لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا حضرت نے اپنے قیفردل کو حکم دیا کہ ان کو اسلام کی تعلیم دیں اور انہیں نماز روزے کے پابند بنائیں۔ وہ سب نماز روزے کے پابند ہو گئے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدے کے گھٹے نمودار ہو گئے تھے۔

جب حضرت وہاں سے چلنے لگے تو ان پہاڑیوں کو بلا کر کہا۔ تم نے رات کے اندھیرے میں ہمارے کشکول کو چرانے کی کوشش کی۔ اب ہم دن کے اُجالے میں خوشی سے تمہیں یہ کشکول دیتے ہیں۔ اس کو اپنے پاس رکھو۔ خُدا تمہارے تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے تمہاری روزی میں وسعت پیدا کریگا اور اس جگہ سے تمہیں روزی پہنچائے گا، جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہیں ہوگا انہوں نے خوشی کے ساتھ اس کو لے کر رکھ لیا۔ اس کے ذریعے انہیں روزی کے راستے کھل گئے اور اُن میں فارغ البالی پیدا ہو گئی اُن کے اخلاق سدھر گئے۔

حضرت وہاں سے مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کشکول عجیب خصوصیت رکھتا تھا۔ یہ حضرت یوسف کا کشکول تھا کسی دوسرے کا نہیں تھا۔ اے میرے بھائی تم یہ نہ سمجھو کہ یہ وہی کشکول تھا جو حضرت آدم کی طرف سے جودی پہاڑ کے نزدیک حضرت کو ملا تھا۔

علاء الدین جیلانی کا مقبرہ تیار کرنا

حضرت وہاں سے مدورا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ سلطان علاء الدین جیلانی کی قبر کی زیارت کریں جو مدورا میں دفن ہیں حضرت نے قبر پر کھڑے ہو کر کچھ قرآن مجید پڑھا اور اُن کی روح کو ثواب بخشا اور سلام بھیجا۔ پھر کچھ دیر تک وہاں ٹھہرے رہے۔ چونکہ اُن کی قبر

لگے تھے اور پردوں کے پیچھے عالم ملکوت کی ساری باتیں معلوم ہو رہی تھیں تین دن کے بعد حضرت مقبرے سے نکل آئے اس وقت آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

تنجاور کے امیر کا تندرست ہو جانا

حضرت وہاں سے اپنے فقیروں کو لے کر تنجاور پہنچے اور وہاں چند دن خدا کی عبادت کی۔ جب وہاں کے امیر کو حضرت کے فضل و کمال کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے وزیروں کو بلاکر مشورہ کیا اور کہا کہ میری بیماری کا ابتک کوئی علاج نہیں ہو سکا ہے۔ کیوں نہ حضرت کی طرف رجوع کیا جائے تمام وزیروں کی متفقہ یہ رائے ہوئی کہ ایک خاص وزیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا جائے۔ اس وزیر نے امیر کی ساری حالت بیان کی تو حضرت کو اس پہ ترس آیا وہ اور ان کے فقیر امیر کے محل تک تشریف لائے وزیر نے حضرت کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور فقیروں کو بھی اچھی اور شاندار کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ حضرت نے کہا امیر کو اٹھا کر یہاں لایا جائے۔ اس میں نہ بولنے کی طاقت تھی اور نہ اٹھنے بیٹھنے کی قوت تھی۔ اس پر جادو کیا گیا تھا۔ اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ گونگا نہیں تھا۔ اس امیر کا نام اچھپف نایکن تھا۔ اس امیر کی بیوی حضرت کے پاس دوڑی ہوئی آئی۔ اس نے کہا اے ہمارے مددگار اور دستگیر میرا شوہر کئی مہینوں سے بیمار ہے۔ تمام حکیم اس کے علاج سے عاجز آ چکے ہیں۔ جتنی دوا دی جاتی ہے۔ اتنا ہی مرض بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ہم نے آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سنا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے سوا ہمارے لئے اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ آپ ہی سے میرے شوہر کا علاج ہو سکتا ہے۔ اس وقت حضرت کو بھی اس پر بڑا رحم آیا۔ خدا کی طرف سے امیر کے اچھے ہونے کا وقت آ چکا تھا۔ حضرت نے ایک فقیر کو حکم دیا اور کہا کہ جاؤ اس عمارت کی بلند سطح پر چڑھ کر دیواروں کے سوراخوں کو ٹٹولو۔

میں آکر کہنے لگے کہ زمانے کے قطب شاہ الحمید ہماری زیارت کے لئے تشریف
لا رہے ہیں۔ باہر نکل کر ان کا استقبال کرنا اور بڑی عزت و شان کے ساتھ
ان کو یہاں لے آنا۔ اور اُن کی اور ان کے فقراء کی بڑی تعظیم و تکریم کرنا اور
انہیں اچھی طرح کھلانا پلانا۔ جب خدام بیدار ہوئے تو ہر ایک نے دوسرے
سے اپنا خواب بیان کیا۔ سب نے مل کر کھانے پینے اور میوہ جات کا پورا انتظام
کیا اور اپنے گھروں کو پاک صاف کیا اس امید میں کہ شاہ الحمید آئیں تو
ان کے گھر میں اُتریں مگر وہ جب آئے تو سیدھے درگاہ کے پاس پہنچے جب
دروازے کے قریب پہنچے تو بغیر کنجی لگانے کے دروازہ خود بخود کھل گیا اور
جب اندر داخل ہوئے تو یہ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ بہت دیر تک اندر ہی
رہے۔ جب روضہ کے خادموں نے دیکھا کہ وہ باہر نہیں آرہے ہیں تو ان لوگوں
نے حضرت یوسف اور تمام فقیروں سے گذارش کی کہ تناول طعام ما حضر سے
سب کو ممنون فرمائیں۔ حضرت یوسف اور فقیروں نے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا
کھایا۔ قسم قسم کے الوان نعمت دستر خوان پر چُنے ہوئے تھے۔ جب شام ہوگئی
تو روضہ کے خادم نے معمول کے مطابق اندر جاکر چراغ جلانا چاہا۔ کنجی کے
ذریعہ دروازہ کھولنے کی کوشش کی گئی مگر وہ نہیں کھلا۔ اس وقت جالی میں
سے جھانک کر دیکھا اُس کے تعجب کی انتہا نہ رہی جبکہ اس نے دیکھا کہ چھت سے
لے کر زمین تک ایک روشنی موجود ہے، اور حضرت کسی کے ساتھ گفتگو میں مشغول
تھے۔ ان کے سامنے جنت کا ایک بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ جس میں سے وہ کوئی
چیز کھا رہے تھے۔ جب خادم نے دیکھ لیا تو حضرت کو بھی اُس کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے
اس پیالہ میں سے کچھ نکال کر خادم کو دیا۔ جس نے ایک ہاتھ سے اس کو دوسرے
ہاتھ میں لیا اور کچھ پریشان سا ہو گیا۔ حضرت نے کہا پریشان مت ہو۔ اس کو کھا لو۔ جب
اس نے کھایا تو بہت ہی لذیذ معلوم ہوا۔ اس میں مشک کی خوشبو تھی۔ اُس پر اس نے
خُدا کا شکر ادا کیا۔ جب اس نے یہ چیز کھالی تو اس پر سارے اسرار منکشف ہو گئے

ہے۔ آپ ان کو فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیں۔ حضرت نے یوسف کو حکم دیا کہ کمزوروں اور مسکینوں میں اس مال کو تقسیم کر دیں۔ جب حضرت اپنے فقرا کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تو امیر وزراء اور تمام لوگ ان کی مشایعت کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت نے کہا تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ خدا اولاد اور اموال سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہاری آبادیاں بڑھتی جائیں گی۔ یہ خوش خبری سن کر سب لوگ وہاں سے لوٹے۔ راوی کہتا ہے کہ امیر نے اسی رات اپنی بیوی سے صحبت کی اور اسی دن اس کو حمل ٹھہر گیا۔ اور نو ماہ کے بعد ایک چاند سا بچہ پیدا ہوا۔ جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

تیر کا کھڑا ہو جانا

حضرت وہاں سے نروالور کی طرف روانہ ہوئے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ایک بہت بڑا تیر کھینچے چلے جا رہے ہیں۔ راستے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے گزرنا بیحد مشکل تھا۔ لوگ رسیوں کو لے کر اس تیر کو کھینچنے کی کوشش کر رہے تھے حضرت چاہتے تھے کہ کوئی مناسب گھر مل جائے جہاں پہنچ کر وہ آرام کر سکیں۔ اس راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جہاں سے وہ لوگ تیر کھینچے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ جب اس تیر پر حضرت کی نظر پڑی تو وہ پہاڑ کی طرح رک گیا۔ لاکھ کھینچا جاتا تھا۔ مگر وہ آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ادھر ادھر کے بہت سے لوگوں کو بلایا گیا مگر وہ ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس پر سب لوگوں کو بڑا تعجب ہوا

ہدایہ کا مصنف لکھتا ہے کہ جب فقیروں کے ساتھ اس گلی سے گزرنے لگے جس میں سے کفار تیر کھینچتے لے جا رہے تھے تو ایک فقیر کافروں کے عامل سے ٹکرا کر آگے بڑھ گیا۔ اس پر اس عامل کو غصہ آگیا اور اس نے ایک دو تھپڑ رسید کر دیئے۔ فقیر نے حضرت سے جا کر شکایت کی حضرت غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے تیر پر ایک نظر ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

اور اس میں سے جو چیز ملے نکال لے آؤ۔ اس میں سے ایک کبوتر کی پتلی
تھی جو ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ حضرت نے کہا اس کو کھولو۔ اور پتلی کے
بدن میں جو سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ ان کو ایک ایک کر کے دور کرو۔ جیسے ہی
یہ سوئیاں نکالی جاتی تھیں امیر کے اعضا بھی ڈھیلے ہو رہے تھے اور کھنچے
جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھ کر اچھی طرح سے چل پھرنے لگا اور اس کی
زبان بھی کھل گئی۔ حضرت نے میٹھا پانی منگوایا اور اس میں معوذتین اور
قرآن کی دوسری آیتیں پڑھ کر پھونکا اور امیر کو حکم دیا کہ اس کا پانی بدن پر
مل لے۔ اور باقی پی جائے۔ جب وہ پانی پی گیا تو اس کا چہرہ اور بدن بالکل
پاک صاف اور خوبصورت ہو گیا۔ امیر حضرت کے پیروں پر گر پڑا اور رالیں ٹپکا
لیا پھر بہت ہی عاجزی کے ساتھ بولا، آپ نے ایک مسحور اور اپاہج کو پھر سے
چنگا کر کے مجھ پر بہت بڑا اکرم کیا۔ اگر میں امیر کی جگہ پر بھی ہو جاؤں تب بھی
آپ کے مقابلے میں ایک ذلیل گدھے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اگر میں اپنی
پیٹھ کو آپ کے لئے سواری بناؤں تو بھی اس میں میرے لئے بہت بڑا اشرف
حاصل ہو گا۔ میں اور میری روح آپ پر فدا ہوں۔ خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائیے
کہ میرا بانجھ پن بھی اسی طرح دور ہو جائے۔ حضرت نے کہا بہت ممکن ہے کہ خدا تمہاری
نسل کو جاری رکھے، اور ایک زمانے تک تمہاری اولاد میں امارت باقی رہے۔
امیر یہ سن کر بہت خوش ہو گیا۔ اس کو یقین تھا کہ حضرت کی یہ پیشینگوئی ضرور سچ
ثابت ہو کر رہے گی۔ حضرت وہاں سے جب چلنے لگے تو امیر نے بہت سے
دینار موتی اور جواہرات لا کر پیش کئے۔ حضرت نے کہا مجھے اس دنیا کی
مال و متاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امیر نے گڑگڑا کر درخواست کی
کم از کم ہماری طرف سے کوئی خدمت قبول فرمائیے۔ حضرت نے کہا کہ ہم خدا
کی عبادت کے لئے کچھ زمین لیں گے۔ امیر نے کہا جہاں بھی آپ ارشاد فرمائیں
اتنی زمین میں لکھ دینے کے لئے تیار ہوں۔ امیر نے کہا یہ مال [illegible]

ہے۔ آپ ان کو فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیں۔ حضرت نے یوسف کو حکم دیا کہ کمزوروں اور مسکینوں میں اس مال کو تقسیم کردیں۔ جب حضرت اپنے فقرا کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے، تو امیر وزراء اور تمام لوگ ان کی مشایعت کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت نے کہا تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ خدا اولاد اور اموال سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہاری آبادیاں بڑھتی جائیں گی۔ یہ خوش خبری سن کر سب لوگ وہاں سے لوٹے۔ راوی کہتا ہے کہ امیر نے اسی رات اپنی بیوی سے صحبت کی اور اسی دن اس کو حمل ٹھہر گیا۔ اور نوماہ کے بعد ایک چاند سا بچہ پیدا ہوا۔ جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

تیر کا کھڑا ہو جانا

حضرت وہاں سے تروالور کی طرف روانہ ہوئے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ایک بہت بڑا تیر کھینچے چلے جارہے ہیں۔ راستے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے گزرنا بیحد مشکل تھا۔ لوگ رسیوں کو سے کر اس تیر کو کھینچنے کی کوشش کررہے تھے حضرت چاہتے تھے کہ کوئی مناسب گھر مل جائے جہاں پہنچ کر وہ آرام کرسکیں۔ اس راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ جہاں سے وہ لوگ تیر کھینچتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ جب اس تیر پر حضرت کی نظر پڑی تو وہ پہاڑ کی طرح رک گیا۔ لاکھ کھینچا جاتا تھا۔ مگر وہ آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ادھر ادھر کے بہت سے لوگوں کو بلایا گیا مگر وہ ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس پر سب لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

ہدایہ کا مصنف لکھتا ہے کہ جب فقیروں کے ساتھ اس گلی سے گزرنے لگے جس میں سے کفار تیر کھینچتے لے جارہے تھے تو ایک فقیر کافروں کے عامل سے ٹکرا کر آگے بڑھ گیا۔ اس پر اس عامل کو غصہ آگیا اور اس نے ایک دو تھپڑ رسید کردیئے۔ فقیر نے حضرت سے جاکر شکایت کی حضرت غضب ناک ہوگئے اور انہوں نے تیر پر ایک تیز نظر ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

وہ جہاں تھا وہیں ختم گیا۔ کافروں کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ سب نے مل کر آپس میں
مشورہ کیا۔ ان کے ایک بڑے آدمی نے جس کا نام کنک سبھی پنڈارم تھا کہا
بہت ممکن ہے کہ یہ اس فقیر کا کھیل ہو جو ابھی ابھی یہاں وارد ہوا ہے۔
اس کے متعلق بہت سی کرامتیں سنی جا رہی ہیں۔ لوگوں نے ان مسلمانوں
کی مدد لی جو وہاں رہتے تھے۔ ان سے کہا ذرا حضرت کے پاس چل کر ہماری
سفارش کر دیں۔ جب سب مل کر حضرت کے پاس آئے تو کنک سبھی پنڈارم
حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور کہا اے مظہر العجائب والغرائب ہم آپ کے
پاس یہ عاجزانہ درخواست لے کر آئے ہیں کہ آپ ہماری عادتوں کے مطابق
تیر کے لیجانے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔ جب ہماری تعداد دس ہزار ہوتی تھی
تو ہم آسانی کے ساتھ یہ عظیم الشان تیر کھینچ لے جاتے تھے۔ اب ہمارے بیس ہزار
آدمی بھی اس کو ایک انچ آگے نہیں بڑھا سکتے۔ غالباً یہ آپ کی خفگی کی
وجہ سے ہے۔ جب حضرت نے اس کی بات سنیں تو ان کا دل نرم پڑ گیا اور وہ
خود ہی تیر کی طرف چلے آئے اور لوگوں کو سرکا کر آگے بڑھے اور تیر پر
اپنی لاٹھی ماری اور کہا اے ملعون آگے بڑھ جا۔ آپ کی زبانِ مبارک سے
یہ کلمہ ادا بھی نہیں ہوا تھا کہ تیر خود بخود ایک گھوڑے کی تیز رفتاری سے
آگے چلنا شروع ہوا اور ان کی گلی کو پار کرتا ہوا اپنے مقام پر پہنچ گیا۔
کسی کو ذرا بھی دھکا یا زخم نہیں آیا یہ دیکھ کر تمام لوگ مبہوت ہو گئے اور
سب حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کو تیر کہا جاتا
ہے۔ یہ بہت بڑی لکڑیوں کے تختوں سے بنایا جاتا ہے۔ اس پر طرح
طرح کی تصویریں ہوتی ہیں، اس تیر کے اوپر ان کا بت رکھا جاتا ہے۔
جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان کا خدا ہے۔ جب ایک دال
گزر چکتا ہے تو وہ اس کو اپنی گلیوں میں کھینچتے پھرتے ہیں۔ اے بھائی
تو ہرگز ہرگز ہرگز یہ مت سمجھ کہ حضرت نے تیر پر اپنی لاٹھی مار کر

ان کا فرض تھی امداد و اعانت کی۔ اس قسم کا خیال کرنا درحقیقت خدا والوں کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔ خدا ہمیں ان کی برکتوں سے محروم نہ کرے۔ لاٹھی مارنے سے تبر کا چلنا یا کھڑا ہو جانا درحقیقت اس کی اہانت کرنا ہے۔ اس سے خود کفار پر یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کا تبر بھی حضرت کے حکم کا تابع اور فرمانبردار ہے۔ وہ نہ تو ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی نقصان کر سکتا ہے۔ جب یہ لوگ تنہائی میں اس مسئلہ پر سوچیں گے تو یقیناً اس سے منہ پھیرنے لگیں گے۔ اور خدا کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو درحقیقت نفع و ضرر کا مالک ہے۔ جب قوم ایسی باتوں کے متعلق سوچتی نہیں ہے تو گمراہ ہو جاتی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

سوکھے ہوئے ناریل کے درخت کو ہرا بھرا کر دینا۔

حضرت تروالور کے قریے میں مقیم تھے کہ ایک دن ایک بوڑھا کمزور اور مفلس برہمن ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کی برکت سے تنجاور کا امیر تندرست ہو گیا۔ تروالور کا تبر آپ کی وجہ سے چل پڑا آپ کی کرامتیں زبان زد عام ہو گئی ہیں۔ جب کبھی آپ کا کوئی کارنامہ ہوتا ہے تو ہر طرف سے واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ مجھے بھی ایک شکایت ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو کچھ بیان کروں ورنہ اپنا سوکھا منہ لے کر واپس لوٹ جاؤں۔ حضرت نے کہا کہو جو کچھ تمہیں کہنا ہے انشاء اللہ تمہاری مراد پوری ہوگی۔ برہمن نے نہایت درد انگیز لہجہ میں کہا کہ میرے پاس ناریل کا ایک بہترین درخت تھا جس میں بہت زیادہ پھل لگتے تھے۔ اور اس کا پانی بہت میٹھا ہوتا تھا۔ اس سے میرے بال بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ درخت بالکل سوکھ گیا۔ اب صرف اس کا تنا باقی رہ گیا ہے۔ جو جلانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ کبھی

ابھی چند دن کا مہمان ہے۔ میری بیوی بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔
اب تک ان کے کھلانے پلانے کی کوئی سبیل نہ کر سکا۔ جب حضرت نے اس
کی یہ تکلیف سنی تو خدا سے دعا کی۔ وہ درخت پھر سے ہرا بھرا ہوگیا
اس میں بہتر بن پتے نکل آئے۔ اس کے پھلوں میں پہلے سے زیادہ مٹھاس
پیدا ہوگئی تھی۔ اس کی وجہ سے برہمن کے بال بچے بے حد خوش ہوئے ان
کی ساری تکلیف جاتی رہی۔ جب شہر والوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ
بھی دوڑے چلے آئے اور حضرت کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ جب تک
حضرت وہاں رہے ان لوگوں نے ان کی بڑی خدمت کی۔ برہمن اُن کی بدولت
بہت خوش حال اور مالدار ہوگیا تھا۔

دو اسرائیلی بزرگوں کی مٹی ہوئی قبروں پر فاتحہ پڑھنا۔

حضرت ترو الور سے مشرق کیطرف
روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ
کھڑے ہو کر آپ نے فاتحہ پڑھی۔
کوئی یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس کا کیا سبب ہے ایک فقیر نے جرأت کر کے پوچھ
ہی ڈالا۔ حضرت نے کہا یہاں دو اسرائیلی بزرگ دفن ہیں۔ ان کی قبریں
عنقریب ظاہر اور نمودار ہوں گی اور لوگ کثرت سے ان کی زیارت کرنے
لگیں گے۔ ان کی کرامتیں ہر جگہ مشہور ہوں گی۔ اور ان کی بدولت لوگوں کی
بہت سی حاجتیں پوری ہوں گی۔ میں نے اسی غرض سے یہاں فاتحہ پڑھی
ہے۔ اور ان کا ثواب ان دونوں کی روح کو پہنچایا ہے۔ اس سے زیادہ میرا
کوئی مقصد نہیں تھا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی تھوڑا زمانہ بھی نہیں گزرا تھا
کہ اس جگہ سے دو قبریں نمودار ہوئیں جیسا کہ حضرت نے کہا تھا۔ اس کا
سبب کیا تھا کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ ہدایہ کا مصنف لکھتا ہے کہ جس جگہ
حضرت نے کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھی تھی وہاں دو اسرائیلی بزرگ دفن
تھے جن کا نام شیخ عبدالفتاح اسرائیلی اور شیخ عبدالرزاق اسرائیلی تھا۔

خدا ہمیں ان دونوں فتوحات کی برکت سے مالا مال کرے اور دارین کی سعادت نصیب کرے۔

فقراء کی تنبیہ

حضرت اپنے فقیروں کو لیکر تیرام بیٹھ کے قریب کے قریب ایک جگہ جا کر ٹھہرے جب وہاں کے غریب لوگوں کو اُن کے آنے کی اطلاع ہوئی تو دوڑتے ہوئے حضرت کے پاس چلے آئے۔ ان سے درخواست کی کہ اُن کے گھروں تک قدم رنجہ فرمائیں۔ اور گھروں میں جو کچھ موجود ہے اس کو تناول فرمائیں۔ حضرت نے ان کی دعوت قبول کر لی اور قریے سے قریب ایک جھاڑ کے نیچے اُتر پڑے۔ تمام لوگ اپنے اپنے گھروں سے پکا ہوا کھانا لے آئے۔ جب طبقوں کے اوپر کے ڈھکن کھولے گئے تو فقیروں نے دیکھا کہ بہت ہی ردی چاول پکا ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساگ پات کی چیزیں موجود ہیں۔ فقیر یہ دیکھ کر برافروختہ ہو گئے اور کہا تم لوگ اس قسم کا ادنیٰ کھانا کس طرح شیخ الاولیاء کو کھانے کی جرأت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اس قسم کا کھانا کھلاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ لوگوں نے معذرت پیش کی اور کہا ہم سب بالکل غریب ہیں۔ ہم سے جلدی میں جو میسر ہو سکا ہم نے پیش کیا ہے۔ انہیں ڈر ہو گیا تھا کہ فقیر اس قسم کے کھانے سے انکار کریں گے۔ اتنے میں حضرت اس طرف آنکلے۔ جب اُن کو یہ معلوم ہوا تو وہ فقیروں پر خوب برسے۔ اور کہا کہ تم اس قسم کے کھانے سے کیونکر انکار کر سکتے ہو۔ جبکہ ان غریبوں نے مل کر یہ چیز تمہارے سامنے پیش کی ہے۔ دُنیاداروں کے اخلاق مت اختیار کرو۔ تم اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شمار کرتے ہو اور آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ اور اخلاق حمیدہ سے کوسوں دُور بھاگتے ہو۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے کو بھی ناپسند نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو کھا لیتے اور اُن کا جی نہیں چاہتا تو اس سے انکار یا کراہت نہیں کرتے بلکہ اس شخص کو دیدیتے تھے جو اس کو کھا سکتا تھا۔ کھلانے والے

کا جیسا اکرام کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کے کھانوں کا بھی اکرام ہونا چاہیے۔
حضرت نے فقیروں کو بڑی نصیحت کی۔ سب نے معذرت چاہی اور غریبوں سے
معافی مانگی۔ پھر فقیروں کو حکم دیا کہ ان کھانوں اور ساگ پات کو گاؤں کے کنووں
میں ڈالدیں تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس دن سے لے کر
آج تک یہ کھانے اس کنویں میں خدا کی برکت سے موجود ہیں۔

مسجد کی تعمیر

حضرت تیرام پیٹے میں ایک مسجد تلاش کر رہے تھے تاکہ
اس میں آرام سے نماز پڑھیں اور وہاں آرام کریں گاؤں
کے لوگوں نے کہا کہ اپنے اندر سکت نہ ہونے کی وجہ سے اب تک کوئی مسجد تیار
نہ کرسکے۔ ہم لوگوں نے ایک مرتبہ چونا گارا اور تعمیر کی بہت سی چیزیں تیار کیں۔
مگر ان سے چار ستون بھی نہ بنا سکے جن پر چھت بنائی جائے۔ حضرت نے یہ سن کر
انہیں ایک جگہ کھودنے کا حکم دیا۔ اس میں سے چار عمدہ اور بہترین ستون نکل
آئے۔ یہ دیکھ کر تمام لوگوں کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ ان ستونوں پر چھت ڈال کر مسجد
تیار کردی۔ یہ مسجد حضرت کی برکت سے اب تک نمازیوں سے بھری ہوئی رہی ہے۔
راوی کہتا ہے کہ حیدر علی کے زمانے میں جب شہسواروں نے ان ستونوں کو نکالنا
چاہا تو لوگوں نے ان کو مار کر بھگا دیا۔

کوتا نلور میں ورود

حضرت تیرام پیٹے سے کوتا نلور روانہ ہوئے اور
اور وہاں کی مسجد میں مقیم ہوئے۔ گاؤں کے لوگ
آپ کے پاس آتے تھے۔ اور آپ کے مواعظِ حسنہ سے بیحد مستفید ہوتے تھے اور اپنی
جانوں اور اپنے مالوں سے ان کی خدمت کرتے رہے۔ جب حضرت وہاں سے چلنے
لگے تو گاؤں والوں کو ان کی جدائی بہت شاق گزری۔ وہ بہت دور تک ان کی
متابعت کے لیے گئے۔ حضرت نے ان کو رخصت کیا اور کہا اپنے گھروں کو واپس جاؤ
پھر ان کے لئے دعا کی۔ راوی کہتا ہے کہ وہ مسجد اب تک معمور ہے۔ جب کوئی شخص
رات میں وہاں سوتا ہے تو آدھی رات میں کوئی اس کو اٹھا کر کھینچ لے جاتا ہے۔

اور فضا میں پھینک دیتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ مسجد ہی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ وہ مسجد میں شب بیداری کرنے کی بجائے سونے کی کوشش کرتا ہے۔

مری ہوئی گائے کو زندہ کرنا

حضرت وہاں سے ترکلاچیری تشریف لے آئے وہاں کا ایک مسلمان آپ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ حضرت نے سلام کا جواب دیا۔ اس شخص نے اپنی تنگئ معاش کی شکایت کی اور کہا میں ایک کاشتکار آدمی ہوں۔ میرے پاس دو گائیں تھیں جن سے میں ہل جوتنے کا کام لیا کرتا تھا۔ اُن سے جو مزدوری ملتی تھی اس سے اپنا پیٹ پالتا تھا۔ زمانہ کا پھیر تھا اور میری معاش کا تنگ ہونا تھا کہ قضائے الٰہی سے میری ایک گائے مرگئی۔ صرف کار اور کلیے باقی رہ گئے۔ میری معاش تنگ ہوگئی۔ کیونکہ اور ایک گائے یا بیل کے بغیر ہل جوتنا مشکل ہے۔
حضرت نے کہا زندہ گائے کو اس درخت سے باندھ دو اور اس کے سامنے چارہ ڈال دو۔ اس طرح مردہ گائے کو بھی اس دوسرے درخت سے باندھ دو اور اس کے سامنے چارہ ڈال کر اپنے گھر چلے جاؤ۔ کاشتکار نے ایسا ہی کیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت نے اپنے سجادہ پر بیٹھ کر اُس شخص کے لیے دُعا مانگی۔ ابھی آپ کی دُعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اُدھر سے ایک گائے کے چلانے کی آواز آئی۔ فقیر دوڑتے ہوئے گئے تو دیکھا کہ مُردہ گائے کی جگہ ایک تنومند اور طاقتور گائے موجود ہے۔ اس کی نکیل میں رسی بندھی ہوئی ہے اور چارہ کھا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر فقیروں کو بڑا تعجب ہُوا اور انہوں نے خُدا کا شکر ادا کیا۔ جب صبح ہوئی تو کاشتکار وہاں پہنچا۔ اس نے مُردہ گائے کی جگہ ایک زندہ و توانا موٹی تازی گائے کو دیکھا تو بہت متعجب ہوا اور دوڑا ہوا حضرت کے پاس آیا اور آپ کے قدموں پر گر کر آپ کے پیروں کا بوسہ لیا اور خُدا کی حمد کی اور حضرت کے سامنے عاجز بن کر کھڑا رہا۔ حضرت نے اس سے کہا تم اپنی اس گائے کو لیجاؤ

اور اس کی مزدوری سے اپنی زندگی گزارو۔ مگر خدا کو مت بھولو۔ اور مرنے تک اس کو یاد کرتے رہو۔ کاشتکار خوش ہو کر اپنے گھر لوٹا اور خدا کا شکریہ ادا کیا۔

میل ناگور میں ورود

حضرت وہاں سے میل ناگور آئے۔ وہاں کی سرزمین سرسبز و شاداب تھی وہاں ایک جگہ اُتر پڑے۔ ایک مدت تک خدا کی عبادت اور اس کا مشاہدہ کرتے رہے۔ مکانات بہت اونچے، اور شاندار تھے۔ لوگ اچھے مالدار تھے۔ کھانے پینے اور پھل پھلاری کی چیزیں بہت عمدہ تھیں لوگوں کا لباس پاکیزہ قیمتی اور شاندار تھا۔ عام لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔ اُن کے پاس گھوڑے اور ہاتھی کثرت سے تھے۔ چھوٹی بڑی کشتیاں بھی تھیں۔ ٹخنوں سے نیچے تک کپڑا پہنتے تھے کھیتیاں اور باغ ہرے بھرے تھے۔ زیتون اور انجیر کی بہت پیکھ تھی۔ خوب بارش ہوتی تھی۔ تالابوں اور نہروں میں ہر وقت پانی رہتا تھا۔ لوگ دولت کی فراوانی سے مست اور متکبر ہو گئے تھے۔ ان کی چالوں میں اینٹھ تھی۔ گھوڑوں کی لگامیں سونے کی تھیں۔ ان کی زمین میں کافور اور عنبر کی کثرت تھی۔ انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ غربت اور معاش کی تنگی کیا ہوتی ہے۔ یہ لوگ فقیروں کو نیچی نظر سے دیکھنے لگے، اور علماء و حکما پر اپنا زور بتانے لگے۔ مسجدوں سے دُور تھے اور اپنے محلوں پر خوش تھے، وہ اپنے پرغرور رہنماؤں کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سے رحمت ہٹا لی۔ اور ان کی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے اعمال کا بدلہ کیا ہوگا۔ انھوں نے ٹھیک راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ جب اُن پر ہر طرف سے ادبار چھا گیا اور اُن پر ان کے اعمال کا وبال پڑنے لگا تو حضرت نے انہیں خدا کے احکام کی پیروی کی دعوت دی۔ اور اُن کو خُدا کی بندگی کرنے پر ورغلایا وہ ہمیشہ انہیں نیکیوں کا حکم دیتے رہتے تھے اور

برا بھلا کہتے تھے۔ انہیں کہتے تھے کہ مسجدیں تعمیر کرو اور بزرگوں اور شریفوں کی عزت کرکے ان کی دعائیں لو۔ جتنا وہ انہیں بلاتے تھے اتنا ہی وہ ان سے دور بھاگتے تھے۔ حرص و آز نے انہیں اندھا بنا دیا تھا۔ خوش حالی اور فارغ البالی نے ان میں فخر و غرور پیدا کر دیا تھا۔ وہ شیاطین کے پیرو ہو کر اپنے بد چلن امیروں کی اتباع کرنے لگے۔ ان کی سرکشی اور نافرمانی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ جیسی جیسی ان کی دولت میں فراوانی ہوتی تھی۔ اتنا ہی وہ زمین میں سرکشی اور فساد کرنے لگے تھے۔ انہوں نے بندوں پر ذلت ڈالنی چاہی وہ یہ بھول گئے تھے کہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے۔ انہوں نے حضرت کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ اور ہر بات میں ان سے ٹھٹھا کرنا شروع کیا۔ حضرت ان کی باتوں پر صبر کرتے رہے اور یہ کہتے تھے کہ ایسی قوم کا خدا ہی حافظ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حالت بدلنے لگی۔ ان کے گھر اور مال تباہ ہو گئے۔ ان کی نہریں سوکھ گئیں۔ درختوں کے پھل ختم ہو گئے۔ کھیتی باڑی پانی نہ ہونے کی وجہ سے بیکار ہو گئی۔ ان کو ان کے برے اعمال کا سخت تریں مزہ چکھنا پڑا۔ اس کے بعد ان کے اندر طاعون اور ہیضہ پھیلا۔ بہت سے لوگ ان بیماریوں کی نذر ہو گئے اور بہت سے وہاں سے بھاگ نکلے اس کے چند دن بعد انگاروں کا برسات ہوا اور تیز طوفان چلنے لگے۔ جنہوں نے حضرت کو تکلیف دی تھی ان میں سے بہت کم بچ سکے۔ راوی کہتا ہے کہ وہاں ایک متقی اور پرہیزگار شخص بھی تھا جس کا نام قاضی شیخ بہاء الدین تھا۔ یہ روز حضرت کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ ان کی نصیحتوں کو دل لگا کر سنتے تھے۔ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت نے ان کے حق میں بہترین دعا کی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رہے۔ انہوں نے میل ناگور چھوڑ کر دریا کے کنارے ناگور میں زندگی بسر کرنی شروع کی۔ حضرت کی دعاؤں سے ان کی نسل بھی زیادہ ہوئی۔

اور بڑے عیش و آرام کے ساتھ زندگی گزاری۔

ناگور میں چلّہ کشی

حضرت وہاں سے نکل کر اِدھر اُدھر گھومتے رہے پھر ناگور میں آکر مقیم ہوئے۔ اس وقت اُن کی عمر چالیس سال کی تھی اور حضرت یوسف بارہ سال کے تھے۔ اُن کے ساتھ تقریباً پانچ سو سے زیادہ فقیر تھے۔ حضرت نے سمندر کے کنارے ایک مقام پر جہاں آج عمارت بنی ہوئی ہے۔ (دیکھو فوٹو نمبر۲) چلّہ کشی کرنی چاہی اُنھوں نے حضرت یوسف کو حکم دیا کہ چالیس لونگ اور ایک کوزہ پانی لے آئیں۔ آپ خلوت میں بیٹھ گئے۔ رات اور دن نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔ اور شام کو ایک لونگ اور تھوڑے پانی سے افطار کرتے تھے۔ جب چالیس دن پورے ہو چکے اور وہاں سے باہر نکل آئے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نے وہاں ایک پیر پر کھڑے ہو کر چالیس دن تک خُدا کی عبادت کی پھر آپ نے حضرتِ یوسف اور تمام فقیروں کو ایک جگہ دکھا کر کہا کہ یہاں مقیم ہو جائیں اور خود ساحل کی طرف گئے تاکہ کشتی پر سوار ہو کر اندمان کا سفر کریں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور نیز حضرت سلیمان علیہ السّلام کی قبر کی زیارت کریں اور پارے کے چشمے سے مستفید ہوں۔ اور دوسروں کو بھی وہ لا کر دیں۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نمودار ہوئے اور کہا کہ تمہیں اندمان جانے کی خدا کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی قبر کی جو زیارت کرلی ہے وہی آپ کے لئے کافی ہے۔ پارے کے چشمے تک آپ کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف محمد مہدی آخر الزمان ہی کو رسائی ہوگی جب خضر کے ذریعہ اللہ کا یہ پیغام سُنا تو آپ نے بسر و چشم اس کی اطاعت کی اور اس خُدا کا شکر بجا لایا اور اُن کا کوئی کام خُدا کی مرضی اور اس کے اشارے کے بغیر نہیں ہو رہا ہے۔ خضر نے اُن سے کہا کہ اگر تم کو اندمان اور پارے کے چشمہ

کے دیکھنے کی خواہش ہو تو میرے کندھے کے اوپر سے دیکھو تمہیں ساری چیزیں دکھائی دینے لگیں گی۔ حضرت نے دیکھا تو وہاں کی ساری چیزیں بالکل صاف نظر آنے لگیں۔ اس پر انہوں نے خدا کا بیحد شکر ادا کیا اور اس تعجب خیز منظر پر بہت خوش ہوئے۔

بیئر ذی القرنین کی کھدائی

پھر حضرت خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حضرت کو ایک چہار دیواری کی طرف لے آئے اور ایک جگہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا یہ تمہاری نشست کی جگہ ہے۔ یہیں تمہیں وفات ہوگی اور یہیں تمہارا مدفن ہوگا۔ اس ٹیلے کے نیچے اسکندر ذوالقرنین کا کنواں ہے۔ جس سے وہ اور ان کے لوگ پانی پیتے تھے۔ اور وضو کرتے تھے۔ زمانہ کے دور کی وجہ سے یہ کنواں مٹ چکا ہے۔ تم اس جگہ کی کھدائی کرو تو وہاں ایک بہترین کنواں نکل آئے گا۔ اور اس کے اطراف ایک چوگوشہ قصر بھی نکل آئیگا۔ تم اسی میں رہو تا وقتیکہ تمہارے انتقال کا وقت آجائے۔ حضرت نے خضر سے کہا میں بیرا لڑکا اور تمام فقیر اجنبی ہیں۔ یہاں ہمیں جاننے پہچاننے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے بغیر ہماری یہاں کیسے زندگی ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے دین اور دنیا کا کارخانہ کیسے چل سکتا ہے۔ خضرؑ نے جواب دیا تمہیں غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تمہارے اور تمہاری اولاد اور تمہارے فقراء کے ساتھ ہے۔ وہ ہمیشہ تمہاری مدد کریگا۔ خدا نے تم کو لوگوں کا ہادی اور رہنما بنا کر بھیجا ہے۔ تم قیامت تک کیلئے ان کے دستگیر اور مددگار ہو گے۔ جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا۔ تمہاری عزت بھی بڑھتی جائیگی۔ لوگ عرب و عجم، مشرق و مغرب اور شہروں اور دیہاتوں اور پہاڑوں اور جزیروں سے آکر تمہارے مرقد کی زیارت کرینگے۔ کوئی دن زائرین سے خالی نہ ہوگا۔ خدا نے مجھ کو تمہارے سفر و حضر کا رفیق بنایا ہے۔ میں جیسے تمہارے اور تمہارے خلفاء کا مددگار رہا۔ میں تمہاری اولاد کا بھی اسی طرح مددگار رہوں گا۔ اور ان کے ساتھ بھی اسی طرح نرمی سے پیش آؤں گا۔

جس طرح میں تمہارے ساتھ اور تمہارے خلفاء کے ساتھ نرمی سے پیش آتا رہا ہمارا یہ وعدہ قیامت تک باقی ہے اور باقی رہے گا۔ اس کے بعد حضرت خضران سے رخصت ہو گئے، حضرت نے وہاں قیام کر لیا۔ اور اپنے جن کو حکم دیا کہ ٹیلے کی جگہ کھود دے۔ جب یہ جگہ کھودی گئی تو سکندر ذوالقرنین کی باولی نکل آئی۔ (دیکھو فوٹو نمبر ۳) اور اُس کے اطراف جو چہار دیواری تھی آج اس جگہ مطبخ بنا ہوا ہے یہ مطبخ حضرت یوسف کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ حضرت نے اُس کے پانی سے وضو کیا۔ حضرت یوسف اور تمام فقیروں نے بھی اس پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔

چوتھا باب

ناگور میں داخل ہونے سے لیکر وفات تک کے حالات

قصر اسکندر کی سیر

جب حضرت نے ناگور کو اپنے لئے اور اپنے خلفاء اور فقراء کے لئے رہنے کا مقام بنا لیا تو وہاں ایک مدت تک خدا کی عبادت کرتے رہے۔ ایک دن خدائے وحدہٗ لاشریک کی کی اجازت سے حضرت خضر علیہ السّلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ خدا تمہیں سلام کہتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ میں تمہیں لیجا کر قصر اسکندر کی سیر کرا لاؤں، وہاں کے عجائبات تمہیں دکھاؤں۔ حضرت فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے ساتھ رات میں روانہ ہوئے جب لوگوں سے بہت دُور جا چکے تو قصر اسکندر نظر آیا۔ اس کا قبہ بہت اُونچا تھا۔ دونوں خدا کا نام لے کر قصر میں داخل ہوئے حضرت نے اُس کے دکھانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ سارا قبہ اور قصر نور سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اتنا اُونچا تھا کہ اس کی مگری آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔

اس میں اتنی قندیلیں لٹکی ہوئی تھیں کہ ان کو خدا ہی شمار کر سکتا تھا۔ اس کی مٹی زعفران کی تھی جس سے بہت عمدہ خوشبو نکل رہی تھی۔ اس قصر کے نیچے یاقوت کی نہر بہہ رہی تھی۔ حضرت خضر نے حضرت قادر ولی سے کہا کہ اس نہر میں غسل کر لو۔ اور اس کے پانی سے وضو بنا لو، اور دو رکعت نماز پڑھ لو جب نماز سے سلام پھیرا تو آسمان سے ایک نورانی برتن اترا جس میں گلاب کے پانی سے گھسا ہوا صندل موجود تھا۔ خضرؑ نے کہا کہ اس میں ہاتھ ڈبو کر اس کی ایک چھاپ دیوار پر لگاؤ۔ جہاں اور اقطاب و اولیاء کے چھاپ لگے ہوئے تھے۔ خضر نے تاکید کی کہ ان کے ہاتھ کا چھاپ قطب الاقطاب حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کے چھاپ کے بالکل نیچے لگے۔ حضرت نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت غیب سے انھیں ایک آواز آئی۔ آج تمہاری قطبیت کامل ہو چکی اور تم پر میری نعمت تمام ہو چکی۔ اس کے بعد خوشی اور کامیابی کا طنبورہ بجنے لگا اور مسرت اور فرحت کے نغمے بلند ہونے لگے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو حضرت خضر نے فرمایا اے قطب عبد القادر دنیا میں کوئی قطب ایسا نہیں گزرا جس کا دل نبی کے دل کے مطابق نہ ہو اور اس کے ہاتھ چھاپ اس دیوار پر نہ لگا ہو۔ پھر خضر نے ایک لٹکتی ہوئی زنجیر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ساٹھ کڑیوں کی وہ زنجیر ہے جو خدا کی طرف سے سکندر ذوالقرنین کو ملی تھی اور اب مجھے خدا کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ اس زنجیر کی چار کڑیوں کو تمہارے حوالے کر دوں۔ چنانچہ حضرت خضر نے اس کی چار کڑیاں نکال کر حضرت کے حوالے کیں۔ دونوں اسی رات اپنی جگہ پر واپس آئے۔ صبح ہوئی تو حضرت نے وہ کڑیاں یوسف کے حوالے کیں اور کہا کہ ان میں بہت سے عجائبات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جیسی جیسی دنیا گزرتی جائے گی یہ کڑیاں بھی مرورِ زمانہ سے گھستی ہوئی جائینگی یہاں تک کہ اس کی لمبائی بالکل ختم ہو جائیگی۔ اس وقت یہ سمجھ لینا کہ قیامت آ چکی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب اس کو کوئی بیمار اٹھائیگا

اور اس کو دھو کر اس کا پانی پئیگا وہ خدا کے حکم سے شفایاب ہوگا۔ یہ کڑیاں ابھی تک یوسف ثانی کی قبر کے پائینتے لٹکی ہوئی ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت نے پسے ہوئے صندل میں ہاتھ مار کر ٹھیک حضرت محی الدین عبدالقادر الجیلانی کے چھاپ کے برابر اپنے ہاتھ کی چھاپ لگانی چاہی تو غیب سے آواز آئی۔ اے عبدالقادر اپنے دادا کا ادب کرو کیونکہ ان کا قدم تمہاری گردن پر ہے۔ اس لیے تمہاری چھاپ بھی تمہارے دادا کی چھاپ کے نیچے ہونی چاہیے چنانچہ حضرت نے حضرت عبدالقادر جیلانی کے چھاپ کے نیچے اپنی چھاپ لگائی خدا ہمیں ان دونوں بزرگوں کے علوم سے ہم کو دین اور دنیا میں نفع پہنچانے اور ہمارے دلوں کو روشن کر کے شک و شبہ کی بیماری کو دور کرے

امیر تنجاور کا زمین عطا کرنا

تنجاور سے نکل آنے کے بعد وہاں کے امیر نے جو حضرت کی برکت سے بھلا چنگا ہوا تھا ایک شخص کو آپ کے پیچھے لگا دکھا تھا اور کہا تھا کہ دیکھو حضرت کہاں جا کر مقیم ہوتے ہیں۔ جب حضرت ناگور کے ساحل پر مقیم ہوئے تو اس شخص نے امیر کو اطلاع دی۔ وہ فوراً اپنی ایک بڑی جماعت لیکر تنجاور سے روانہ ہوا اور ضعیفوں اور کمزوروں پر عطیہ جات اور خیرات کی بارش برساتا ہوا ناگور پہنچا اور پیدل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بہت سے تحفے تحایف فقیروں کو دئے۔ جنھوں نے حضرت کی اجازت سے ان کو قبول کر لیا۔ پھر وہ امیر آپ کے سامنے ہاتھ باندھکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اب میرے وعدے کے پورے کرنے کا وقت آگیا۔ آپ بتا دیجیے کہ کونسی زمین چاہیے۔ تاکہ میں اتنی زمین آپ کے حوالے کردوں۔ جب حضرت نے اس کی سچائی اور دیانت دیکھی تو کہا کہ یہ زمین یہاں سے یہاں تک ہمارے حوالے کر دو۔ چنانچہ امیر نے مغرب سے لیکر مشرق تک اور شمال سے لیکر جنوب تک وہ قطعہ زمین حوالے کر دیا۔ جہاں آج آپ کا مزار قایم ہے۔ جب یہ ہو چکا تو امیر نے آپکی قدمبوسی کی اور تنجاور واپس جانے کی اجازت

مانگی۔ آپ نے اجازت دیدی۔ وہ امیر آپ کی برکت سے بہت دنوں تک زندہ رہا اور اس کی ریاست اس کی اولاد میں باقی رہی۔ یہ ریاست آج بھی اسی کے خاندان میں جاری ہے۔ خدا ہم سب کو حضرت کے مرقد کی زیارت نصیب کرے۔

حضرت یوسف کی شادی

جب حضرت قادر ولی نے ناگور کو اپنا مسکن بنالیا تو اپنی اولاد کیلئے وہی مسکن تجویز ہوا۔ انہوں نے شیخ یوسف کو بلا کر کہا اب پاکدامنی کا وقت آگیا ہے۔ اب تمہارے صلب سے اشراف کا پیدا ہونا ہے۔ میں یہاں کے ایک شریف گھرانے کی لڑکی سے تمہاری شادی کر دینا چاہتا ہوں جو حسب نسب اور فضیلت و بزرگی کے لحاظ سے بڑھی چڑھی ہو۔ شیخ یوسف نے شادی سے کترانا شروع کیا۔ کیونکہ ان کی عمر ابھی کچھ زیادہ نہیں ہوئی تھی اور غربت اور افلاس دامنگیر تھا۔ شیخ یوسف نے کہا گھر میں چراغ جلانے کیلئے بھی تیل نہیں ہے مجھے کوئی ہنر اور کسب نہیں آتا۔ اور نہ ہی تجارت کا ڈھنگ معلوم ہے۔ اتنے دن فقیری سے زندگی بسر کی۔ میں نے ایک حبۂ مال بھی جمع نہیں کیا۔ ایسی حالت میں فقیری چھوڑ کر کسب اور حمالی کا پیشہ کروں یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا حضرت نے کہا کیا تم میری بات کا انکار کرتے ہو اور میں جو تمہارے لئے جو کچھ کر رہا ہوں اس کو ناپسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری نسل سے بہت سی اولاد پھیلے گی اور وہ مختلف شہروں اور دیہاتوں سے آئی ہوئی نذر نیاز اور دولت کی مالک ہوگی۔ خدا کے بندے قیامت کے دن تک تمہیں اپنی نذر و نیاز اور پوشاکیں دینگے۔ تم اللہ تعالےٰ پر توکل کرو۔ کیونکہ اسی کا فرمان ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جو بھی اللہ پر بھروسہ کریگا تو اس کیلئے خدا کافی ہوگا۔ تمہیں مالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ محنت اور مشقت کی حاجت نہیں ہے۔ اپنے امور کو اللہ کے حوالے کردو۔ وہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں اور اولاد کیلئے کافی ہے۔

تم کوئی غم اور رنج مت کرو۔ جو چیز ہونے والی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ اپنے
پروردگار کے ساتھ حسنِ ظن رکھو اور ایک لمحے کے لئے کبھی عمر پر بھروسہ مت کرو
اپنی اولاد سے محبت رکھو۔ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری پیٹھ سے چھ لڑکے اور
دو لڑکیاں ہونگی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ وان خفتم
عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ۔ اگر تم بدحالی سے ڈرو
تو عنقریب اللہ تم کو اپنے فضل سے بے پروا اور مالدار بنا دیگا۔ میں تمہارے
اور تمہاری اولاد کے حق میں دعا کروں گا۔ تم کو اس جگہ سے روزی
ملے گی۔ جہاں سے تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ کسب و محنت کے بغیر
بھی تم خوشحال رہوگے۔ تم بزرگی شرافت اور خوشحالی کے ساتھ زندگی گزاروگے تمہارے
چولھے ہمیشہ جلتے رہینگے۔ تمہاری قندیلوں کی روشنی ہمیشہ باقی رہے گی۔ آخر
تک تم لوگ خوش رہوگے۔ تمہارے دروازے پر امرا اور وزرا حاضری دینگے
اس کے بعد حضرت نے بہت سی حدیثیں بیان کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی
تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کرتا ہے وہ گویا اپنے
دین کے دو حصے ادا کر دیتا ہے۔ اس کا صرف ایک حصہ باقی رہتا ہے جس
کی نگہداشت چاہئے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا نکاح کرو کیونکہ نکاح میں
برکت ہے۔ یہ بھی فرمایا نکاح کرو اور بچے پیدا کرو۔ میں قیامت کے
دن تمام امتوں پر تمہاری کثرت اولاد سے فخر کرونگا اگرچہ بعض عورتوں کا
حمل وضع کیوں نہ ہو جائے۔ جب حضرت نے اس طرح نصیحت کی تو شیخ یوسف
بھی ان کی بات مان گئے۔ اور حضرت ہارون کے مانند جو حضرت موسیٰ کے
قول کو مان گئے تھے۔ شیخ یوسف نے بھی اپنے والد ماجد کی بات مان لی۔ راوی
کہتا ہے کہ پھر یہ معاملہ اسی طرح جاری رہا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا اور آج
بھی اسی طرح جاری ہے۔

توکل کا فائدہ

ذیل میں اس توکل کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جس کو

حضرت نے پیش کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو وہ تمہیں اسی طرح روزی پہنچائے گا جس طرح وہ پرندوں کو پہنچاتا ہے۔ وہ سویرے بھوکے اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ پس اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنے والا کسب و صناعت کے بغیر اپنی روزی کما لیتا ہے اور خدا اسکی روزی میں کشادگی پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسروق توکل کی آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جب کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کی برائیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے۔ توکل کے واجب ہونے پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ اگر تم مومن ہو تو ضرور توکل کرو گے۔ نیز فرمایا۔ خدا توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ نیز اس کا فرمان ہے۔ کہ کیا اللہ بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا وہ لوگ جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ کسی حالت میں بھی تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں۔ اس لئے تم اللہ ہی کے پاس اپنی روزی تلاش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو بھی ہر طرف سے کٹ کر اللہ کا ہو جاتا ہے۔ خدا اس کی ہر ایک ضرورت کا کفیل بن جاتا ہے اور ایسی جگہ سے اسکو روزی پہنچاتا ہے۔ جہاں سے پہنچنے کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو دنیا پر بھروسہ کرکے بیٹھ جاتا ہے۔ خدا بھی اس کو دنیا کے حوالے کر دیتا ہے۔ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کو فاقہ آگھیرتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسی کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا تم اپنے اہل و عیال کو نماز اور صبر کا حکم دو ہم تمہارے سے رزق طلب نہیں کرتے۔ بغوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہم تم کو ہماری مخلوق میں سے کسی کو روزی پہنچانے کا مکلف نہیں بناتے اور نہ تم کو آپ اپنی روزی پہنچانے کا مکلف قرار دیتے ہیں۔ تم صرف عمل کرو۔ تم کو روزی پہنچانے کا ذمہ ہم لیتے ہیں۔ اور اچھا

اور بہرہ انجام تقویٰ والوں کیلئے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہلِ تقویٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کو سچ مانا اور ان کی پیروی کی اور خدا سے خوف کیا۔ حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالیؒ فرماتے ہیں توکل کی حقیقت توحید سے صادر ہونے والی حالت پر مبنی ہے اس کا اثر اعمال پر ظاہر ہوتا ہے۔ توکل کے تین رکن ہیں یعنے معرفت حال اور عمل۔ پہلا رکن یعنے معرفت توحید کی اصل ہے کیونکہ وہی شخص اللہ پہ توکل کرتا ہے جو خدا کے سوائے کسی اور کو فاعل نہیں سمجھتا۔ اس معرفت کا کمال بندے کا یہ اعتراف کرنا ہے کہ خدا کے سوائے کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کیلئے سارا ملک ہے اور اسی کی تعریف کرنی ہے۔ وہ لوگوں کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہی ہر چیز پر قادر ہے کیونکہ اس میں توحید اکمال قدرت وجود و حکمت پر ایمان لانا ہے جسکی وجہ سے وہ ذات حمد کی مستحق ہوتی ہے۔ جس نے بھی یہ کلمہ اخلاص اور صدق دل سے کہا اس کی توحید کامل ہوگئی اور اس کے دل میں وہ اصل ثابت ہوگئی جس سے توکل کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ صدق دل سے میری مراد یہ ہے کہ یہ بات اس کیلئے لازمی اور ذاتی وصف بن جائے۔ اس کا دل دوسروں کے لئے کشادہ نہ ہو۔ کیونکہ توحید کے دو مغز اور دو چھلکے ہیں۔ اور اس کے چار طبقے ہیں جیسے کہ ناریل کا حال ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے تو اس کا مغز ہوتا ہے جس میں تیل ہوتا ہے اور اس کا لب لباب ہوتا ہے۔ اس پر ایک چھلکا ہوتا ہے جس کے اوپر دوسرا بڑا چھلکا ہوتا ہے۔ سب سے اوپر کا چھلکا صرف زبان سے کہنا ہے دوسرا چھلکا دل میں یقینی طور پر اس کا اعتقاد رکھنا ہے یہ درجہ عوام اور متکلمین کا ہے۔ کیونکہ وہ بھی عوام سے ممیز نہیں ہوتے۔ مگر وہ ان اعتقادات میں جو بدعتی ہوتے ہیں ان کے شبہات کو دور کرنا جانتے ہیں۔ تیسرا درجہ مغز کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نور سے اس توحید کی حقیقت اور اس کے حقیقی راز کو

منکشف کرے۔ اور وہ اس طرح کہ چیزوں کو دیکھے اور یہ جانے کہ یہ تمام کی تمام ایک ہی فاعل سے صادر ہوئی ہیں اس طرح وہ اسباب کے سلسلہ کو پہچانتا ہے اور اس کے تسلسل کی کیفیت کو معلوم کرتا ہے۔ اور مسبب الاسباب تک اس سلسلے کی پہلی کڑی کو ملاتا ہے۔ چوتھا درجہ لب لباب کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وجود سوائے اسی ذاتِ واحد کے کسی اور کو نہ دیکھے اور یہ جانے کہ موجود حقیقت میں ایک ہی ہے۔ کثرت صرف اس شخص کے لئے جس کی نظر متفرق ہو۔ جیسے کہ ایک آدمی اپنے پاؤں۔ اپنے ہاتھ اور اپنے چہرے اور اپنے سر کو علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک الگ الگ ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو ایک مرتبہ دیکھے تو اس کو یہ کثرت نظر نہیں آئے گی۔ بلکہ وہ ایک ہی شئے کو ملاحظہ کریگا۔ اسی طرح ایک موحد اپنی نظر کو متفرق نہیں کرتا۔ اور آسمان و زمین اور تمام موجودات کو علیحدہ علیحدہ نہیں دیکھتا۔ ان سب کے متعلق یہی سمجھتا ہے کہ وہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ اس پر غور و فکر تطویل کا موجب ہے۔ اگر تم چاہو تو امام غزالی کی کتاب الاحیاء میں کتاب الشکر والتوحید کا مطالعہ کرو یہ جان لو کہ توکل کی حقیقت توحید فعل کی مقتضی ہے۔ وہ توحید ذات میں فنا کی مقتضی نہیں ہے متوکل کو کثرت اور اسباب و مسببات کا دیکھنا جائز ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان سب کو ایک لڑی میں پروئے اور اس کے مسبب الاسباب تک ان کا سلسلہ پہنچائے۔ اگر تم بارش کو نباتات کی روئیدگی کا سبب دیکھتے ہو تو یہ معلوم کرو کہ بارش ابر کی تابع ہے اور ابر ہواؤں کی اور پہاڑوں کے بخارات کی اور پہاڑ جمادات سے ہیں جن کی خلقت ایک ایسے خدا کی طرف سے ہوئی ہے جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ اگر تم درمیان کے واسطوں کو نہ پہچانو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ تم بر آدمیوں کے افعال جیسے رہتے ہیں اور تم یہ کہنے لگتے ہو کہ فلاں آدمی نے مجھے کھلایا۔ اور اپنے کھلانے میں مختار ہے اگر وہ چاہے تو کھلا سکتا ہے اور اگر چاہے تو روک سکتا ہے۔ تو پھر

ہیں کیونکہ اس کو فاعل نہ سمجھوں۔ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تمہاری مثال
اس چیونٹی کی سی ہے جو سفید کاغذ پر ایک کالے خط کو دیکھتی ہے۔ مگر اس قلم
تک اس کی نظر نہیں جاتی جس نے اس کو سفید کاغذ پر کھینچا ہے اور اس ہاتھ
کو نہیں دیکھتی جس نے وہ قلم استعمال کیا ہے۔ اور اس قدرت کو نہیں پاتی
جس کی وجہ سے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی اور اس ارادے کو نہیں پہچانتی جس نے
قدرت کو کام میں لایا پھر اس معرفت کو نہیں معلوم کرتی جس کی وجہ سے ارادہ
پیدا ہوا اور پھر اس کے آگے صاحب علم و قدرت کو نہیں سمجھ سکتی۔ جس کی وجہ
سے یہ معرفت حاصل ہوئی۔ اسی طرح تم بھی لوگوں کے کاموں کو ان کے ارادے
معرفت اور قدرت کا نتیجہ سمجھتے ہو۔ تمہاری نظر اس قلم کی طرف نہیں جاتی
جس نے لوح محفوظ میں لکھا تھا اور ان انگلیوں کی طرف نہیں جاتی جس کے
درمیان بندوں کے دل ہیں اور اس ہاتھ کی طرف نہیں جاتی جس نے آدم کی مٹی گوندھی
اور اس قدرت کی طرف نہیں جاتی جس کے ذریعہ مٹی نے خمیر حاصل کی۔ اور اس قادرِ
مطلق کی طرف نہیں جاتی جس سے یہ ساری دنیا پیدا ہوئی اور ایک دن میں اسی کی
طرف لوٹ جائے گی۔

توکل کا دوسرا رکن اس کی حالت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے کاموں کو
اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دو اور تمہارا دل اسی پر بھروسہ کرے اور اسی سے مطمئن
ہو جائے۔ تم اپنے نفس کو اس کے حوالے کر دو اور غیر اللہ کی طرف ہرگز توجہ نہ کرو۔
تمہاری مثال اس شخص کی مثال ہوگی جس نے اپنے جھگڑے میں قاضی کی مجلس
میں اس شخص کو اپنا وکیل بنایا جس کے متعلق وہ یہ جانتا ہے کہ لوگوں
میں وہ سب سے زیادہ شفیق ہے اور باطل کے کشف پر سب سے زیادہ قوی ا
ور اس کا سب سے زیادہ جاننے والا اور اس کے معلوم کرنے پر حریص ہے۔ کیونکہ ایسا
شخص اپنے گھر کے اندر خاموش مطمئن ہو کر بیٹھا رہے گا۔ جھگڑنے کے حیلوں کے معلوم
کرنے کی اسے کچھ بھی فکر نہ ہوگی۔ وہ کسی سے امداد لینا نہیں چاہے گا اس لئے کہ وہ

جانتا ہے کہ اس کا وکیل ہی ہر بات کیلئے کافی ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کا مقابلہ اور مقاومہ نہیں کر سکتا۔ پس جس شخص کو بھی یہ معلوم ہو کہ روزی اور موت خلق وامر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان اختیارات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اس کے وجود وحکمت ورحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور کسی دوسرے کی رحمت اس کی رحمت کے برابر ہو نہیں سکتی۔ تو اس وقت وہ اسی پر بھروسہ کر لیتا ہے اور دوسرے سے اپنی نظر کاٹ لیتا ہے۔

توکل کا تیسرا رکن اعمال ہیں۔ بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ توکل کی شرط کسب ومحنت کا چھوڑ دینا۔ بیماریوں کا علاج نہ کرنا اور ہلاکت لانے والی چیزوں کے سامنے اپنی گردن کا جھکا دینا ہے ایسا سمجھنا سخت غلطی ہے شریعت میں یہ حرام ہے۔ شریعت نے توکل کی مدح کی ہے اور اس کو مستحب بتایا۔ تو پھر یہ ایک حرام اور ممنوع چیز سے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ درحقیقت بندے کی کوششیں چار حالتوں سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو وہ ایسا نفع حاصل کرنا چاہتا ہے جو موجود نہیں ہے یا وہ موجود کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ یا نقصان کو دفع کرنا چاہتا ہے یا اس کو کاٹ کر اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ خلاصہ اس کا جس کو امام غزالی نے بیان کیا ہے۔

سید عبدالکریم الجیلی لکھتے ہیں مقام احسان میں توکل کی شرط یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام امور کو اس ذات کے حوالے کر دے جس کو وہ دیکھ رہا ہے اور خدا سمجھ رہا ہے۔ کیونکہ جب اس کی مصلحتوں کا خیال رکھنے والا موجود ہے تو پھر اپنے آپ کو بیکار تکلیفوں میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے اور توکل کی شرط یہ بھی ہے کہ بندہ یہ سمجھ لے کہ آقا اور مالک اس کے ساتھ جیسا چاہے ویسا سلوک کر سکتا ہے اور یہی ہے مطلب اس آیت پاک کا جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔ ایسی حالت میں تم اپنے امور کو اس کے حوالے کر دو۔ اور اس پر کسی قسم کا اعتراض مت کرو۔ اور یہ کام صالحین کا نہیں ہوتا

کیونکہ صالح لوگ اور ان سے کمتر درجے کے لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، لیکن اپنے مصالح کے مطابق کام بھی کرتے ہیں۔ اور یہی ہے اللہ تعالےٰ کے قول کا مطلب جس میں یہ فرمایا ہے کہ جو بھی اللہ سے ڈریگا اس کے لئے رہائی کا راستہ نکالے گا اور اس جگہ سے اس کو روزی پہنچائے گا۔ جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔ پس جو بھی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہی اس کے لئے جو چاہے کریگا تو وہ مذکور جماعت میں سے ہے جو اس آیت کے آخر میں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے گا۔ اس کے لئے وہ کافی ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پہنچا کر رہے گا۔ یعنی خدا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ پس نیک کام کرنے والوں کا توکل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں کو اللہ کی طرف سونپ دیتے ہیں۔ شہیدوں کا توکل یہ ہے کہ اپنی نظروں کو اسباب و وسائط کو ہٹا کر مسبب یعنی اللہ تعالیٰ پر اپنی نظریں جما دیتے ہیں ایسے لوگ اللہ پر پورا بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے ارادوں کو خدا کے ارادوں کے تابع بنا دیتے ہیں ان کا اپنا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی وہ بھی چاہتے ہیں صدیقوں کا توکل یہ ہے کہ اپنی ذوات کی شان کو اللہ تعالےٰ کے ذوات کی شان کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ ان کی نظر اپنے نفسوں پر نہیں ہوتی وہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے وجود میں اپنے آپ کو گم کر دیتے ہیں۔ محققین کا توکل یہ ہے کہ بساط اور پھیلاؤ پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ نہیں پھیلتے

دلہن کی تلاش

حضرت ایک جمعہ کے بعد یوسف کیلئے ایک دلہن کی تلاش میں گھر سے باہر نکلے وہ میلی ناگور کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ داسنجور گئے تھے جو ناگور سے شمال

ہیں ایک میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا قریہ ہے۔ اس کے ایک چشمہ میں دو چھوٹی لڑکیاں نہا رہی تھیں۔ یہ دونوں حور کے مانند نہایت خوبصورت تھیں۔ ان کے قریب جاکر بڑی لڑکی کے سر پر اپنی شفقت کا ہاتھ پھیرا جس کا نام بی بی زہراء تھا۔ انہوں نے دل میں سوچ لیا کہ یہ لڑکی یوسف کے لائق ہے۔ اگر اس کا باپ راضی ہو جائے۔ پھر اس لڑکی کے والد کا پتہ لگایا۔ اور حضرت کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہے۔ اس کا نام خواجہ مخدوم یمنی تھا۔ وہ بہت بڑا تاجر تھا۔ اس کی دو بڑی کشتیاں سمندر میں چل رہی تھیں۔ حضرت اس کے گھر تک گئے اور دہلیز پر کھڑے ہو کر دستک دی۔ اندر سے جواب ملا کہ خواجہ مخدوم یمنی گھر میں نہیں ہے۔ کسی کام سے باہر گیا ہوا ہے۔ حضرت نے کہا اگر وہ آئیں تو ذرا کہدینا کہ ہم سے مل لیں ہم سے ملکر اس کو بہت خوشی ہوگی۔ پھر حضرت اپنے گھر واپس چلے آئے۔ جب وہ تاجر اپنے گھر آیا تو گھر والوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ تاجر سمجھ گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے حقارت آمیز الفاظ میں اپنے لوگوں کے سامنے کہا ہم جانتے ہیں۔ حضرت کیا چاہتے ہیں۔ ہم میں اور ان میں بہت بڑا فاصلہ ہے کیونکر ایک فقیر کا لے پالک لڑکا ایک امیر کی لڑکی کی برابری کر سکتا ہے؟ ایک چھوٹا سا ستارہ ماہتاب کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر ہم اس شخص کی بات مان لیں تو ہماری نازوں میں پلی ہوئی لڑکی فقیروں کے درمیان کیونکر زندگی بسر کر سکتی ہے۔ پھر ہماری دکانوں اور منڈیوں کا انتظام کیونکر چلے گا۔ جس کے پاس تھوڑی سی پونجی بھی نہیں ہے وہ کیونکر مالداروں کی برابری کر سکتا ہے۔ جس کے پاس محض ایک کشکول ہو وہ کیونکر مالداروں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہ فقراء ہمارے ہی محتاج ہیں اور دانی ٹکڑوں کیلئے ترستے ہیں۔ وہ یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ حضرت کی طرف سے ایک فقیر نسبت کا پیام لیکر پہنچا۔ اس تاجر نے کہا وہ فقیر ہیں۔ ہم مالدار ہیں۔ دونوں کے درمیان کس طرح پیوند لگے گا۔ اس کے بعد اس نے وہی

باتیں دھرائیں جو اپنے لوگوں کے سامنے کہی تھیں۔ اس کے بعد حضرت کے متعلق بے ادبی اور گستاخی کرنی شروع کی۔ فقیر نے واپس جاکر سارا حال کہہ سنایا جب حضرت نے یہ باتیں سنیں تو غضبناک ہوئے اور ان کے لب مبارک سے یہ نکلا کہ شاید امیر کی لڑکی فقیر کے خرچ سے کھائے۔ خدا جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اعزاز بخشتا ہے۔ جب رات ہوگئی اور تمام لوگوں پر ایک سناٹا چھاگیا۔ تاجر کی بڑی لڑکی بی بی زہرا کا اچانک انتقال ہوگیا۔ جب صبح ہوی اور یہ خبر ہر جگہ پھیلی اور لوگ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے آ گئے تو بعض لوگوں نے تاجر سے کہا کہ یہ مصیبت تمہارے انکار کی وجہ سے آئی ہے۔ تم نے حضرت کے ساتھ رشتہ کرنے کو ناپسند کیا اور انہیں برا بھلا کہا۔ خواجہ مخدوم اپنا سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اس نے کوئی بات نہیں کی۔ لوگوں نے لڑکی کو غسل دیا اور کفن پہنا کر قبرستان میں دفن کر دیا۔ تین سال کے بعد جیسا کہ آگے آئے گا چھوٹی لڑکی کے ساتھ رشتہ ہوا کہا جاتا ہے کہ جب بڑی لڑکی بی بی زہرا کا انتقال ہوا تو تاجر کو بے حد رنج پہنچا۔ اس کے بعد اس کی چھوٹی لڑکی سلطان بی بی کو بخار آگیا۔ تاجر کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ لڑکی بھی ختم نہ ہوجائے چنانچہ وہ دوڑا ہوا حضرت کے پاس گیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ حضرت نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فوراً اس کا بخار کم ہوگیا اور وہ اچھی ہوگئی اس کے بعد شیخ یوسف کی شادی اسی لڑکی سے ہوی۔

انسان کی ابتدا و انتہا فقر ہے

جب حضرت کو خواجہ مخدوم کے تکبر و غرور کی باتیں معلوم ہوئیں تو حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا انسان کتنا غافل ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ابتدا فقیری سے ہوی ہے اور اسکی انتہا بھی فقیری پر ہوگی۔ اللہ تعالے نے صاف فرمایا ہے کہ میں نے تجھے اس حالت میں پیدا کیا جبکہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ بھی

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اسی طرح لوٹائیگا جیسا کہ تم کو پیدا کیا تھا۔ اور تمام کے
تمام قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں۔ اگر اس کو معلوم ہوتا کہ سب
کی ابتدا اور انتہا فقر پر ہے تو معلوم ہوتا کہ فقراء سب سے زیادہ عزت
مند ہیں کیونکہ وہ مالداروں سے پانسو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء امیروں
سے پانسو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے فقر و
فاقہ کی بدولت بہت سی بزرگیاں حاصل کرلی ہیں۔ ان کو خدا کی طرف سے
بخششیں ہوتی ہیں۔ انہیں لدنی علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اور نورانی مکاشفات
سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ پورے پرہیزگار اور حرص و آز سے بالکل
خالی ہوتے ہیں۔ وہ دنیاوی اشغال سے دور رہتے ہیں اور مشتبہ مالوں سے پرہیز
کرتے ہیں۔ وہ رات بھر خدا کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور تھوڑی دیر بھی آرام
نہیں کرتے۔ وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ مالداروں کا یہ حال نہیں ہوتا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت نے کتنا ہی عمدہ فقیر اور امیر کا استنباط کیا ہے
فقیر اور امیر کے اعداد کا لحاظ کیا جائے تو فقیر کے ۱۳۹ زیادہ عدد ہوتے ہیں۔ اس
سے لقط کا لفظ بنتا ہے جس کے معنی کھا جانے یا نگل جانے کے ہوتے ہیں۔ گویا
فقیر اپنی بزرگی کے لحاظ سے امیر کو نگل جاتا ہے۔ سبحان اللہ حضرت کا استنباط کتنا
ہی عمدہ ہے اور حقیقت ظاہر کرتا ہے۔ واقعہ ہونے سے پہلے ہی حضرت نے
اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ فقیر یوسف نے امیر مخدوم
کی لڑکی کو حاصل کرلیا۔ میرا گمان یہ ہے کہ زیادہ اعداد سے لقط کی بجائے تلط
ہونا چاہیے کیوں کہ یہ سوتیس اور نو کے اعداد کی ترتیب کے مطابق ہے۔ تلط
کے معنی سیادت اور سرداری کے ہیں یا جملہ نو عروسی کے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ
تھا کہ فقیر یوسف اس لڑکی سے شادی کریں گے اور اس کے سردار ہوں گے۔ اور
اگر حساب جمل کبیر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو فقیر کے اعداد امیر کے اعداد سے ۳۱۱

بڑھکر ثابت ہوتے ہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مرسلین کی تعداد ۳۱۳
ہے یعنی فقرا اپنے اخلاق و صفات اور وراثت نبوت کے لحاظ سے انبیاء
کی طرح ہوتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقر فخری والفقر منی
فقیری پر میرا فخر ہے اور مجھ ہی سے فخر حاصل ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت کی
زبان سے یہ باتیں نکلی نہیں تھیں کہ تاجر کو خبر ملی کہ اس کی ایک کشتی ڈوب چکی
ہے اور اس کا بیٹا جو اس کشتی پر تھا مر چکا ہے اور دوسری کشتی ناگور کے
قریب پھٹ گئی اور پانی آکر خراب ہو گئی۔ اس خبر پر تاجر کو اور زیادہ رنج پہنچا
یہ سب حضرت کے غضب کی وجہ سے ہوا۔ خدا ہم کو حضرت کے غصہ سے امن رکھے آمین

درنا سیر کو جانا

حضرت نے ایک دن اپنے لڑکے یوسف کو بلا کر کہا میں درنا سیر
تک جا کر آنا چاہتا ہوں۔ تم فقراء کے ساتھ رہو اور ان کی
تعلیم و تربیت میں میری نیابت کرو اور ان کو سلوک کے راستے بتاؤ۔
وہ پورے طور پر تمہاری اتباع کریں اور کسی بات میں بھی وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں
نہ تو ورود میں نہ صدور میں نہ کھانے پینے میں اور نہ سونے اور اٹھنے بیٹھنے میں
یہاں تک کہ میں واپس نہ آجاؤں شیخ یوسف نے کہا آپ کا حکم میرے سر اور آنکھوں پر
راوی کہتا ہے کہ حضرت اکیلے ناگپٹن پہنچے تو ناگور سے تین میل پر ایک
گاؤں ہے۔ اس وقت سمندر میں نصرانیوں کی ایک بڑی کشتی لگی ہوئی تھی۔ وہ
اس کو جاوا پٹاویہ لیجانا چاہتے تھے۔ حضرت ان کی آنکھوں سے بچکر کشتی پر سوار
ہو گئے۔ اور ایک جگہ چھپے بیٹھے رہے۔ جب کشتی جاوا پٹاویہ کی طرف چلنے لگی اور
کچھ دن یونہی گزر گئے تو کشتی کے سردار نے ملاح سے کہا ذرا بتاؤ تو کہ ہم کتنی دور
آ چکے ہیں۔ اور ہماری منزل مقصود ابھی کتنی دور رہ گئی ہے جب ملاح نے حساب
لگا کر دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ کشتی خلاف مقصود دوسرے راستے پر چل پڑی ہے
اور وہ درنا سیر کی طرف جا رہی ہے۔ اور یہ واقعی بڑی ہی حیرت کی بات ہے کیوں کہ
ہم کشتی کو سیدھے راستے کی طرف لیجا رہے تھے راستے میں طوفان یا کسی اور بات

کی رکاوٹ بھی نہیں رہی تھی۔ اور ہوا بھی ہمارے مقصد کے موافق چل رہی تھی ایسا ہوتے ہوئے یہ کشتی دوسرے راستے پر کیونکر چل پڑی۔ اب تو بٹاویہ ہم سے بہت دور ہے۔ جب کشتی والے نے ملاح کی یہ بات سنی تو وہ بہت متعجب ہوا۔ دوسرے لوگ بھی اس پر تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت قادر ولی کشتی کے اندر سے باہر نکل آئے۔ پہلے سے ان کا نام اور انکی کرامتوں کا ذکر مشہور ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے کہا اے ہمارے دستگیر کب آپ اس کشتی میں داخل ہوئے اور کہاں سے ہماری کشتی پر سوار ہوئے۔ جب سے یہ کشتی چلی ہے ہم اس سے کبھی الگ نہیں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فلاں دن اس کشتی میں سوار ہوا تھا۔ میں تمہاری آنکھوں سے چھپا ہوا تھا۔ میرا مقصد درنا سیر جانا تھا۔ اور تمہاری منزل مقصود بٹاویہ تھی۔ لیکن خدا کا ارادہ میرے ارادے کے مطابق تھا۔ اور وہ چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے۔ جب ان لوگوں نے حضرت کی یہ باتیں سنیں تو بہت متعجب ہوئے اور آپ کے پیروں کا بوسہ لیا اور کشتی کو کھڑا کیا۔ بعض لوگ آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ پھر حضرت درنا سیر کے ساحل پر اتر پڑے۔ کشتی وہاں سے بٹاویہ کی طرف چل پڑی۔ مگر اپنے وقت معہود ہی سے پہلے بٹاویہ پہنچ گئی۔ یہ سب کچھ حضرت قادر ولی کی برکت سے ہوا تھا۔

درنا سیر والوں کا اسلام قبول کرنا

جب حضرت قادر ولی درنا سیر کی سرزمین پر اتر پڑے تو ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ انہوں نے تین دن تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ تیسرے دن ایک شخص ان کو دیکھکر آیا اور کہا شاید آپ نے تین دن سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے کیا کھانے کے لئے کچھ لاکر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ کافروں کے ہاتھ کا کھانا مجھے منظور نہیں ہے۔ وہ شخص یہ سنکر چلا گیا۔ تین دن سے مندروں اور بت خانوں کے بت اوندھے پڑے تھے۔ جب انہیں کھڑا کیا جاتا تو وہ پھر گر پڑتے۔ یہ

دیکھکر سب کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ خلاف معمول کیوں ہورہا ہے۔ اس شخص نے جاکر لوگوں سے کہا شاید ہمارے بہت اس بزرگ کی وجہ سے اوندھے ہوگئے ہیں جو ہماری سرزمین پر اُترا ہوا ہے۔ میں نے جب کھانے کے متعلق اس سے کہا تو اس نے یہ بات کہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ آسمان کا ایک برگزیدہ شخص ہے۔ سب لوگ دوڑے ہوئے حضرت کے پاس چلے آئے۔ جب ان کے چہرے پر نظر پڑی تو سب کے دل رعب سے بھر گئے۔ اور سب نے آپ کے قدموں پر اپنا سر رکھدیا۔ اس کے بعد وہ آپ ہی کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپکے پاس ہر قسم کے پھل اور میوے لایا کرتے تھے۔ اسی درمیان میں بہت سے اندھے بہرے لولے اور جذامی آپ کے پاس پہنچے اور آپ کی دعا کی برکت سے شفا پائی۔ پھر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

درناسیر میں ایک سال قیام

جب حضرت قادر ولی کی شہرت درناسیر کے امیر تک پہنچی تو اس نے اپنے کسی وزیر کو ان کے پاس بھیجا اور انہیں شاہی محل تک آنے کی دعوت دی۔ مگر حضرت جانے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک چیز کیا ہے؟ وزیر واپس گیا اور امیر سے ساری بات کہہ سنائی۔ امیر خود سوار ہوکر حضرت کے پاس پہنچا اور جب آپ کے چہرے پر نظر پڑی تو چکرا کر گرپڑا اور بے ہوش ہوگیا جب کچھ ہوش آیا تو ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ حضرت نے اس سے پوچھا تمہیں اور تمہاری قوم کو کیا چیز میرے پاس لے آئی۔ امیر نے جواب دیا ہم سب نے آپ کی شہرت سنی۔ ہم سب برکت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت نے پوچھا تمہارا دین اور مذہب کیا ہے اور تم کس کی پوجا کرتے ہو۔ سب نے کہا ہم لوگ کافر ہیں اور ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو خدا مانتے ہیں۔ پہاڑوں کی چٹانوں کو کاٹ کر ہم بت بناتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو پھر تم حقیقی خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی جھوٹی پوجا کرتے ہو۔ حضرت نے

پوچھا کیا یہ بت تمہاری کچھ امداد و اعانت کرتے ہیں یا تم پر ہونے والی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں خواب میں آکر ہمیں بہت سی باتیں بتا جاتے ہیں اور ہم پر جو کچھ گزرتی ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت نے کہا اچھا اپنے گھروں کو جاؤ۔ اور آج رات دیکھو کہ وہ ہمارے متعلق تمہیں خواب میں آکر کیا بتاتے ہیں۔ سب لوگ اپنے گھر لوٹ گئے۔ وہ سب اپنے خداؤں سے یہ چاہتے تھے کہ حضرت قادر ولی کی تحدی سے بچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ مگر کسی کو بھی کوئی ہدایت نہیں ہو سکی۔ جب صبح ہوی تو سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کے خواب کے متعلق پوچھا۔ کسی کو بھی کوئی خواب نہیں پڑا تھا مجبور ہو کر سب لوگ حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور اپنے سینوں پر ہاتھ باندھ کر ادب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے ان سے پوچھا سبھوں نے کہا کہ کسی کو کوئی خواب نہیں پڑا۔ اور سب لوگ ساکت ہو گئے۔ حضرت نے فوراً ہی یہ آیت تلاوت کی

اتعبدون من دون اللہ ما لاینفعکم شیئا ولایضرکم اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون

کیا تم خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہو جو تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ نقصان ہی کر سکتے ہیں۔ اف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا اگر میں بتوں کو یہاں بلاؤں اور سب چل کر یہاں تک پہنچ جائیں تو کیا تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر آمادہ ہو جاؤگے سب نے اس کو قبول کیا۔ یہ سن کر حضرت مسکرائے اور خوش ہو کر بتوں کی طرف اشارہ کیا۔ ان کا اشارہ کرنا ہی تھا کہ ہر طرف سے تیروں کی طرح بت آگئے اور ان کے سامنے صف باندھکر کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے ان بتوں کو خطاب کر کے کہا ذرا خدا کی اجازت سے بول دو تو کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ بتوں نے صاف اور واضح الفاظ میں بتایا کہ ہم سب پہاڑوں کی چوٹیوں میں تھے۔ پروردگار عالم نے

ہمیں صاف چکنا اور سخت پیدا کیا تھا اور ہمیں زمین کی میخیں بنا دیا تھا یہاں تک کہ یہ کفار آئے اور ہمیں کاٹ کر یہاں لے آئے۔ یہ سب فاجر تھے جنھیں اس آگ کا کبھی ڈر نہیں تھا۔ جس کے ایندھن لوگ اور پتھر ہونے والے تھے۔ اگرچہ ان لوگوں نے ہمیں اپنا دن رات کا ساتھی مقرر کر لیا تھا اور ہم سب کو اپنا معبود بنا لیا ہے لیکن ہمیں یہ بالکل پسند نہیں ہے۔ دوزخ کے کندے بننے سے پہلے ہمیں بچا لیجئے۔ جب لوگوں نے بے زبان بتوں کی یہ باتیں سُنیں تو بالکل مبہوت ہو گئے اور اپنے متعلق تفکر اور تدبر کرنا شروع کیا۔ سب نے کہا اے ہمارے دستگیر ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ آپ جیسا کہیں گے ویسا کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ حضرت نے کہا تم سب اسلام قبول کرو اور خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آؤ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ وہی تم کو ہدایت دیگا وہی تم کو مارے گا اور تم کو جلائے گا۔ اور جب تم بیمار پڑو گے تو تم کو شفا دیگا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرسکتے۔ جب تم بیمار پڑو تو وہ تمہیں شفا دیتا ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ ہمارا اور تمہارا کوئی دوسرا ہادی نہیں ہے۔ تم اسلام کے دو کلموں کی گواہی دو اور اپنے شرک سے انکار کرو۔ پتھروں، بتوں، مجسموں اور اوثان کو اُٹھا کر پھینک دو۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی اور کو شریک مت کرو۔ تم سب نیک عمل کرو کیونکہ تمہیں خدا سے ملنا ہے۔ سب نے حضرت کی باتیں سُنیں تو شوق کے ساتھ اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام اچھا رہا۔ اُن کے ایمان بڑھ گئے۔ وہ اُن کے حکم پر چلتے تھے اور ان کی منع کی ہوئی باتوں سے رُک جاتے تھے۔ سبھوں نے مل کر اپنے مندر اور گرجا ڈھا دیئے۔ اور اُن کی جگہ پر مسجدیں تعمیر کر دیں۔ پھر نماز کے شرائط اور فرائض وسنن اور ان کی ادائیگی کا طریقہ سیکھا۔ پھر زکوٰۃ، روزہ، اور حج کے فرائض و سنن معلوم کئے۔ اور حلال اور حرام کی تمیز پیدا کی۔ ان میں اسلام ظاہر ہوا۔ سرکشی

دور ہو گئی۔ ان میں سے بعض پڑھ لکھ کر امام او رقاضی وغیرہ بننے کے مستحق ہو گئے ان ہی میں سے خطیب مقرر ہوئے جو جمعہ کے دن خطبہ دیتے تھے۔ جامع مسجد میں لوگوں سے بھر جاتی تھیں۔ جب جمعہ کی نماز ادا کی تو حضرت نے فرمایا اے خُدا کے بندو۔ ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ تمہارے حاکموں، قاضیوں اور امیروں کی اطاعت کرو۔ پھر پُرانے بادشاہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں یہ تمہارا امیر تھا۔ اسلام لانے کے بعد بھی یہ تہارا امیر ہے۔ اگر وہ کسی سے جہاد کرے تو تم بھی اس کا ساتھ دو اور اس کی اطاعت پر ہر وقت آمادہ رہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ تمہاری تائید کرے۔ اور تمہارے درمیان انصاف قائم کرے۔ تمہیں اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے۔ تمہارے درمیان مجھے رہتے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے۔ اب مجھے ناگور واپس جانا ہے۔ ہم تم سب کو خُدا کے حوالے کر کے یہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔ جب لوگوں نے حضرت کی یہ باتیں سُنیں تو وہ رو پڑے اور کہا ہم آپ کی جُدائی کیونکر برداشت کر سکتے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد ہمیں اپنا کھانا پینا بھی اچھا نہیں لگ سکتا۔ تو اس اُمید میں تھے کہ مرتے دم تک آپ کی خدمت کرینگے اور وقتاً فوقتاً آپ کی قدمبوسی سے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے تا قیام قیامت برکت حاصل کریں گے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی تربت کی زیارت کرینگے اور اس کی خدمت کرینگے۔ ایک شاندار روضہ تعمیر کرینگے اور خدُا آپ کی عمر کو بڑھائے جس طرح زندگی میں ہم آپ کے بندے اور خدمتگار رہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہم آپ کی خدمت کرینگے۔ جب بھی وفات کی سالگرہ آئے گی تو آپ کے نام پر کھانا پکا کر فقیروں کو کھلائیں گے، اور آپ کے نام قصیدے گائیں گے تاکہ خدا ان کے ذریعے ہم کو اور ہماری اولاد پر رحمت برسائے۔ ہم آپ سے کس طرح جُدا ہو سکتے ہیں جب کہ آپ ہمارے حق میں ابر رحمت ہیں۔ کوئی جھاڑ بار ور نہیں ہو سکتا تاقتیکہ ابر پر پانی نہ برسائے۔ اگر آپ اجازت دیں ہم سب آپ کے ساتھ ناگور چلے چلیں۔

اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے فرزند اور تمام فقیروں کو ناگور سے یہاں بلالیں
ہم ان کی طرف اپنی کشتیاں بھیجتے ہیں تاکہ وہ سب سوار ہو کر یہاں چلے آئیں۔
خدا کی قسم ہم سب آپ کی محبت میں تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ آپ نے ہمیں
مسلمان بنا کر حیات بخشی ہے۔ جب حضرت نے ان سب کی یہ کیفیت دیکھی تو
مسکرائے اور ان کی حسن سیرت پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے درمیان رہ کر انہیں
رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کرنی شروع کی۔ ان کو دیکھ کر ان کی آنکھیں سیری
حاصل کرتی تھیں اور ان کے دل خوش ہوتے تھے۔

اپنی وفات کی خبر دینا

جب حضرت پردرناسیر میں دو سال گذر گئے اور
وہاں کے لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ آپ ان سے
جدا نہ ہوں اور وہاں سے سفر نہ کریں۔ بلکہ انہیں میں آپ کی وفات ہو اور وہیں
دفن ہوں تاکہ ان کے مزار کو دیکھ کر تبرک اور سکون حاصل کریں تو حضرت نے ایک دن
ان سے کہا کل میں خدا کے حکم سے تمہارے درمیان وفات پا جاؤں گا۔ پس کوئی بھی
مجھ پر روئے نہ چلائے۔ جب میری وفات کی خبر سنو تو صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔
پڑھو۔ اس دن بھوکوں اور پیاسوں پر رحم کرو۔ مجھ کو نہلا دھلا کر فلاں مقام
پر نماز پڑھ کے دفن کر دو۔ میری ساری تجہیز و تکفین شریعت محمدی کے مطابق
ہونی چاہیئے۔ جس کی میں نے تم کو تعلیم دی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب لوگوں نے
حضرت کی یہ بات سنی تو ان پر دو مختلف قسم کی کیفیتیں طاری ہو گئیں۔ ان کے فراق
اور ان کی جدائی پر ان کو بیحد رنج ہوا تھا۔ اور دوسری طرف اس بات کی خوشی
تھی کہ ان کا مزار ہمیشہ کے لئے ان کے پاس ہو گا جس کی وہ زیارت کر کے برکت
حاصل کرتے رہیں گے۔ لوگ اِدھر سے اُدھر سے ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان
کی اچھی اچھی باتوں کو شوق سے سننے لگے۔ ایک دن اور ایک رات ان کو اچھے
کاموں کی وصیت کرتے جاتے تھے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تاکید کر رہے تھے۔
ان سے فرما رہے تھے کہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا ضرور خیال رکھو۔

اور اپنی نمازوں کو ہرگز ہرگز ترک مت کرو۔ جب صبح ہوئی اور لوگ ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ حضرت وفات پا چکے ہیں ان کی جدائی پر لوگوں کو بڑا رنج پہنچا۔ مگر ان کی وصیت کے مطابق کوئی بھی چلا کر رو نہ سکا۔ شریعتِ محمدی کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کی اور نماز کے بعد ان کو مخصوص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا اور پھر ان کی قبر پر ایک شاندار قبہ تعمیر کیا اور اس کے ساتھ بہت سی بلند عمارتیں بنائی گئیں۔ لوگ روز ان کے قبر کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور قرآن مجید پڑھ کر ان کی روحِ پاک کو ثواب بخشتے تھے۔ لوگوں اور فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ان کے قبے کے نیچے بیٹھ کر محض تبرک کے لئے کچھ کھاتے تھے۔ جب وفات کا موسم آتا تو لوگ آپ کے نام بہت زیادہ روپیہ خرچ کرتے تھے۔ اور نذر و نیاز دیتے تھے۔ ان کی قبر کے مجاوروں اور خدمت گاروں کی خوب آؤ بھگت کرتے تھے۔ اور مصیبتوں کے وقت ان کے دروازے پر حاضر ہو کر التجا و زاری کرتے تھے۔ اس وقت سے لے کر اب تک بھی یہ دستور چلا آرہا ہے۔ اور آئندہ قیامت تک بھی یہی دستور جاری رہے گا۔

پھر چونکہ آپ عالم الغیب اور برزخ پر پوری قدرت رکھتے تھے اور اپنی ہمت اور پکے ارادے سے ایسا کام کرتے تھے جو اللہ کے حکم اور ارادے کے مطابق ہوتا تھا۔ اس قوم کے ارادے پر خبر پائی کہ ان کی حیات اور موت دونوں اسی قوم کے درمیان ہوگی۔ انھوں نے مخلوق کی موت کا مزہ چکھا اور ان لوگوں پر رحم کیا جو برزخی دقائق اور الٰہی حقائق کے محقق نہیں تھے۔ پھر وہ خدا کے فضل و کرم سے ظاہر ہو کر اپنی منزلِ موعود کو پہنچ گئے۔ اس شہر ورنا بیسر کا ایک آدمی بھی ہرگز ہرگز اس بات کی تصدیق نہیں کر سکتا کہ حضرت ان کی سرزمین سے باہر نکل گئے، اس کے متعلق کیسے اور کیوں کر اور کہاں کی بحث نہیں ہو سکتی خدا ہم کو اور ان کو اپنی رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے۔ ہم لوگ آپ کے روضۂ مبارک کی حقیقی طور پر خدمت کرتے ہیں اور وہ محض صدقِ دل سے ان کی خدمت کرتے ہیں۔

جار ہے ہیں۔ خدا ہم دونوں کو آپ کی حرمت کی برکت سے مغفرت کرے۔

ناگور پہنچ کر حضرت یوسف کی شادی کا انتظام کرنا

جب حضرت قادر ولی ناگور پہنچے تو اپنے لڑکے یوسف کو بلایا اور ان کے لیے اور تمام فقیروں کے لیے دعا کی کیونکہ یہ سب آپ کی عدم موجودگی میں آپ کی وصیت پر عمل کرتے رہے۔ پھر انھوں نے سلطان مخدوم کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے لڑکے کی وفات کی خبر سن کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور سندھ پہنچا۔ تاکہ اپنے بیٹے کا چھوڑا ہوا مال و اسباب لے آئے مگر جب وہ وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ ڈاکوؤں نے سارا مال و اسباب لوٹ لیا ہے۔ بیٹے کی وفات اور پھر اتنا زیادہ مال و اسباب کے لٹ جانے کا اسے اتنا رنج پہنچا تو وہ دیوانہ وار جنگلوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں اپنا جان بھی گنوادی۔ لوگوں نے اس کو شیر بیانی جبل دادا کی بندرگاہ پر دفن کردیا۔ وہاں کے لوگوں نے جب اس کے مرنے کی خبر اس کی بیوی کو لکھ بھیجی تو وہ چلا چلا کر رونے لگی۔ اور اپنے بیٹے اور شوہر کو یاد کر کر کے آنسوؤں کے دریا بہانے لگی۔ وہ عدت کی مدت تک سوز کرتی رہی۔ اس کے بعد چند آدمیوں کو مقرر کیا تاکہ اس کے شوہر کو پہنچنے کا روپیہ وصول کریں۔ مگر ان وصول کرنے والوں نے سارا روپیہ ہضم کرلیا۔ اسے ایک پائی تک نہیں دی اسکی وجہ سے اس پر روزی تنگ ہوگئی اور وہ اپنا سارا زیور بیچ کر گزارہ کرنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کا سارا گھر اجاڑ ہا۔ وہ ایک دن لعل و گوہر کی مالک تھی اور اب پائی پائی کے لیے ترس رہی تھی۔ اس عورت نے سوچنا شروع کیا۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ یہ ساری بربادی حضرت قادر ولی کی مخالفت کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ اس نے حضرت یوسف کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ تم جو چاہتے ہو ویسا کرو حضرت یوسف نے کہا کہ میرے والد ابھی ابھی آئیں گے ان کے سامنے اپنی درخواست پیش کرو اور وہ جیسا کہتے ہیں ویسا کیجیو۔ مخدوم کی بیوی خود پیدل وہاں پہنچی اور اس کی

لڑکی پالکی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بخار سے اس لڑکی کا برا حال ہو رہا تھا۔ حضرت یوسف سے اس کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت قادر ولی تشریف لائے۔ آپ نے عورت کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ یہ مصیبتیں تیرے شوہر کی گستاخی کا نتیجہ ہیں۔ اس نے ہمارے لڑکے کو بے پالک لڑکا کہا اور اس کے اہل بیت ہونے سے انکار کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ ایک فقیر ایک امیر کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنی تعریف کر لی۔ اور میرے متعلق یہ کہا کہ میں اہل بیت رسولؐ سے نہیں ہوں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ میرے لڑکے یوسف کے راز کو نہیں جانتا تھا اور میرے اہل بیت سے ہونے کو نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے تمہارے ساتھ رشتہ جوڑنا اسی لئے پسند کیا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابری ہو۔ جب اس عورت نے حضرت قادر ولی کی یہ باتیں سنیں تو بہت روئی اور اس کا یہ رونا اس کے شوہر پر رونے سے بھی زیادہ تھا۔ اس عورت نے کہا اے اسلام اور مسلمانوں کے دستگیر اے پروردگار عالم کے زبردست ولی۔ ہم لوگوں نے آپ کے قول کی مخالفت کی۔ پایا جو کچھ کہ پایا۔ ہمارا مخدوم ہاتھ سے گیا اور واپس لوٹ نہ سکا اور میں ذلیل اور نادار ہو گئی اور بیوہ ہو گئی۔ اب ہم سب پر رحم کیجئے۔ آپ میں خدا کا اخلاق ہے۔ خدا اپنی شان غفور و رحیم بھی ہے۔ اس لئے آپ بھی ہم سب پر مہربانی کیجئے۔ میری بیٹی سلطانہ آپ کی بیٹی ہے اس کو اپنے لڑکے کی دلہن بنا لیجئے۔ اور میری اور میرے رشتہ داروں کی پشت پناہی فرمایئے کہ ہم آپ کے زیر سایہ زندگی گزار لیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت قادر ولی نے عورت کی یہ باتیں سنیں اور اس کی ندامت اور شرمندگی کو محسوس کیا تو آپ کو اس پر رحم آ گیا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا نہ اس نے آخر انھیں کا جیسا بنایا فرمائی۔ آپ نے سلطان بی بی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کا بخار فوراً جاتا رہا۔ وہ اچھی ہو کر اٹھ بیٹھی۔ حضرت قادر ولی نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ ان سب کے ٹھہرنے اور کھانے پینے کا بہترین انتظام کر دیا جائے یہاں تک کہ شادی کی کوئی اچھی تاریخ مقرر ہو جائے۔ چنانچہ لوگ ان کے لئے بہت

کھانوں اور میووں، پھلوں اور مٹھائیوں کا انتظام کرتے تھے اور اُن کے زیرِ سایہ بڑی خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے

حضرت یوسف کی شادی

جب شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی تو حضرت قادر ولی نے تمام احباب کو خطوط لکھے اور تمام امیروں اور فقیروں کو دعوت دی۔ مختلف شہروں کے بندوں کو بلا بھیجا تمام لوگ اس تاریخ کو آپ کے مکان پر جمع ہو گئے۔ اس روز آپ خوشی کا کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ شادی کے لئے ایک شاندار منڈوا تیار کیا گیا تھا۔ جس کو چراغوں اور پھولوں سے خوب سجایا گیا تھا۔ ہر طرف طبل اور طنبورے بجنے لگے۔ اور لوگ خوشی سے پھولے سماتے نہیں تھے۔ بہت ہی اچھے اور مناسب وقت میں دونوں کا نکاح انجام پایا۔ ایجاب و قبول کے بعد حضرت قادر ولی نے بڑی شاندار دعوت کی اور اپنے لڑکے اور بہو کو مبارک باد پیش کی اور ان کے لئے اور اُن کی نسل کے لئے بڑی دُعا فرمائی۔ اور کہا کہ جو بھی تمہاری پیروی کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تمہارا یہ مکان فقیروں کمزوروں، نیکوں کا ملجا اور مسکن ہوگا۔ تمہاری نسل سے علما و صلحا پیدا ہوں گے۔ یہ سب لوگ میرے ورد کو پکڑے رہیں گے۔ ان کی نسل بڑھتی رہے گی۔ انہیں اپنی معاش کا کوئی غم نہ ہوگا وہ قیامت تک اچھی حالت میں ہونگے حضرت یوسف اور دوسرے لوگ آپ کی دُعا پر آمین کہتے رہے۔ سب لوگوں نے شیخ کے افادات سے فائدہ اٹھایا اور آپ کے قدموں کا بوسہ لیا اور آپ کی نصیحتوں پر عمل شروع کیا۔ اُن کی زبانِ حال پکار پکار کر یہ کہہ رہی تھی ؎

طبنا بکم و کنا اقد طائب ناھور　　لازال معمورة منکم بھا دور

ہم آپ کی وجہ سے بہتر ہو گئے اور اسی طرح ناگور بھی پاکیزہ ہو گیا۔ آپ کی وجہ سے ہمارے گھر آباد ہو گئے۔

فزنا بکم اذ حللتم بیننا و کنا　　اعقابنا الکل حتی ینفخ الصور

جب آپ ہمارے اندر اترے تو ہم کامیاب ہو گئے اسی طرح ہماری نسلیں قیامت

کے حور پھوٹنے تک کامیاب رہیں گی۔

الحمد للہ من قد کان اسکنھم   من بیننا نترشد ون الخلق یا نوس

خدا کی تعریف ہے جس نے آپ کو ہمارے اندر بسایا اور آپ نور بن کر لوگوں کی ہدایت کرتے رہے

جئتم الینا وفینا کسل طاعتنا   للہ فالآن منا الکسل مزجوس

آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم خدا کی بندگی میں سست تھے۔ اب ہماری یہ سستی ہم سے بھاگ چکی ہے

کنا نشنع الشیطان علی اللعب   فالآن قد غاب عنا وھو مقھود

ہم کھیل پر شیطان سے ملے جلے تھے اب وہ شیطان ہم سے غائب ہو چکا ہے۔ اس

کی حالت یہ ہے کہ وہ عاجز ہو چکا ہے۔

نعیش خیرانکم فادعوا الالہ لنا   لیمحو الاثم عنا وھو مسطوی

ہم آپ کے پڑوسی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ خدا سے ہمارے لئے دُعا کیجئے

تاکہ ہمارے گناہ مٹ جائیں اور اس پر قلم کھینچ دیا جائے۔

لوگ نہایت خوش ہو کر اپنے اپنے گھر لوٹے۔ ہر طرف آپ ہی کی جودوسخا کا چرچا تھا، آپ نے مطبخ کے قریب ایک درخت کے نیچے اپنا بستر لگا لیا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ یوسف اور اُن کی بیوی کے درمیان خلوت صحیحہ ہوئی اور دونوں کے درمیان محبت و راحت پوری ہوگئی۔ خدا ان دونوں پر اور ان کی نسل پر ابد الآباد تک اپنی رحمتوں کی بارشیں برسائے۔

دولتِ دُنیا کی خواہش سے توبہ کرنا

جب یوسف نے امیر مخدوم کی لڑکی سے شادی کی اور اس پر چند دن گزر گئے تو یوسف اپنے ایک شغل سے باہر تشریف لے گئے۔ لڑکی اپنی جگہ پر غمگین ہو کر سوچنے لگی کہ وہ کسی دن ایک مالدار کی لڑکی تھی۔ اس کے والد کے پاس کتنا اور بہت سا سامانِ تجارت موجود تھا۔ اب اس پر فقر و فاقے کی زندگی گزرنے والی ہے یہ باتیں سوچ ہی رہی تھی کہ حضرت قادر ولی اندر داخل ہوئے اور آپ نے لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تمہیں غمگین نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ ہی دیتا ہے

اور اللہ ہی لے لیتا ہے۔ تم ذرا اپنے گھر کے قبلے رخ بیدھی جانب تو دیکھو۔ اس لڑکی نے دیکھا تو اندر سے ایک بہت بڑا شاندار محل نظر آیا جس کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے۔ وہاں دینار درہم بکھرے پڑے تھے۔ انواع واقسام کے ریشمی کپڑے اور سونے چاندی کے زیورات اور جواہر دکھائی دیئے۔ اُن کی تعداد کو خدا کے سوا کوئی اور گن نہیں سکتا تھا۔ حضرت قادر ولی نے فرمایا اس سے تم کو جتنی ضرورت ہو لو اور خرچ کرو۔ لڑکی یہ دیکھ کر بے حد متعجب اور متحیر ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ اس دُنیا کے عیش پر عزم کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اگر ان فانی چیزوں میں پڑ جائیں تو یقیناً ہماری اُخروی زندگی ختم ہو جائے۔ لڑکی ادھر سے اپنی آنکھ پھیر لی۔ اور خدا سے مغفرت چاہی۔ اور حضرت قادر ولی کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے دل میں جو وسوسے گزرے تھے۔ اُن کے لئے حضرت سے معافی چاہی پھر ان سے گزارش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ اس قسم کا وسوسہ اُس لڑکی کے دل میں دوبارہ پیدا نہ ہو۔ معمولی زندگی پر وہ بہت خُوش تھی۔ جو کچھ بھی مل جاتا تھا اُس پر خُدا کا دل سے شکریہ ادا کرتی تھی۔ بے شک خدا کا فرمان سچا ہے۔ جس نے یہ فرمایا کہ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت قادر ولی کی تعریف کرنی شروع کی جیسا کہ کسی بزرگ آدمی نے کہا ہے ہے

ان للہ عباد افطنا   طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا

اللہ کے بہت ہوشیار بندے ایسے ہیں جنھوں نے فتنوں سے ڈر کر دنیا کو طلاق دیدی ہے۔

احبیوا ان یترکوا العیش الھنا   فی الدنیا کی یرزقوا کل المنا

انہوں نے آرام کی زندگی کو دُنیا میں اس لئے چھوڑا ہے تاکہ آخرت کی پوری آرزوئیں حاصل ہو جائیں۔

شریعت کی اتباع

حضرت قادر ولی جس طرح شریعت کے جاننے میں پکے تھے اسی طرح حقیقت کے پہچاننے میں بھی گہرے

تھے۔ حضر اور سفر خشکی اور تری میں ان سے کبھی نماز اور روزہ ترک نہیں تھا ایک
دن انھیں خبر ملی کہ ان کے فقیروں میں سے ایک نے شراب پی ہے۔ حضرت نے اسے بلا
بھیجا اور کہا کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے وہ تمام چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے۔
تم ہماری قوم سے ہو کر ایسی بری بات کے مرتکب ہوتے ہو۔ کیا تمہیں شراب کی
حرمت کے متعلق خدا کا صریح حکم معلوم نہیں ہے۔ کیا تم اس پیالے سے محروم رہنا
چاہتے ہو جو قیامت کے دن تمہیں ملے گا اور جس میں کافوری ٹھنڈک ہوگی۔
حضرت کی یہ باتیں سن کر وہ فقیر ڈر گیا۔ اس نے کہا حضرت میں نے شراب نہیں پی
ہے۔ لوگ مجھ پر تہمت لگاتے ہیں۔ حضرت اس کے دل کی بات کو جانتے تھے تاہم
کھلی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو سزا نہیں دے سکتے تھے۔ انہوں نے
اس کو تنبیہ کی اور کہا آئندہ سے اس قسم کے گناہ کا مرتکب نہ ہونا۔ اگر بارِ دگر
تم ایسا کروگے تو پھر تم ہمارے حلقے سے بھگا دئے جاؤ گے۔ فقیر نے جواب دیا
میں نے شراب تو نہیں پی ہے اور آئندہ بھی ہرگز شراب نہ پیوں گا۔ اس پر چند
دن گزر گئے۔ جب کچھ تنہائی کا موقع میسر آیا تو اس نے دوبارہ شراب پی لی۔
اچانک اس کے ساتھی اس پر لوٹ پڑے اور اس پیالہ کے ساتھ جس سے
اس نے شراب پی تھی۔ حضرت قادر ولی کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ اس وقت وہ
حضرت کے سامنے بھیگی بلی بنا کھڑا رہا۔ حضرت نے کہا کیا تم کو ذرا بھی ڈر نہیں
ہے۔ تم بے دھڑک اس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے کہا اے میرے آقا
اور میرے سردار میں نے ہرگز ہرگز شراب نہیں پی ہے۔ میں نے صرف دودھ
پیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا پیالہ الٹا تو اس سے دودھ کے قطرے گرنے لگے
حضرت قادر ولی نے ایک لڑکے کو اس پیالہ میں پیشاب کرنے کا حکم دیا جو دودھ
بن گیا تھا۔ حضرت نے کہا لو اس کو بھی پی جاؤ۔ کیونکہ یہ بھی تو دودھ ہی ہے۔
یہ دیکھ کر فقیر بہت پریشان ہوا اور اس نے حضرت سے معافی چاہی اور توبہ استغفار کیا۔
راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت نے اس پر حد جاری کی ہوگی۔ مگر راوی

اس کو لکھنا بھول گئے۔ کیونکہ وہ شریعت کی اتباع میں پکے تھے اور اس کے احکام کے نافذ کرنے میں تلوار سے بھی تیز تھے۔

دُعا سے چھاتیوں کا غائب ہونا اور پھر اُبھر آنا۔

حضرت قادر ولی صغائر اور کبائر گناہ سے ہمیشہ بچتے تھے۔ انہوں نے ہرگز کسی کا ستر نہیں دیکھا تھا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ رہے ہوں۔ ایک دن وہ شہر سے باہر میدان کی طرف نکلے۔ وہاں ایک چشمہ پر وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی اور سجادے پر بیٹھ کر وظائف پڑھنے لگے۔ اس وقت ان کی ران میں ایک چھوٹا سا دُمل نکلا تھا۔ جو انہیں بہت تکلیف دے رہا تھا۔ لوگ اس چشمے پر پانی لینے کے لئے آتے تھے۔ اتنے میں ایک کافر لڑکی بھی پانی لینے کے لئے وہاں پہنچی۔ اس کی چھاتیاں کھلی ہوئی تھیں ان پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب اُن پر حضرت کی نظر پڑی تو کہا کہ میں تو اس چھوٹے سے دُمل کو برداشت نہیں کرسکتا تو یہ لڑکی ان دو بڑے دملوں کو کیوں کر برداشت کرسکتی ہے۔ خدایا اس کے دونوں دملوں کو اس سے دور کردے۔ یہ دعا کرنا تھا کہ اس کی چھاتیاں فوراً غائب ہوگئیں۔ وہ لڑکی گھر واپس آئی تو اس کے والدین کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ انہوں نے پوچھا ارے تمہاری چھاتیاں کیونکر غائب ہوگئیں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتی۔ میں پانی لینے کے لئے چشمے پر گئی تھی وہاں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اور میں جیسے ہی وہاں سے پانی لے کر لوٹنے لگی میری چھاتیاں بالکل غائب ہوگئیں۔ اس لڑکی کے والدین سُن کر چشمے کے پاس چلے آئے اور انہوں نے حضرت سے درخواست کی اور کہا کہ لڑکی کی چھاتیاں دمل نہیں ہیں بلکہ وہی عورتوں کے لئے زینت ہیں۔ اگر کسی لڑکی کی چھاتیاں نہ ہوں ان سے کوئی بھی شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ آپ خدا سے دُعا کیجئے کہ اس کی چھاتیاں واپس

آجائیں حضرت نے دعا فرمائی تو اس کی چھاتیاں واپس آگئیں۔ اور وہ لڑکی پہلے سے زیادہ خوب صورت معلوم ہونے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ بہت ہی عجیب وغریب ہے۔ لیکن اس معاملے میں حضرت اپنے دادا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی کررہے تھے۔ انہیں دنیوی امور سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے کھیتوں پر سے گزرے ایک اعرابی تر درختوں کا لعاب مادہ درختوں پر لگارہا ہے۔ آپ نے اعرابی سے پوچھا ایسا کیوں کررہے ہو۔ اس نے کہا ایسا کرنے سے پھل زیادہ لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ انسانوں میں ہوتا ہے۔ درختوں کے لئے اس کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہی وہ پھل لاسکتے ہیں۔ اعرابی نے آپ کی بات مان کر ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ مگر اس سال پھل زیادہ نہیں لگے۔ اعرابی نے آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ تم دنیوی کاموں کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہو اپنی عادت کے مطابق آئندہ تم لعاب لگایا کرو۔

ڈوبتی کشتی کو بچانا

ایک دن حضرت قادر ولی نے حضرت یوسف اور فقیروں کے سامنے شریعت وحقیقت وغیرہ پر گفتگو کی۔ دورانِ گفتگو میں وہ اچانک اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں داخل ہوگئے، پھر چند لمحوں کے بعد باہر تشریف لائے۔ اس وقت ان کی بائیں آستین پانی سے تر تھی۔ حضرت یوسف نے پوچھا اے آبا جان آپ کی آستین کیونکر بھیگ گئی ہے۔ اور اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت نے کہا عنقریب تمہیں اس کا سبب معلوم ہوجائیگا۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئے۔ چند دن کے بعد ایک بہت بڑی کشتی آدمیوں اور اسباب سے لدی ہوئی ناگ پٹن پہنچی۔ کشتی والے بعد میں حضرت قادر ولی کی بارگاہ میں پہنچے اور بہت سی عمدہ چیزیں بطور نذرانہ کے پیش کیں اور دست بستہ ہوکر کہا۔ آپ نے اس وقت جبکہ ہم موت کے

منہ میں جا چکے تھے۔ ہمیں ہلاکت سے نجات دلائی۔ یہ ہماری نذر ہے۔ اس کو قبول فرمائیے۔ آئندہ بھی ہماری پناہ گیری فرمائیے۔ جب حضرت نے اُن کی یہ باتیں سُنیں، تو خدا کا شکر ادا کیا اور ان کی نذر قبول فرمائی۔ اور ان کے لئے دین اور دُنیا میں نجات کی دُعا فرمائی۔ یہ لوگ اُن سے رخصت ہو کر وہاں سے نکلے۔ جب باہر آئے تو شیخ یوسف نے ان سے پوچھا۔ تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے ساری کیفیت سُنائی اور کہا ہم کشتی میں سامانِ تجارت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ چند دن کے بعد ہماری کشتی ایک پہاڑ سے ٹکرا گئی، ہمیں اپنا بچاؤ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم نے کشتی کی مرمت کی۔ مگر اس کو پانی میں اُتار نہ سکے۔ ہمیں اپنی ہلاکت کا خوف پیدا ہو گیا۔ ہم حضرت کی کرامات سُن چکے تھے۔ ہم نے ان کے نام سے نذر دینے کی نیت کر لی۔ اور آپ کا واسطہ لے کر خدا سے استغاثہ کیا۔ ہماری زبان سے یہ الفاظ پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہماری کشتی پانی پر اُتر چکی اور ہم سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ کشتی ہمارے تابع نہیں تھی، بلکہ کشتی ہمیں کھینچ لے جا رہی تھی۔ جیسا کہ کوئی گھوڑا اُس کے سوار کے اشارے پر چلتا ہے۔ جب یوسف نے اُن کی باتیں سُنیں تو کشتی کے اُتارنے کی تاریخ دریافت کی اور جب حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک وہی تاریخ تھی۔ جس دن کہ حضرت کی بائیں آستین پانی سے تر ہوئی تھی، یہ دیکھ کر لوگوں کو بہت ہی تعجب ہوا۔ خدا ہم سب کو آفتوں اور ہلاکتوں سے بچائے۔ آمین۔

پرندوں کو امن دینا

حضرت قادر ولی کے جس طرح جن مسخر اور تابع ہو گئے تھے۔ اسی طرح پرندے بھی اُن کے فرمانبردار ہو گئے تھے۔ جب آپ گفتگو کرتے یا خطبہ دیتے تو پرندے بھی سننے کے لئے جمع ہو جاتے تھے وہ پہلے گھر کے درختوں پر آ بیٹھے تھے اور جب سب لوگ آپ کی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے تو وہ پرندے بھی آپ کے قریب آ کر بیٹھتے اور گھنٹوں آپ کو دیکھتے رہتے اور آپ کی پیاری پیاری باتوں کو سنتے رہتے تھے حضرت کو بھی ان سے

بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور جب یہ پرندے آپ کے قریب آ کے بیٹھتے تھے
تو ان سے باتیں کر کے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے حلقے کے
ایک فقیر نے اپنے تیروں سے دو پرندوں کا شکار کر لیا تھا۔ درخت پر بیٹھے
ہوئے پرندوں نے دیکھا۔ فوراً اُڑ کر مشرقی دانجور پہنچے اور وہاں سے ایک
پرندے کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ وہ پرندہ حضرت کے سامنے آ بیٹھا اور
آنسو بہانے لگا اور دو پرندوں کے مارے جانے کی شکایت کی، جب آپ نے
دیکھا تو آپ کے دل کو بڑا صدمہ ہوا، آپ نے اس فقیر کو بلایا جس نے ان دونوں
پرندوں کا شکار کیا تھا اور غصہ سے باتیں کیں اور آئندہ شکار کرنے سے منع
کیا۔ پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے امن کا پروانہ لکھا اور اپنے مرید شاہ حسن
کو حکم دیا اور کہا کہ دانجور لیجائیں اور پرندوں کے سامنے رکھدیں شاہ حسن
نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ خط زمین پر رکھ کر کچھ دور ہٹ آئے تو ایک پرندہ
آیا اور اس خط کو اٹھا لے گیا۔ سارے پرندے جمع ہو گئے۔ سبھوں نے مل کر
وہ خط پڑھا جس طرح کے انسان پڑھتے ہیں، اس کے بعد تمام پرندے
اس جگہ آ کر رہنے لگے۔ جہاں پہلے وہ رہا کرتے تھے۔ اس وقت سے لے کر آج
تک کوئی ان پرندوں کا شکار نہیں کرتا۔ شکار کرنے والوں کے تیروں سے
یہ نسل بچ گئی، اور ہمیشہ کے لئے قائم رہ گئی۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ناگور کے ایک میدان کی طرف چلے گئے
جہاں یہ پرندے رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی فقیر نے ایک پرندے کو مار ڈالا
جس کی وجہ سے سارے پرندے وہاں سے اُڑ کر چلے گئے۔ جب آپ وہاں
پہنچے تو دیکھا کہ ایک پرندہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ آپ کو تعجب ہوا، آپ نے فرمایا کہ
کیا سارے پرندے یہاں سے جا چکے۔ لوگوں نے فقیر کی حرکت بیان کی آپ نے
اس کو بلا کر ڈانٹا، پھر گھر پہنچ کر اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا اور
شاہ حسن کے ذریعے اس کو پرندوں کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد سارے پرندے

پھر وہاں آکر بس گئے۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچی۔

ٹوٹی ہوئی کشتی کو ٹھیک کر دینا

مسلمانوں کی ایک جماعت نصرانیوں کی کشتی میں سوار ہوکر تجارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب ساحل سے کچھ دور کشتی جاچکی تو کشتی کے نیچے کے حصے میں سے ایک تختہ نکل گیا۔ پانی اندر گھس آیا۔ لوگ اس پانی کو باہر نکال کر پھینکنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ اور سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ کشتی ڈوب کر ہی رہے گی۔ جب سب لوگ رونے پلانے لگے تو مسلمانوں نے نصرانیوں سے کہا، ہمارے گاؤں میں ایک شیخ آئے ہوئے ہیں ان کی کرامات بہت مشہور ہیں اگر ہم اُن کے نام سے نذر گزاریں تو ہماری کشتی بچ جائے گی۔ نصرانیوں نے کہا تمہیں جو مناسب معلوم ہوتا ہے کرو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ انہوں نے آپس میں چندہ کیا اور ان کو ایک تھیلی میں ڈال کر اس پر حضرت کا نام لکھدیا۔ اس وقت حضرت قادر ولی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے حجام سے خط بنوا رہے تھے۔ آپ نے اس کا آئینہ اُٹھایا اور سمندر کی طرف پھینک مارا۔ آئینہ تیزی کے ساتھ فضا کی طرف روانہ ہوا اور کشتی کی اس جگہ جا لگا جہاں سے تختہ نکل گیا تھا۔ جب سوراخ بند ہو گیا تو پانی بھی اندر جانا بند ہو گیا۔ لوگوں نے پانی باہر نکالا اور کشتی صحیح وسالم ناگ پٹن پہنچی۔ لیکن ان لوگوں نے نذر دینے کا خیال نہیں کیا۔ اس سے غفلت برتی۔ جب حجام خط بنا چکا تو اپنا آئینہ مانگا، حضرت نے فرمایا۔ چند دن صبر کرو۔ تمہارا آئینہ تمہیں مل جائے گا۔ جب کشتی ناگ پٹن پہنچ چکی تو آپ نے ایک فقیر کو حکم دیا جاؤ اور کشتی کے مالک سے آئینہ مانگ لے آؤ۔ جب فقیر نے جاکر مانگا تو سب کو تعجب ہوا، ملاح نے جاکر دیکھا تو واقعی کشتی سے آئینہ لگا ہوا ہے آئینہ اس کے حوالے کیا۔ نصرانی کو یاد آیا کہ لوگوں نے نذر مانی تھی جو پوری نہیں ہوئی جب تمام لوگوں کو اس کی اطلاع ملی تو سب لوگ اپنی نذر لیکر حضرت کی خدمت میں

پہنچے اور دیر سے نذر کے پیش کرنے پر اپنی معذرت پیش کی۔ آپ نے اس کو قبول کرلیا اور اس کو یوسف اور تمام فقیروں کے درمیان تقسیم کردیا، نذر دینے والے آپ کو سلام کر کے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

آپ کی دُعا سے بارش برسنا اور قحط دور کرنا۔

جب آپ کے خوارق عادات اور کرامتیں مشہور ہونے لگیں تو ناگپٹن کے نصرانی اور مسلمان زیادہ تعداد میں آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے گاؤں میں سخت ترین قحط آگیا ہے۔ ہمارے فقراء بھوک سے مر رہے ہیں اور مالدار بھی تنگی میں ہیں، کسی کو بھی سیری نصیب نہیں ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چیزوں کا کال ہوگیا ہے۔ آپ کی بزرگیاں بہت مشہور ہیں آپ ہماری مدد فرمائیں، حضرت قادر ولی نے فرمایا تم لوگ اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو۔ بیشک وہ زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ ضرور تم پر اپنی بارش برسائے گا، آپ نے اپنی گفتگو پوری بھی نہیں کی تھی کہ آسمان ابر آلود ہوگیا اور بارش برسنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاؤں اور جنگل جل تھل ہوگئے۔ لوگ یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوگئے، اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔

سیدنا عبداللہ بن اسعد الیافعی نزیل الحرمین الشریفین نے لکھا ہے کہ دو خُدا رسیدہ بزرگ ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی آدمی پہاڑ کو حکم دے تو وہ حرکت میں آجائے، اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ حرکت کرنے لگا دوسرے خدا رسیدہ بزرگ نے کہا۔ اے پہاڑ خاموش رہ ہم نے صرف اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے تجھے حرکت کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ پہاڑ فوراً خاموش ہوگیا۔

اپنی جیب سے تازہ لونگ کی شاخ نکال دکھانا۔

ناگپٹن کے نصرانیوں کی ایک دشمن جماعت آپ کی خدمت میں آئی، وہ آپ کی کرامتوں کی منکر تھی ان لوگوں نے حضرت سے کہا آپ ایک تازہ لونگ

کی شاخ حاضر کر کے دکھلائیے جس میں ہرے پتے لگے ہوں۔ اس زمانہ میں اطراف میں کہیں بھی لونگ کے تازہ درخت نہیں تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت اس قسم کا معجزانہ کارنامہ پیش نہیں کر سکتے۔ آپ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اللہ کا نام لیکر باہر نکالا۔ آپ کے ہاتھ میں لونگ کی ہری بھری ڈالی جڑ کے ساتھ تھی۔ اس میں ہرے بھرے پتے موجود تھے۔ یہ دیکھکر تمام نصرانی دنگ رہ گئے۔ آپ نے ان کو ایمان اور اسلام کی دعوت دی اور تثلیث کے عقیدے سے منع کیا۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جتنا انہیں خدا اور اسلام کیطرف بلایا جارہا تھا۔ اتنا ہی اس سے بدک کر بھاگ رہے تھے۔ ان پر رات دن خدا کی لعنت برس رہی تھی۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضرت کی یہ کرامت دیکھی تو بہت متعجب اور متحیر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہم آپکے رہنے کے لئے ایک مربع عمارت تیار کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے اجازت دیدی۔ وہ معمار کو ساتھ لے آئے اور چار ستونوں پر ایک مربع عمارت بنائی اور اس کے ساتھ ایک گول کنواں بھی کھودا۔ یہ عمارت مطبخ کے شمال میں املی کے درخت کے نزدیک واقع ہے۔ جہاں آجکل عرس کے موقعہ پر ہر سال ملنگ نامی فقراء آکے اُترتے ہیں۔ اب رہی وہ روایت جس کو بعض لوگ نصاریٰ سے روایت کرتے ہیں اور جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض نصرانیوں نے اپنے ملک کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ فلاں وقت جو لونگ کی ڈالی روانہ کی گئی تھی وہ موجود ہے یا نہیں تو اس نے جواب میں وہاں کے لوگوں نے لکھا کہ لونگ کا درخت ختم ہو چکا ہے تو یہ روایت ضعیف اور مردود ہے۔

ایک سندھی آدمی کا ولی کی تلاش میں نکلنا

سندھ کا ایک آدمی اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا اور جنگل اور بیابان کو قطع کرتا ہوا سرہند پہنچا۔

راستے میں اس نے بعض درختوں سے ایک مسواک کاٹ لی تھی اور اسکو اپنی ہتھیلی میں چھپائے ہوئے

تھا۔ اس کی نیت یہ تھی کہ جو بھی اس مسواک کا پتہ بتادے اور اس کی برکت سے یہ مسواک ہری بھری ہو جائے۔ اسی سے علم طریقت سیکھے۔ اس لئے عرب وعجم اور سودان کے مشہور مشائخ وفقراء سے ملاقات کی مگر کسی نے اس کے ارادے پر اطلاع حاصل نہیں کی۔ وہ مسلسل سفر سے تھک چکا تھا۔ اس کے پاؤں پھول چکے تھے۔ تاہم اس کے ذہن میں یہ مشہور بات تھی۔ من جدّ وجد جو بھی کوشش کرتا ہے وہ پاتا ہے۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ آدمیوں کی ہمت پہاڑوں کو بھی پاٹ دیتی ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ خدا کے لئے یہ محال نہیں ہے کہ زمین پر کوئی عالم الغیب بندے کو باقی رکھے اور وہ مریدین کی حاجتوں کو پوری کرے اس کا خیال آنا تھا کہ اس کے دل میں ایک نئی امنگ اور نئی ہمت پیدا ہوگئی اور وہ ہندستان کی طرف چل کھڑا ہوا اور میدانوں اور بیابانوں کو پار کرتے ہوئے ناگور پہنچا۔ وہاں حضرت قادر ولی سے ملاقات ہوئی۔ اس کو دیکھتے ہی حضرت نے کہنا شروع کیا۔ اے ناامید سرگردان آدمی۔ خدا کی رحمت سے ناامید مت ہوجا کیوں کہ صرف گمراہ لوگ ہی اس کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔ اپنی تھیلی میں جس مسواک کو چھپائے ہوئے ہو لاؤ۔ اس کو ہمارے حوالے کرو۔ یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوگیا اس نے فوراً اپنی مسواک نکالی اور حضرت کے حوالے کردیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنے گھر کے صحن میں گاڑ دیا۔ اور اپنے وضو کے پانی سے اس پر چھڑکاؤ کیا۔ اور پھر وضو کے برتن سے اس کو ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد اس شخص کو حکم دیا کہ اس برتن کو اپنا تکیہ بنا کر اس پر آرام کرے اور اپنا پہلو نہ بدلے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت تشریف لائے اور کہا ذرا اس برتن کو تو اٹھاؤ۔ جب برتن اٹھایا گیا تو دیکھا کہ مسواک ہری بھری ہوچکی ہے اور اس میں پتے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس میں سے تین پھاٹے پیدا ہو گئے ہیں وہ شخص بہت ہی متعجب ہوا اور ایک کامل ولی کے مل جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت

کرلی. آپ نے اس کو ذکر تلقین کی اور اپنے دست مبارک سے اسے خرقہ پہنایا فقیروں میں اس کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔ اس کے دل کو ایمان واحسان عرفان شوق وذوق ووجدان کے نور سے بھر دیا۔ جس طرح کہ یہ چھوٹی سی مسواک ایک درخت بن چکی تھی۔ یہ درخت آج تک بھی موجود ہے۔[۱] خدا ہم سب کے دلوں کو یقین کے نور سے پُر کر دے اور جنت میں آپ کی ملاقات سے ہمیں محروم نہ کرے۔

نذر کے مال سے پیپ نچوڑنا

حضرت قادر ولی کے فقراء مختلف شہروں کی طرف جاتے تھے اور اگر کوئی وہاں انہیں نذر دیتا تھا تو اس کو قبول کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت یوسف نے اجازت چاہی کہ وہ ناگپٹن ہو آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ وہاں کے لوگوں نے جب حضرت یوسف کو دیکھا تو ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ وہاں کے ایک مالدار نے انہیں اور اس کے ساتھیوں کو دعوت دی۔ حضرت یوسف اس کے ہاں مہمان رہے۔ لوگوں نے آپ سے وعظ کی فرمائش کی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے وعظ کہا۔ اس میں قرآن وحدیث، فقہ وتصوف، سلوک وتوحید مشاہدہ ومراقبہ اور مختلف ظاہری وباطنی عبادتوں کے مسائل نہایت ہی عمدہ پیرائے میں ادا کیا۔ انہوں نے مختلف علوم وفنون کی بہترین باتیں بیان کیں۔ اس کے بعد جنت ودوزخ کا ذکر کیا اور فرماں برداروں اور نافرمانوں کے اوصاف بیان کئے۔ یہ وعظ اتنا موثر تھا کہ بہت سے گناہگاروں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور بہت سے صالحین کا ایمان اور مضبوط ہو گیا۔ جب آپ ناگپٹن سے چلنے لگے تو لوگوں نے بہت سے ہدئیے اور تحائف پیش کئے جن کو آپ نے قبول کر لیا۔ لوگوں نے شہر کی فصیل تک ان کی متابعت کی اور جب وہ ناگور پہنچے تو سارے تحفے تحائف حضرت قادر ولی کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے کہا ان ہدیوں کو ایک رومال میں لپیٹ لو۔ پھر حضرت نے اسے نچوڑنے کا حکم دیا۔ یوسف نے

---

[۱] آجکل یہ درخت نہیں ہے۔ چند سال کے آگے طوفان کی وجہ سے گر گیا (مترجم)

اس کو نچوڑا تو اس سے پیپ بہنے لگا۔ یہ دیکھکر حضرت یوسف ڈر گئے، اور
ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت نے فرمایا بیٹا لوگوں کا مال ایسا ہی
ہوتا ہے۔ اسی کے تم محتاج بنتے ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں کیمیا کا علم سکھا دوں
تاکہ تمہیں کسی سے کچھ لینے کی حاجت نہ ہو اور دوسروں کا مال قبول نہ کرو، مگر
مشیت ازلی مجھ پر سبقت لے گئی۔ خدا نے یہ لکھدیا تھا کہ تم اور تمہاری اولاد
نذر کے مال پر زندگی بسر کرے۔ ہر چیز خدا کے فیصلے کے مطابق ہوتی ہے
یہاں تک کہ عجز، اور کسل بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔ خدا نے تمہارے لیئے
اور تمہاری اولاد کے لیئے یہ مال حلال کر دیا ہے۔ پس جو بھی میرے نام پر میری
زندگی اور میری موت کے بعد بطور نذر آئے اس کو قبول کر لو۔ خدا پر
بھروسہ رکھو وہ بہت ہی بڑا کارساز ہے۔ اسی نے تمہیں ناگپٹن جانے کی
رغبت دلائی اور پھر ناگپٹن والوں کے دل میں یہ بات ڈالی، کہ وہ
تمہیں ہدیہ پیش کریں۔ جو بھی خدا کا لکھا ہوا ہو وہ کبھی نہیں ٹل سکتا۔ وہ ہو کر
رہے گا۔ اس لیئے تم اپنے تمام امور کو اس کی طرف لوٹا دو، اسی
میں تمہیں خوشی میسر ہوگی اور وہ زیادہ ہوگی۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں حضرت کے قول پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے۔ وہ
یہ ہے کہ خدا کا ارادہ حضرت کے ارادے کے
مخالف تھا حالانکہ حضرت یوسف کی نسبت کے سلسلے میں آپ نے فرمایا تھا
کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیئے اور تمہاری اولاد کی روزی کیلئے دعا کروں گا۔
حضرت کا کوئی حکم اللہ کے حکم کے مخالف نہیں ہوتا تھا تو پھر اس معاملہ
میں ان کا حکم خدا کے حکم کے کیونکر مخالف ہو گیا۔ اس کے دو جواب ہیں، پہلا
جواب تو یہ ہے کہ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ حضرت یوسف شادی کے محض اس لیئے
خلاف ہیں کہ وہ اپنی روزی کما نہیں سکتے تو آپ نے انہیں حقیقت بتا دی، یہاں
تک کہ وہ شادی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ کیوں کہ شادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کی سُنّت ہے، اور جب حضرت یوسف کی قوت نیت اور شدت تقویٰ سے واقف ہوئے تو لوگوں کے ہدیوں کے قبول میں زہد اختیار کرنے کی رغبت دلائی۔ ہدیوں کا قبول کرنا اگرچہ جائز اور حلال ہے۔ تاہم متقی اور پرہیزگار لوگ ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اور تحذیر صرف حضرت یوسف اور ان کے جانشین کے لئے ہے۔ ان کی ساری اولاد کیلئے نہیں ہے۔ حضرت اپنے لڑکے یوسف کو کیمیا کی تعلیم دینا نہیں چاہتے تھے کیوں کہ انہیں حضرت سے ساری برکتیں مل چکی تھیں۔ البتہ یوسف کی اولاد کو کیمیا سکھا دینا چاہتے تھے۔ ان کی عبادت سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

گاؤ تکیہ پھینک کر کشتی کو بچانا

بابا پا اُور کے تاجروں میں سے ایک تاجر نے حضرت قادر ولیؒ اور حضرت یوسفؒ اور دوسرے تمام فقراء کی شاندار دعوت کی۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو حضرت اپنے لڑکے اور دوسرے فقیروں کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے تاجر نے ہرے رنگ کا نہایت قیمتی فرش بچھا رکھا تھا اور دو گاؤ تکیئے بھی رکھے تھے۔ جن پر حضرت رانوں کا ٹیکا لگا کر بیٹھے۔ تاجر نے پکی ہوئی اور بھُنی ہوئی بہت سی لفیس چیزیں پیش کیں۔ کھانے سے فارغ ہوکر اٹھنے لگے۔ تو تاجر نے آہستہ سے کہنا شروع کیا کہ اس نے ایک سال پہلے ٹباوبا کی طرف دو تجارتی کشتیاں روانہ کی تھیں۔ اب تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کیا ہوئیں اور ان پر سفر کرنے والے کیا ہوئے۔ خدا سے یہی امید ہے کہ آپ کی برکت سے صحیح وسالم پہنچ جائیں گی۔ جب حضرت نے یہ بات سنی تو اپنی رانوں کے نیچے کے گاؤ تکیئے اٹھائے۔ تاجر نے دل میں خیال کیا کہ کہیں دونوں حضرت اٹھا نہ لے جائیے۔ اگر کم از کم ایک گاؤ تکیہ چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت اس کے دل کی جان گئے۔ فوراً ایک گاؤ تکیہ اس کی طرف پھینک دیا اور دوسرا لیکر باہر نکلے اور ایک میدان میں پہنچکر وہ گاؤ تکیہ فضا کی طرف پھینکا، باجو نائب ہوگیا

آپ اپنے گھر پہنچ گئے۔

چند دن کے بعد تاجر کی دو کشتیوں میں سے ایک صحیح و سلامت ساحل سمندر پہ پہنچ گئی۔ اس نے دوسری کشتی کے متعلق دریافت کیا۔ ملاح نے کہا ہماری دونوں کشتیاں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اتنے میں ہماری کشتی کا نیچے کا ایک تختہ نکل گیا اور پانی اندر آنا شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نکلے ہوئے تختہ کی جگہ پر کوئی چیز آ لگی اور ہماری کشتی محفوظ ہو گئی مگر دوسری کشتی کا نکلا ہوا تختہ پھر جڑ نہ سکا اور وہ کشتی غرق ہو گئی۔ راوی کہتا ہے کہ جب اس کشتی کا حال معلوم ہوا تو تاجر بہت غمگین ہوا اور اس نے حضرت کی خدمت میں پہنچکر ساری کیفیت بیان کی۔ حضرت نے فرمایا قضا کا تیر کمان سے نکل چکا اب صبر اور ندامت کے سوائے چارہ نہیں ہے۔ تمہاری مرضی ہی یہی تھی کہ تمہاری کم از کم ایک کشتی بچکر صحیح و سلامت ساحل تک پہنچے، کیونکہ تم مجھے صرف ایک گاؤ تکیہ دینے پر رضامند تھے۔ خدا کے ارادے پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ جو کچھ لکھا جا چکا وہ ہو کر رہے گا۔ اب تمہیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ تمہیں بات نہیں کرنی چاہیئے۔ تم ایسی چیز میں کیوں مداخلت کرو جس کو تم جان نہیں سکتے۔ تاجر آپ کی باتوں سے کچھ مطمئن ہو کر اپنے گھر پہنچا۔ اس کے بعد کشتیوں کے متعلق حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ کشتی کے تختہ کے نکل جانے اور گاؤ تکیہ کے فضا میں پھینکنے کا وقت ایک ہی ہے۔ خدا ہمیں اولیاء کے افعال سے ہمیشہ رضامند رہنے کی توفیق بخشے اور قیامت میں ہم سب کو ان کی جماعت میں اٹھائے۔

گستاخی کی سزا

نزدیک اور دور کے قریوں سے بہت سے لوگ حضرت شاہ نادر ولیؒ کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ناگپٹن کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے ان میں امیر اور رئیس بھی ہوتے تھے اور فقیر اور کمزور بھی ہوتے تھے۔ چھوٹے بھی ہوتے تھے اور بڑے بھی ہوتے تھے۔ ان سب میں ایک رئیس تھا جس کا نام رائے گنج علی سرکار تھا۔

وہ اگرچہ نہایت متشرع آدمی تھا. نیک کام کرتا تھا. بُرے کاموں سے بچتا تھا. تاہم حضرت کے پاس آنے جانے والوں کو شک و شبہ اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا. ایک دن اُس کو اپنی ذات پر فخر محسوس ہوا کہ وہ نماز روزے کا بڑا پابند ہے اس نے لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم تو حشیش پینے والے کے ایک فقیر کی خدمت میں آتے جاتے ہو. تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور اس کی تمہیں زیارت نہیں کرنی چاہیئے. اس نے اس کا اشارہ حضرت قادر ولیؒ کی طرف تھا. اس کے باوجود لوگ اس رئیس کی نظر بچاکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے. کیوں کہ ان کو اس رئیس کیطرف سے ڈر ہوا تھا اور جب اس کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ان کو بلایا اور خوب صلواتیں سنائیں اور انہیں سزا دینے کی دھمکی دی. اس کے ڈر سے تمام لوگوں نے جانا بند کر دیا. سب نے اس کی اطاعت کر لی کیوں کہ اسکی بڑی شان و شوکت تھی. راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کو ایک یا دو دن بھی نہیں گزرے تھے، کہ اس کی زبان میں ایک زہریلا دُمل نکل آیا. یہ اس کے جھوٹ اور بہتان باندھنے کا نتیجہ تھا. اگر اس کا ایک قطرہ بھی میٹھے سمندر میں گر جائے تو سارا پانی کھارا اور کڑوا ہو جائے. اگر کسی پہاڑ پر ٹپک پڑے تو اس سے چنگاریاں اڑنے لگیں. اس کے بعد اس کے سارے بدن میں دُمل نکل آئے اور سارے بدن میں کھجلی پیدا ہو گئی. زخموں سے بدبُو دار پیپ بہنے لگا. اس کی بدبو کی وجہ سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا. ان پھوڑوں کی وجہ سے اس کا گوشت اور اس کی چربی گل گئی طبیبوں نے اس کا بہت کچھ علاج کیا. مگر کوئی فائدہ نہیں ہو سکا. عاملوں نے جھاڑ پھونک کی. اس پر بھی کوئی نفع نہیں ہوا. سب نے ہار مان لی اور کہا کہ اس کو خدا کے سوائے کوئی اچھا نہیں کر سکتا. اس نے سید مخدوم کے پاس آدمی بھیجا اور جب وہ آیا تو اس سے شکایت کرنی شروع کی اور کہا میں تو نماز روزہ کا بڑا پابند تھا. مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا اور ننگوں کو کپڑا دیا کرتا تھا. پھر کس گناہ کی بناء پر اللہ نے مجھے اس آفت اور مصیبت میں

مبتلا کیا ہے کوئی دوا بھی اس کو دور نہیں کر سکتی۔ حکما اور اطبا اس کے
علاج سے عاجز ہو چکے ہیں۔ سید مخدوم نے کہا یہ بڑی زبردست بیماری ہے
جو کبھی کٹ نہیں سکتی۔ تو نے شیخ شاہ الحمید پر بہتان لگایا ہے اور کہا کہ وہ
حشیش پینے والے فقیر ہیں۔ اس کی بنا پر اللہ نے تمہاری زبان میں دُمل پیدا کر دیا۔
تم نے لوگوں کو ان کی خدمت میں جانے سے روکا۔ اس لئے اس دُمل کا زہریلا
اثر سارے جسم میں پھیل گیا اور ہر جگہ سے پھوڑے نکل آئے۔ اب آپکی دعا کے
سوائے تمہیں کوئی چیز فائدہ نہیں بخش سکتی۔ جاؤ اور ان کے قدموں پر گر کر اپنے
لئے دعا کراؤ۔ خدا ان کے طفیل سے تمہیں شفا بخش دے گا۔ رئیس نے کہا۔
اب تو مجھے ان سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ان پر بہتان لگایا ہے اور اب
میں ان سے نہایت ہی شرمندہ ہوں۔ میں کیونکر ان کے سامنے جاسکوں گا
تم ہی میرے لئے وسیلہ بنو اور حضرت کو آمادہ کرو تاکہ میں ان کے نعلین کا بوسہ
لوں۔ سید مخدوم نے مان لیا۔ دونوں ناگور پہنچے۔ سید مخدوم آگے تھے اور رئیس
پیچھے کھڑا رہا۔ سید موصوف نے سفارش کی اور کہا حضرت میں اس رئیس کی
سفارش لیکر حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اس کی حالت یہ ہو گئی ہے۔ خدا کے لیئے
اس پر رحم کیجئے اور ہمارے جد امجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے
اس رئیس کی خطاؤں سے درگذر فرمائیے وہ اللہ اور اس کے رسول کی شریعت کا
پابند ہے۔ بغیر جانے بوجھے اس نے آپ پر بہتان لگایا اور اس کی کافی سزا پا چکا
اب اس پر کرم کی نظر ڈالئے اور اس کو اچھا کر دیجئے۔ حضرت نے کہا۔ اس کو سامنے
لے آؤ۔ رئیس ڈرتا ڈرتا سر جھکائے۔ حضرت کے سامنے آیا۔ جب قریب ہوا۔ تو
حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور ان سے رحم و کرم کا طالب ہوا۔ اس نے کہا
اے میرے آقا مجھ پر رحم فرمائیے۔ میں بہتان لگا کر بیمار بن چکا ہوں۔ دوبارہ
اس قسم کی حرکت نہیں کروں گا اب آپ کا عفو و درگذر ہی میری بیماری کو اچھا
کر سکتا ہے۔ میرے گناہ معاف فرمائیے اور میرے دل کی مراد پوری کر دیجئے

جب آپ نے اس کی یہ باتیں سنیں اور اس کے بدن کو زخموں سے چور دیکھا تو کہا اپنا منہ کھولو۔ آپ نے اس میں تھوک دیا۔ اس تھوک میں مشک کی سی خوشبو تھی۔ اس کا اثر سارے بدن میں سرایت کر گیا اور اس کے سارے زخم جنگم ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ پہلے سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو گیا۔ رئیس نے خدا کا شکر ادا کیا اور حضرت کی تعریف کی۔ اور اس مصیبت سے بچانے پر حضرت کا شکریہ ادا کیا اور آپ پر فدا ہو گیا اور لوگوں کے سامنے آپ کی مدح و تعریف شروع کر دی۔ اس نے کہا جو بھی حضرت کی شان میں گستاخی کرے گا، وہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گا۔

رئیس نے حضرت کو اور آپ کے لڑکے یوسف اور تمام فقرا کو دعوت دی اور ناگیمٹھ لے جا کر انہیں خوب کھلایا پلایا اور ان سب کی بڑی خاطر و مدارات کی جب حضرت ناگور واپس آئے تو وہ بھی ساتھ آیا اور آپ کے قدموں کا بوسہ لیا۔ حضرت نے اس کو واپس جانے کی اجازت دی۔ وہ عمر بھر حضرت کی خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

وانجور میں چلہ کشی

جب حضرت نے ظاہری عبادتوں سے خوشی حاصل کر لی تو وہ چاہتے تھے کہ کچھ دن خلوت میں گذاریں۔ اپنے بعض فقیروں کو ساتھ لیکر ناگور سے وانجور کی طرف گئے اور وہاں ایک سنسان جگہ پر قد آدم گڈھا کھدوا۔ اس میں آپ اتر گئے اور لوگوں سے کہا کہ اس گڈھے کو معمولی لکڑیوں سے ڈھانپ دیں۔ آپ مراقبہ اور مشاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو اندر سے باہر نکل آئے۔ اس وقت وہ روزہ رکھے ہوئے تھے۔ خدائے پاک کی طرف سے انہیں وہ برکتیں ملی ہیں جن کو ہماری زبان بیان نہیں کر سکتی۔ آپ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پہ کھانا پکا کر فاتحہ دیا اور تمام لوگوں کو کھلایا۔

جب وہاں سے چلنے لگے تو وہاں ایک چھوٹی سی عمارت بنوادی۔ جو آج تک قائم ہے۔ مسافرین آتے ہیں تو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ اس زمانے سے ابتک سالانہ وہاں ۱۰ رجب کو بڑی دعوت ہوتی ہے۔ خوب پکاکر لوگوں کو کھلایا جاتا ہے خدا کی شان ہے کہ اس نے حضرت قادر ولیؒ کو آئندہ ہونے والے واقعہ سے پہلے ہی مطلع کر دیا۔ خدا آپ کی بدولت میرے گناہوں کی مغفرت کرے اور قیامت کے دن میرے لئے زبردست توشہ ثابت ہو۔ آپ کی طرح دنیا کے سوا میں نے کوئی دوسرا نیک کام نہیں کیا ہے۔ خدا اسی کو میری نجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین!

درخت کیلئے دُعا کرنا

حضرت قادر ولیؒ دن رات نماز روزہ اور اوراد و وظائف میں مصروف رہا کرتے تھے۔ راتوں میں تہجد پڑھتے تھے اور صبح سویرے اُٹھ کر نفل نماز ادا کرتے تھے۔ پرندے جس طرح آپ سے بات کرتے تھے۔ اسی طرح درخت بھی آپ سے باتیں کرتے تھے۔ آپ کی تہجد کی جگہ پر ایک درخت تھا۔ جس کو تامل میں شمرم کہا جاتا ہے اور عربی میں حمرہ کہا جاتا ہے۔ ایک دن اس درخت نے حضرت سے گذارش کی ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے خدا سے دُعا فرمائیں کہ میں ہمیشہ ہرا بھرا پتوں پھلوں اور پھولوں سے لدا ہوا رہوں تاکہ لوگ مجھکو بانجھ نہ کہیں۔ میرے پھولوں میں بیج نہ ہوں۔ تاکہ ان سے دوسرے درخت اُگ آئیں۔ حضرت نے فرمایا۔ تمہاری درخواست بھی عجیب ہے۔ تمام لوگ بچوں کے طلبگار ہوتے ہیں اور اپنی نسل کو بڑھانا چاہتے ہیں اور تم ہو کہ بیج نہ ہونے کی درخواست کر رہے ہو تاکہ ان سے کوئی دوسرا درخت پیدا نہ ہو جائے۔ درخت نے جواب دیا کہ جب آپ کی مبارک پیٹھ میری طرف ٹیکا لگا چکی ہے تو یہی شرف میرے لئے کافی ہے۔ دوسرے درختوں پر مجھے فخر حاصل ہو گیا۔ اب میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ سے دوسرے درخت پیدا ہوں اور لوگ ان کو پاک یا ناپاک جگہوں میں لگاتے چلے جائیں۔ اگر ایسے

جگہوں میں ہوں تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور اگر ناپاک جگہوں میں لگا یا جاؤں تو پھر میں دوسرے درختوں پر کس طرح فخر کرسکتا ہوں۔ جب آپ نے اس درخت کی یہ گفتگو سنی تو اس کیلئے خدا سے دعا فرمائی۔ خدا نے قیامت تک کے لئے اس کو بغیر بیج کے کر دیا۔ اس کے پتے دوا کا کام دیتے ہیں اور بہت سے بیمار ان سے شفا پاتے ہیں۔ اس زمانے سے لیکر اس درخت کے پھلوں میں کوئی صحیح و سالم بیج دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے پتے عجیب طور پر بیماروں کی شفا کا کام دیتے ہیں اور یہ سب آپ ہی کی برکت کا نتیجہ ہے۔

ایک رات میں سارے قرآن مجید کی کتابت کرنا

یوسف کے ایک لڑکے نے اپنے باپ سے قیمتی قرآن مجید مانگا۔ یوسف زیادتی قیمت دیکر اس کو لینے سے عاجز تھے۔ انہوں نے قادر ولی ؒ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا غم نہ کرو۔ خدا کسی نہ کسی ذریعہ سے تمہارے لڑکے تک اس قرآن کو پہنچا دے گا۔ عشا کی نماز کے بعد آپ کچھ دیر سجادے پر بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور قرآن مجید کو لکھنا شروع کیا۔ صبح ہونے تک وہ سارا قرآن لکھ گئے۔ اس میں سے کوئی کلمہ یا حرف یا شوشہ نہیں چھوٹا۔ اس کے بعد اپنے لڑکے یوسف کو بلاکر یہ قرآن ان کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اس کو اپنے لڑکے کے پاس دے دینا۔ حضرت یوسف اس کو پاکر بیحد خوش ہو گئے اور ایک رات کے اندر سارے قرآن کی کتابت کرنے پر بہت ہی متعجب ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سوائے حضرت کے کسی کو ایک رات کے اندر قرآن مجید کے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کے لئے جس طرح زمینیں اور راستے سمٹ کر چھوٹے ہو جاتے تھے۔ اسی طرح قرآن مجید کے کلمات اور حروف سمٹ کر چھوٹے ہو گئے اور آپ نے خلاف عادت ایک رات کے اندر سارا قرآن تحریر کر دیا۔ یہ واقعہ بھی اسی طرح کا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ امام موصوف سارا قرآن ایک رات کے اندر تہتر مرتبہ ختم کر دیا کرتے تھے

اسکندر کی باولی کی کرامت

ایک دن حضرت قادر ولیؒ نے اپنے لڑکے یوسف کو بلایا اور کہا کہ ذرا اس اسکندر کی باولی میں جھانک کر دیکھو۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک نیلوفر کا درخت اُگ آیا ہے اور اس کی ڈالیاں پھیل کر سرسبز و شاداب ہو چکی ہیں اور وہ درخت پانی کے اندر ڈوبا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس باولی میں ایک بہت بڑا راز ہے۔ جو کوئی اس کا پانی پئے گا۔ وہ بیماری سے شفا پائے گا۔ اور اس کے جسم میں غیر معمولی تر و تازگی پیدا ہو جائے گی اور اگر اس شہر یا ملک پر کوئی عام بلا نازل ہونے والی ہو تو اس باولی کا نیلوفر باہر نکل آئے گا اور میری قبر پر ٹھیک جمعہ کے خطبہ کے وقت صندل برسائے گا۔ یہ دونوں علامتیں بغیر شک و شبہ کے عام مصیبت کے نازل ہونے کے وقت پائی جائیں گی۔ اس کے بعد حضرت اپنی جگہ پر واپس ہو گئے۔

ناگور والوں کا بیان ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دو علامتیں دیکھی ہیں جب حیدر علی کے زمانے میں مرہٹہ نگپٹن پر حملہ ہوا اور انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور ان کے لڑکے ٹیپو سلطان شہید ہو گئے۔ اسی طرح جب انگریزوں کے مظالم کی وجہ سے مدراس میں بُری طرح قحط آیا تو یہ علامتیں ظاہر ہوئیں۔ ہم لوگوں نے کئی مرتبہ اس قسم کی علامتیں دیکھی ہیں۔

یوسف کو وصیت کرنا

جب حضرت کی عمر مبارک اڑسٹھ ۶۸ سال کی ہو چکی تو آپ نے حضرت یوسف کو بلا کر وصیت کی۔ آپ نے فرمایا۔ تم دنیا میں ایک اجنبی یا مسافر کی طرح رہو۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہؓ ٹھیک فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو تو صبح کی امید نہ رکھنا اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرتے رہنا۔ جب تندرستی ہو تو بیماری کے زمانے کے لئے کچھ بچا کر رکھو اور اپنی زندگی سے موت کے لئے تحفہ حاصل کر لو۔ علمائے کرام کی نصیحت ہے کہ تم دنیا کی طرف مائل مت ہو اور اس کو اپنا وطن مت بنا لو۔ تم اپنے دل کو اس دنیم و تگان

میں مت ڈالو کہ تم کو بہت زیادہ دنوں تک زندہ رہنا ہے۔ تم دنیا کے درپے مت رہو
اس کیساتھ اتنا ہی میلان رکھو جتنا کہ ایک اجنبی پردیس ملک سے رکھتا ہے اور
تم اس میں اتنا مصروف مت ہو جاؤ جیسا کہ ایک آدمی اپنے غیر وطن میں مصروف نہیں
ہوتا ہے، وہ ہمیشہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جانے کا خواہاں رہتا ہے۔ دنیا
ایک دار فانی ہے۔ اس سے ہر ایک کو کوچ کرنا ہے اور دوست احباب سے ہمیشہ کیلئے
جدا ہونا ہے۔ ہماری زندگی مختصر اور چھوٹی ہے۔ اس میں آرزوں کو فروغ
نہیں دینا چاہیئے اور موت کے سکرات کو بھول کر ہمیشہ خوشی نہیں ظاہر کرنی
چاہیئے۔ کیا بات ہے کہ ہم اپنے نفس پر آنسو نہیں بہاتے جب ہم اپنے نفس کیلئے
نہ روئیں تو پھر دوسرا کون مجھ پر رو سکتا ہے۔ کون شخص ایسا ہے، جس کو موت
کے نہ آنے کا یقین ہوتا ہو۔ جو بھی موت کا یقین نہیں کرتا۔ وہ درحقیقت
شک کی بیماری میں مبتلا ہے۔ کون ایسا نوجوان ہے جو موت تک پہنچنے کا دعویٰ
کر سکتا ہے اور کون آدمی ایسا ہے جو ہلاک ہونے سے اپنے کو روک سکتا ہے۔ اے
کاش مجھے یہ معلوم ہو کہ میں کس طرف جا رہا ہوں اور میرا حشر کہاں ہونے والا ہے
کسی فقیر پر وجد طاری ہوا تو وہ گانے اور رونے لگا۔ اس نے کہا۔ ہمارا دوست
ہمارا ہے آج ان کا ہے تو کل ہمارا ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزرے لوگ ایک مردہ بچھڑے
کے اطراف گھیرے کھڑے تھے۔ اس کے کان چھوٹے اور کٹے ہوئے تھے۔ آنحضرت
نے اس کا کان پکڑ کر کہا تم میں سے کون اس کو ایک درہم کے بدلے خرید سکتا ہے
لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ اگر چپ دیں بھی تو ہم سے کوئی اس کو لینے کے لئے تیار
نہیں ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو تب بھی اس کے اندر عیب تھا۔ اب تو وہ مر چکا ہے
آں حضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم دنیا اس سے بھی زیادہ بے قدر و قیمت ہے۔ اس کے
باوجود تم اس کو لینے کے لئے آگے بڑھتے ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :-

الفت العاقل ان لیشتریها
اما لوا بیعت الدنیا بمفلس

اگر دنیا ایک پیسے میں بکے تو تم غافل کیلئے مگر وہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کو خریدے

فکیف اذا رآها اهلکته یفر عن الهلاک ومحتویها

پس کیونکر ہوگا اور اگر اس کو ہلاک کرنے والی دیکھے۔ وہ ہلاکت اور ہلاک ہونے والی چیزوں سے دور بھاگنے کی کوشش کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ عقلمند اور ہوشیار آدمی ہے۔ جو اپنے نفس کو مطیع اور فرماں بردار بنایا اور موت کے بعد کیلئے عمل کیا۔ عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہشات نفسانی کا تابع بنایا اور خدا سے بھلائی کی امیدیں رکھیں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دنیا کے متعلق سوال کیا گیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ اے وہ شخص جس کو بہت زیادہ طویل عمر ملی تھی۔ تم نے دنیا کو کیونکر پایا۔ حضرت نوح نے جواب دیا۔ مجھے تو ایسا محسوس ہورہا ہے کہ گویا میں ایک دروازے سے مسجد میں داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اگر دنیا خدا کے نزدیک ایک مچھر کے برابر کی حیثیت بھی رکھتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

اے میرے لڑکے میں تم کو تقویٰ و پرہیزگاری کی اس طرح وصیت کرتا ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ	ہم نے ان لوگوں کو جنکو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو وصیت کرتے ہیں کہ تم سب اللہ سے ڈرتے رہو۔

تم تقویٰ و پرہیزگاری کی تین شکلوں میں زندگی اختیار کرو۔ تم ظلم سے ہمیشہ بچو جھوٹ غیبت اور چغلی سے پرہیز کرو اور لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو ٹٹولنے اور ان کے متعلق بدگمانیاں کرنے سے بچو۔ ان کی سزا کے بارے میں بہت سی آیتیں موجود ہیں۔ حرام اور مشتبہ کھانوں سے بچو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ ایسے احمق لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جو نہ تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں موت کا خیال ہوتا ہے

لوگوں کے حقوق ادا کرو اور ان کے درمیان انصاف کرو اور ان کے آپس کی لڑائیوں کو دُور کر کے ان کے اندر صلح کراؤ۔ فرائض کی پابندی کرو، اور دوسروں کو بھی ان کے ادا کرنے پر آمادہ کرو۔ تہجد اور چاشت کی نمازوں کو ہرگز ہرگز نہ بھولو۔ ہمیشہ صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرو۔ فرض نمازوں کے بعد اوراد و وظائف کو خاص پڑھتے رہا کرو۔ نمازوں کو اول وقت میں ادا کرو۔ جمعہ کے دن مسجدوں میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرو۔ مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھو۔ حسد، کینہ، بغض، فحش کلامی، تکبر اور غرور سے بچو۔ اپنے کاموں میں اخلاص برتو کیونکہ اخلاص ہی تمام اعمال کی روح ہے اور جس میں روح نہ ہو وہ مُردار ہے، اور اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو دیکھ نہیں سکتے تو کم از کم اتنا محسوس کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ خلوت اور جلوت میں خدا کے ذکر سے کبھی غافل مت ہو۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت قادر ولیؒ نے اپنے لڑکے یوسف کو بلا کر اپنے نزدیک بٹھایا اور ان کے اطراف فقراء کی جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ آپ نے یوسف کو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جو باتیں کہی تھیں، ان کا دہرا کر تلقین کی اور ان کو تسبیح معنیٰ ہو سلوک و عمل کی مطلق اور مقید اجازت عطا فرمائی۔ ان کو اس کی بھی اجازت دی کہ وہ کتاب جواہر خمسہ اور کتاب اوراد غوثیہ کے اذکار و وظائف پر عمل کریں۔ یہ دونوں کتابیں حضرت کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے ملی تھیں۔ ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں خود طریقوں کے جو بھی اذکار و وظائف موجود ہیں، ان کی پیروی کرنے کی اجازت دی۔

اس کے بعد کہا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل اور جگر کے ٹکڑے۔ جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے، ہر نفس موت کا مزا

سکھنے والا ہے۔ نیز فرمایا۔ تم بھی مرنے والے ہیں اور لوگ بھی مرنے والے ہیں یہ بھی کہا اگر تم مر جاؤ تو کیا وہ ہمیشہ کے لئے یہاں رہنے والے ہیں؟ خدا کے سوائے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اللہ نے موت اور حیات کو اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم سے کون بہتر عمل کرتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ موت ہر زندے کے لئے راحت ہے۔ موت ایک پل ہے جس سے پار ہو کر ایک دوست دوسرے دوست سے جاملتا ہے۔ دوست سے ملاقات موت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے دوست کی ملاقات ہی تو انسان کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ ملاقات کے درجہ سے بڑھکر کوئی دوسرا درجہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومنوں کیلئے ایک قید خانہ ہے اور کافروں کے لئے جنت ہے جب یوسف نے یہ باتیں سنیں تو حیرت میں آگئے اور بے ہوش ہوگئے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا اے کاش مجھے میری ماں نے نہ جنا ہوتا اور میں غوث الثقلین اور قطب کونین کی وفات اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔ جب فقیروں نے آپ کی یہ باتیں سنیں تو چلانے لگے اے کاش ہم سب پتھر یا بوہا ہو جاتے۔ اور حضرت شاہ الحمید کی وفات کی باتیں اپنے کانوں سے نہ سنتے۔ سلطان بی بی نے کہا اے کاش میں بھی کوئی چڑیا ہوتی اور پھولوں اور ڈالیوں میں گھومتی ہوتی اور اپنے کانوں سے حضرت کی وفات کا حال نہ سنتی۔ شیخ بابا فخر الدین اور چاروں خلیفوں نے بھی رونا چلانا شروع کیا۔ جب حضرت قادر ولیؒ نے ان سب کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ مجھ پر مت روؤ۔ کیونکہ موت ہر ایک کو آنے والی ہے۔ سب لوگ بیحد رنجیدہ تھے کہ حضرت کی جدائی کا وقت آگیا ہے۔ حضرت نے یوسف کی اولاد کو بلایا۔ اس وقت ان کے دو لڑکے تھے جن کا نام شیخ شاہ بابا فخر الدین اور شیخ حمید العاشقین تھے۔ شیخ سلطان الکبیری اپنی ماں کے پیٹ میں تین مہینہ کے بچے تھے۔ شیخ شاہ بابا فخر الدین صاحب سجادہ تھے اور تمام اسرار کا خزانہ تھے۔ حضرت نے ان دونوں کو پاس بٹھایا اور ان کی اصلاح و برکت کے لئے دعا

فرمائی۔ اپنے پوتے شیخ شاہ بابا فخرالدین کو کچھ دیر اپنی گود میں بیٹھایا۔
جیساکہ آپ کی عادت تھی۔ اس کے بعد ان کو ان کی والدہ کے پاس بھیجدیا
اس کے بعد پھر یوسف کو بلاکر اپنے پاس بٹھایا۔ اور غلاموں اور لونڈیوں کی
نگرانی کی وصیت کی اور کہا ہمیشہ نماز کا خیال رکھو۔ پھر کہا کہ اگر میری وفات
ہوجائے تو تم تین چیزوں کا خیال رکھنا۔

پہلے تو یہ ہے حضرت خضرؑ نے اللہ کی طرف سے مجھے بتادیا ہے کہ میرے
غسل کی جگہ مطبخ کے جنوب میں اس بیٹھک کی جگہ ہوگی جہاں میں چند دن بیٹھا
رہا۔ تم خود اپنے لیے مجھے اس پانی سے غسل دینا جو بادل سے حاصل ہوا ہے۔ خدا کی
قدرت سے ابر کا پانی مہیا ہو جائے گا پھر مجھے کافور اور سرمہ وغیرہ لگاکر مجھے
کفن دینا۔ یہ تمام چیزیں اس تابوت میں ملیں گی جو فلاں جگہ پر رکھا ہوا ہے خدا
کے حکم سے وہ تابوت خود تمہارے پاس آجائے گا۔ پھر مطبخ کے شمال میں میری
بیٹھک کی جگہ مجھ پر جنازے کی نماز پڑھنا۔ پھر درخت حمرہ کی جڑ میں قبلہ کی جانب
کھود کر مجھے دفن کر دینا غسل دینے، کفن پہنانے، نماز پڑھنے اور دفن کرنے
میں ان تمام باتوں کا پورا خیال رکھنا، جن کا لحاظ ہمارے جد امجد حضرت
محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام ائمہ نے کیا تھا۔ جب یوسف
نے حضرت کی یہ باتیں سنیں تو وہ بہت رونے لگے اور بہت زیادہ غمگین ہوگئے
حضرت نے کہا اے یوسف! تمہیں اس طرح رونا کیونکر جائز ہے جبکہ تم نے ہم
سے سب کچھ پڑھا ہے اور قریب قریب ہمارا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ یوسف نے
کہا! اے میرے آقا اور میرے مالک کیا آپ نے ہمیں یہ بیان نہیں کیا تھا، کہ
جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آگیا تو آپ کے تمام ساتھی حیران
اور ششدر رہ گئے اور زار و قطار رونے لگے باوجود اس کے کہ انہیں ایک
مہینہ پہلے ہی آپ کی وفات کا علم ہوچکا تھا۔ آنحضرت نے انہیں رونے سے بالکل
منع فرما دیا تھا۔ اسی طرح اس وقت میری عقل زائل ہوچکی ہے اور میرا دل افسردہ

ہوگیا ہے۔ جب سے میں نے آپ کی بات سنی ہے۔ میرے صبر کا پیالہ ختم ہو چکا
ہے۔ جب آپ نہ ہوں گے تو ہم بھی یہاں نہیں رہ سکتے۔ اس جگہ صرف
تین دن رہوں گا تاکہ تعزیت کرنے والوں سے کچھ سکون حاصل کر سکوں۔ اس کے بعد
اپنی اولاد کو لیکر مانک پور یا لاہور چلا جاؤں گا اور وہاں اپنے رشتہ داروں
کے درمیان زندگی گذاروں گا۔ آپ کی جدائی کے بعد یہاں ہمیں وہ سکون و
اطمینان نصیب نہیں ہوگا۔ جو ہمیں اس وقت یہاں حاصل ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں تمہاری نظروں سے غائب
ہو جاؤں تو میں تمہارے دل سے کبھی غائب نہیں رہوں گا۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا
اگر میں مر جاؤں تو دفن کرنے کے تیسرے دن میری قبر کے پائنتے آکر کھڑا ہونا اور مجھ پر
سلام کرنا۔ اگر قبر سے سلام کا جواب آئے تو یہ سمجھنا کہ تمہارے والد اور شیخ زندہ
ہیں اور مرے نہیں ہیں۔ اس وقت تم اور تمہاری اولاد یہیں زندگی بسر کرنا
یہاں سے باہر نہیں جانا اور اگر سلام کا جواب نہ آئے تو سمجھ لینا کہ تمہارے والد
مُردہ ہیں۔ اس صورت میں اپنی اولاد کو لیکر لاہور چلا جانا، یہاں رہ کر تکلیف
اٹھانے سے فائدہ نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ میرے دفن ہونے کے بعد تیسرے دن صبح سویرے
ایک فقیر میری قبر پر آئے گا۔ اور میرے نام پر کچھ پڑھے گا۔ تم بھی اس وقت
وہاں موجود ہونا اور جب وہ وہاں سے جانے لگے تو تم بھی اس کا پیچھا کرنا اور
جب وہ اکیلا ہو تو اس پر سلام کرنا۔ وہ تمہارے سلام کا جواب دیگا اس وقت اس کا
نام اور اس کے حوال دریافت کرنا اور پھر اپنے گھر رخصت ہو جانا۔

جب یوسف نے حضرت کی یہ زوردار باتیں سنیں اور ان کے خفیہ علوم
کو معلوم کیا تو انہیں کچھ تسلی ہوئی۔ وہ قضاء و قدر پر راضی ہو گئے اور صبر کا
راستہ اختیار کیا۔ ان کا رنج و غم شکر الٰہی سے بدل گیا۔

حضرت کی وفات

یوسف نے حضرت کے چہرے پر نظر ڈالی تو انہیں ایسا

محسوس ہوا کہ ان کا چہرہ بدر کی طرح منور اور روشن ہے اور سارا گھر روشن ہوگیا ہے۔ یہ دیکھ کر یوسف بہت خوش ہوئے حضرت اپنی پیٹھ کے بل لیٹ گئے اور مراقبہ و مشاہدۂ الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ ایسے فصیح و بلیغ الفاظ میں ذکر الٰہی کرنا شروع کیا۔ جس کو کسی نے پہلے نہیں سُنا تھا۔ بہت سے لوگ اس وقت حاضر تھے انہوں نے اپنے کانوں سے ان اذکار کو سُنا۔ جب سحر کا وقت آیا تو حضرت نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا اور آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ شب پیر کی تھی یعنے ۱۰ جمادی الآخر ۹۷۸ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

بعض عارفین کہتے ہیں کہ آپ کی موت شہادت تھی کیونکہ آپ کا انتقال اس زہر کی وجہ سے ہوا تھا جو آپ کو کڈک میں کھانے کے ساتھ ملا کر دیا گیا تھا۔ زندگی میں تو اس کا اثر چھپا رہا۔ موت کے وقت اس کا اثر ظاہر ہوا۔ اس لئے ان کی موت شہادت کی موت قرار دی جاتی ہے اور آپ کا شمار ان اولیاء اللہ میں سے ہے جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں مُردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندے ہیں۔ انکو اپنے رب کی طرف سے روزی ملتی ہے۔ پس خوشی ہے اس نفسِ مطمئنہ کیلئے جو راضی برضائے الٰہی اپنے پروردگار کی طرف لوٹ گیا۔ خدا نے اس کو اپنے نبیوں اور شہداء کی جماعت میں داخل کیا اور اس وصال و جنت نعیم کا درجہ عنایت کیا۔

کتاب مدارج النبوۃ کے مصنف لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو اس زہر کا اثر ظاہر ہوا جس کو ایک یہودی راہب نے خیبر کی لڑائی کے زمانے میں کھجور کے ساتھ کھلا دیا تھا۔ اس کے بعد بھی کئی مرتبہ کافروں نے (خدا ان پر لعنت کرے) آپ کو زہر کھلا دیا تھا۔ اس وقت تو ان زہر کا کوئی اثر نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے جسم مبارک میں اس کو چھپا دیا تھا لیکن جب وفات کا وقت قریب آیا تو ان زہروں کا اثر ظاہر ہوا اور ان کی وجہ سے

آپ کی وفات ہوئی۔ آپ سے ایک مرتبہ صحابہ نے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کس کی آزمائش ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ انبیاء کی آزمائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد علماء کی اور اس کے بعد اولیاء کی اور اسی طرح درجہ بدرجہ وہ لوگ جو ان کی پوری پیروی کرتے ہیں۔ آں حضرت نے یہ بھی فرمایا جو شخص دنیا میں تکلیف اٹھائے وہ آخرت میں آرام پائے گا۔ اس کی مثال سونے کی ہے۔ جب تک وہ آگ میں نہ ڈال جائے خالص اور چمکدار نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام حسن بھی زہر کی وجہ سے شہید ہوئے تھے کیوں کہ دشمنوں نے پانی کے ساتھ ملاکر آپ کو پلا دیا تھا چونکہ حضرت قادر ولی اخلاق میں آپ کے آباء و اجداد کے پیرو تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جو ان کے آباء و اجداد کے ساتھ ہوا تھا، یہاں تک کہ وہ شہیدوں میں داخل ہو گئے۔ ان پر آسمان و زمین فرشتے، سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے چوپائے اور درندے آنسو بہانے لگے۔ اللہ کے نیک بندوں کی موت درحقیقت دین میں رخنے کا باعث ہوتی ہے۔ منافق یا کافر ہی ایسے لوگوں کی موت پر آنسو نہیں بہاتا۔ خدا سے دعا ہے کہ ایسے لوگوں کی موت پر ہمارے آنکھوں سے آنسو بہائے اور ان کے جیسے بزرگوں کو پیدا کر کے یا ایسے لوگوں کو پیدا کر کے جو ان سے محبت کرتے ہیں دین کے رخنے کو بند کرے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت قادر ولی کی وفات پر مختلف جگہوں کے لوگ جمع ہوگئے ان میں سے بعض رو رہے تھے بعض آنسو بہا رہے تھے۔ ادھر فقراء تھے، جو آپ کی وفات پر آنسو بہا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ آج ہم سب یتیم ہو گئے حضرت یوسف ان سب کو صبر کی تعلیم دیتے جاتے تھے اور ان کو جنازے کی تیاری کی تاکید کر رہے تھے۔ وہ خود آگے بڑھ کر مطبخ میں گئے اور وصیت کے مطابق ایک جگہ کھدائی جہاں سے تابوت برآمد ہوا جس میں کفن دفن کی تمام چیزیں موجود تھیں پھر غسل کی جگہ پر آئے اور پردہ ڈال کر نہلانے کا انتظام کیا۔ بارش کا پانی مہیا ہو گیا جس سے گلاب کی خوشبو نکل رہی تھی اور ہر طرف پھیل رہی تھی۔ پھر آپ کو کفن پہنایا جس سے

مشک کی خوشبو مہک رہی تھی ہر ایک کی زبان پر خدا کا شکر جاری تھا کہ آج حضرت کی برکت سے دنیا ہی میں فردوس کی مہک مل گئی۔ جب غسل دیا جا چکا تو لوگوں نے حضرت یوسف سے حضرت قادر ولی کے چہرۂ مبارک کے آخری دیدار کی استدعا کی جو قبول ہوئی۔ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سورج کا ایک ٹکڑا زمین پر آ گیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نے اس قسم کا روشن چہرہ کبھی نہیں دیکھا اور نہ کبھی اس کے متعلق سُنا۔ خدا کی شان ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسے ذاکر اور صاحب فکر کا روشن چہرہ دکھلایا۔ پھر کفن باندھ کر کے نعش کو اپنے کندھوں پر لیکر روانہ ہوئے۔ لوگ ہر طرف سے جنازے تک پہنچنے کی کوشش کر رہے، دائیں بائیں آگے پیچھے فرشتے بھی اپنا سایہ کر رہے تھے لوگ حضرت کے فضائل و مناقب بیان کرتے جا رہے تھے اور ایکدوسرے کے سامنے ان کی لوازئیب کر رہے تھے۔ پھر اس جگہ پر جس کو پہلے سے حضرت نے مقرر کیا تھا۔ لوگوں نے جنازے کی نماز کیلئے صفیں باندھیں اور نماز ادا کی۔ پھر آپ کی نعش مبارک کو اس جگہ دفن کیا گیا۔ جہاں آج آپ کا مزار ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ آپ کی قبر مسطح کی گئی تھی یا اس کو اوپر مٹی سے بلند کیا گیا تھا کئی دن تک لوگ آپ کی قبر مبارک پر بیٹھکر قرآن مجید پڑھتے تھے اور آپ کی رُوح مبارک کو اس کا ثواب پہنچاتے تھے۔

دفن کے بعد لوگ حضرت سید محمد یوسف کے پاس پہنچے اور تعزیت ادا کی خود حضرت یوسف نے لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ میت پر رونا لوگوں کی ایک عام عادت ہے۔ ایک آزاد آدمی کی وفات پر رونا دانش مندوں کا فعل نہیں ہوتا۔ اے لوگو! یہ جان لو کہ حضرت قادر ولی مرے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ خدا سے ملاقات کا جذبہ انہیں ہم سے جدا کر لے گیا ہے۔ خدا ان کی دعا کی برکت سے ہمیں بھی ملاقات کا شرف عطا فرمائے۔

راقم کہتا ہے کاش میں ان لوگوں میں سے ہوتا جنہیں آپ کی لاش کو اپنے کندھوں پر لے جانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ جب آپ کے فضائل و مناقب راقم کو معلوم ہوئے تو جدائی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور حضرت سے

ملاقات کا اشتیاق بڑھ گیا۔ خدا کم از کم خواب میں آپ کی لقا نصیب کرے۔ میں نے سلف کی اقتدا میں حضرت قادر ولی کا مرثیہ لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہابیل کے قتل ہو جانے پر حضرت آدم علیہ السلام نے ایک مرثیہ کہا تھا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

تغیرت البلاد و من علیہا　　فوجہ الارض مغبر قبیح

شہر اور ان میں بسنے والے بدل گئے اور اب زمین کا چہرہ گرد آلود اور قبیح ہو گیا ہے

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت آدم ایک نبی تھے اور نبی کے لئے شعر کہنا لائق نہیں ہے۔ لیکن یہ بات بعید نہیں ہے کہ انہوں نے کچھ اور الفاظ میں اسی قسم کے دلی تاثرات بیان کئے ہوں مگر اولیاء اللہ کے مرثیے کہنا برا نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔ علماء اس کو قابل تعریف قرار دیتے ہیں۔ میں نے اکثر اشعار میں حضرت کی ان الفاظ میں مدح اور تعریف کی ہے جن کو آپ کے سابقون اور معتقدوں نے بیان کیا تھا اور حضرت یوسف کو تسلی دی ہے۔ وہ مرثیہ یہ ہے

سلام علی قبر ثوی فیہ سیدی　　مغیث الورے شاہ الحمید المجدد

اس قبر پر سلام ہو جس میں میرے سردار مخلوق کے مددگار بزرگ شاہ الحمید کا ٹھکانہ ہے

فروح و ریحان و طیب و نرجس　　یفوح الی اعلی الثریٰ و مرقدہ

پس آپ پر احت اور ریحان اور خوشبو و نرگس تھے جن کی خوشبو قبر سے نکلکر زمین کی تہہ تک پہنچتی ہے

فلا زال الصبو نحوہ قلب عاشق　　ھبوب لصبا یصدیہ وقت تہجد

عاشق کا دل ہمیشہ آپ کی طرف اسی طرح مائل ہوتا رہتا ہے جس طرح کہ صبا کی ہوا تہجد کے وقت مائل ہوتی رہتی ہے۔ ولا زال مشمولا باکمل رحمۃ ؛ کما الناس فی ھامٍ و ابہ نور مستفید

آپکی قبر مبارک پر ہمیشہ پوری رحمت برستی رہے جس طرح کہ لوگ آپ کے مشہد سے نور حاصل کرتے ہیں۔

و طابت بہ الآفاق مسکا و عنبرا　　کما قرھن لقیاہ اعین عبد

آپ کی وجہ سے دنیا کے کنارے مشک و عنبر کی خوشبو سے اسی طرح مہک اٹھے۔ جس طرح بندوں کی آنکھیں آپ کو دیکھکر ٹھنڈک حاصل کرتی ہیں۔

وتیم قلبی طیف ذکراہ صوبہ ولم یتیسر لی بغیرہ ولو بیدی

ان کے ذکر کا خیال میرے دل کو انکی طرف مائل اور عاشق بنا دیا اور انکے بدلے کسی اور سے محبت پیدا نہ ہوسکی :- ولاجاءنی بشراہ الا دسرت :: بہ مھجتی یا طیب نفسی من ید

اور ان کی بشارت میرے پاس نہیں آئی مگر اس سے میری روح خوش ہوگئی اور اسے میرے نفس کی خوشی جو اس کے ہاتھ سے حاصل ہوئی ہے۔

فلما استلمت الجدار رجد رض بجہ :: ترفہت بین الناس من نعمة الید

جب میں آپ کے روضۂ مبارک کی دیوار دن کا بوسہ لیا تھا تو ہاتھ کی اس نعمت سے میں لوگوں کے خوشحال ہوگیا۔ سموا علوا وافتخارا ورفعة :: فخرت ایا قبر الولی الممجد

اے پاک ولی کی قبر تو اونچائی بلندی، افتخار اور رفعت میں سب سے زیادہ شاندار ہوگئی

عطایا ملوک الدھر لم یسو کلھا :: لمشعار عشر من عطائک المعود

زمانے کے تمام بادشاہوں کی بخششیں بھی تمہاری معمولی بخششیں کے عشر عشیر کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتیں وما انفک تسقی مسجب الس نہ ورہ :: علیک بامطار السلام المقرمل

زائروں کی زبانیں ہمیشہ آپ پر سلام کی بارش برساتی رہی ہیں۔

ومذحل فیک الغوث صرت جنة بھا غید نسوان داتراب خرد

اور جب سے کہ آپ میں غوث حلول کر گئے ہیں آپ حسین عورتوں اور نرم و نازک دوستوں کیلئے پناہ گاہ ہوگئے ہیں۔

جمیع غنا الدنیا اذا کیل کلہ فذا فیک حقا مثل ذرۃ عسجد

جب دنیا کی ساری مالداری اور استغنا پوری کی پوری پائی جائے تو آپکے اندر پوری پائی جاتی ہے، جیسے کہ سونے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔

فیا لک فضلا کل فضل حویتہ لک النعمة العظمیٰ الیٰ یوم موعد

آپکی بزرگی ایسی ہے کہ آپ ہر بزرگی پر حاوی ہوچکے ہیں آپکو قیامت کے دن تک ایک بہت بڑی نعمت مل چکی ہے۔

فیوم ولیل یشھد ان سان ما :: لدیک من العلیا تجود بازدیل

دن اور رات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپکے پاس جو بلندی ہے وہ اس سے زیادہ بڑھتی جا رہی ہے

وکم زائر نال المرام بلثمة ❊ ترابا عطیرا منک یا ترب سیدی

کتنے زائروں نے اے میرے آقا اور سردار آپکی قبر مبارک کی خوشبودار مٹی کو بوسہ دیکر اپنا مقصد حاصل کر لیا

وکم عامر مبنیا لک اختار مفخرا ❊ بحرمة دیلا یعیش با سرغد

اور کتنے آپکے روضہ مبارک پر عمارتیں بنانے والوں نے ایسا شرف حاصل کر لیا۔ جس کی وجہ سے وہ بحیر خوش حال ہوکر اپنا دامن فخر سے کھینچتے پھرے۔

وکم فاز من قوم دفوا نذرهم علی ❊ هما نانزل فیک الوحید المفرد

کتنے لوگوں نے آپکی قبر مبارک پر اپنی نذریں چڑھا کر کامیابی حاصل کر لی۔

وما قاب من وافاک مخلص نیة ❊ وما هو الا حائز غنم مقصد

جس نے بھی خلوص نیت کے ساتھ آپ سے وفاداری کی وہ کبھی محروم نہیں ہوا اور اپنے مقاصد میں ہمیشہ کامیاب رہا۔

سلام علیهم حیث ماهم سعوا علی ❊ عیونهم الاتی اکتحلن باثمد

ان پر سلامتی ہو جنہوں نے اپنی آنکھوں میں اثمد کا سرمہ لگا کر کوششیں کیں

هنیئا لهما قدوا له روحهم فدا ❊ فطوبی لهم طابوا وآبوا بمجهد

مبارک ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے آپ پر اپنی روحیں فدا کیں اور پاکیزگی ہے ان کیلئے جو پاک ہوا اور بہت بڑا محصول لیکر واپس ہوئے۔

حظیتم جمیعا ثم فزتم وحزتموا ❊ بحظ جزیل اذ نحوتم لمرشدی

تم خوش نصیب اور کامیاب ہو کہ بہت سا وافر حظ حاصل کر لیا جبکہ تم نے میرے مرشد کیطرف توجہ کی

الیکم فعدونی طفیلی ضیفکم ❊ لاغتذو من باقی قراکم واتندی

میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تم مجھے بھی ایک طفیلی مہمان سمجھو تاکہ تمہارے بچے ہوئے کھانے سے غذا حاصل کروں اور تمہاری سخاوت کا کچھ حصہ پاؤں۔

تعالوا جمیعا مسرعین نماتم ❊ لنرثوه نجری ادمعا بسیل مثمد

تم سب لوگ چلے آؤ تاکہ ہم آپکی وفات پر ماتم کریں اور مرثیہ پڑھیں اور اپنی سرمگیں آنکھوں سے آنسو بہائیں

علی مختصر من الصمصام شمس الشریعة ❊ هو السید الهادی لدین احمد

اس حاتم دوراں سردار پر جو شریعت کا آفتاب تھا اور جس نے دین احمد کی طرف لوگوں کو ہدایت دی۔

ھو القطب حقا للھدایة مثل ما ۔۔۔ ھو القطب بین الاولیاء بمسند

وہ درحقیقت ہدایت کے ایسے ہی قطب تھے جیسے کہ وہ اولیاء میں قطب مانے جاتے ہیں

کما انہ احیی العظام بیمسملا ۔۔۔ کذالک احیی الدین دین محمد

انہوں نے جس طرح خدا کا نام لیکر ہڈیوں کو زندہ کردیا اسی طرح انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو زندہ کیا۔

واحیی غلاما ملقما بعد ان مضی ۔۔۔ علیہ ببطن الحوت اعوام ابجد

اور انہوں نے ایک لڑکے کو بھی زندگی بخشی جو ایک مچھلی کا لقمہ بن چکا تھا اور اسکے پیٹ میں دس سال رہا۔

خصائلہ محمودۃ کلھا کذا ۔۔۔ شمائلہ لطف وجود لمنتدی

اسکے تمام خصائل محمود اور اسکے تمام شمائل عمدہ تھے اور وہ سائلین کیلئے لطف وجود بنا ہوا تھا۔

فضائلہ لم یحص معشار عشرھا ۔۔۔ فواضلہ لاعد ھا نطق منشد

اس کے فضائل کے عشر عشیر کو بھی کوئی شمار نہیں کر سکا۔ اس کی بزرگیاں اتنی ہیں کہ کوئی اس کو بیان کر کے شمار نہیں کر سکتا۔

ولو جاء کعب لزھیری ناصرا ۔۔۔ لاحصائھا لم ینجحن بتعدد

اگر حضرت کعب بن زہیر بھی مددگار بنکر آئیں تو کوئی شاعر ان کے فضائل کے گنانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔

سما واعتلا فی العلم والزھد والتقی ۔۔۔ ولا علو الا قد حویہ انا بدی

وعلم و زہد و تقوی میں سب سے بلند اور اونچا ہو گیا۔ کسی بلندی کی ابتدا نہیں ہوئی مگر اس پر وہ حاوی ہو گیا۔

کما ھو من اولاد طہ محمد ۔۔۔ کذالک غدا من جم نواب احمد

وہ ایک طرف حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے تو دوسری طرف وہ احمد مجتبیٰ کے نائبوں میں ہو گئے تھے۔

حصور عفیف تبع لابن مریم ۔۔۔ کلیم من الموالی بسیناء مسجد

وہ پاکدامن حضور تھے اور حضرت عیسےٰ کے نقش قدم پر تھے مسجد سیناء میں خدا سے ہمکلام ہوئے تھے۔

سلیمان فی تسخیر جن و منطق طیور اذا وافتہ فی شکل ھدھد

وہ جنوں کی تسخیر اور پرندوں سے بات کرنے میں جبکہ وہ ہدہد کی شکل میں آئیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیثیت رکھتے تھے۔

خلیل لمولٰنا بالخلتہ غدا لملتہ ابراھیم نتیج من ھدی

وہ خدا کے دوست تھے اور اپنی اس دوستی کی بنا پر جب کہ ہدایت ملی ہے وہ حضرت ابراھیم کی ملت کے پیرو ہو گئے تھے۔

نجی منیج فلک نوح لکل من تشار خالو یھوی بطوفان ملحد

وہ حضرت نوح کی کشتی کے بچانے والوں کو اگر وہ کسی ملحد کے طوفان سے گر رہے ہیں گر جائیں تو ان کو ہلاکتوں سے بچانے والے ہیں۔

صفی مصفی آدمی کمثلنا ولکنہ ملکی وصف مجسد

وہ ہم جیسے آدمیوں میں سے خاص طور پر چنے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ فرشتہ ہیں جو انسانی جسم لیکر آ گئے ہیں۔

وسیع عریض لفضل لو طال مثلہ مدی العصر لم ینقص و لم ینفد

انکی بزرگی وسیع اور پھیلی ہوئی ہے اگر وہ زمانہ بھر رہے تو کبھی کم نہ ہوگی اور ختم نہ ہوگی۔

ھو الضیغم الضرغام من آل حیدر علی بن عم المصطفٰی المتمجد

وہ آل حیدر علی بن عم المصطفٰی سے ہیں جو جنگل کے شجاع اور چنگھاڑتے ہوئے شیر کی طرح تھے

ھو الکیخسرو لصندید سلطان عالم ھمام رھمام مو لیس بقعدد

وہ عالم کے سردار اور بادشاہ تھے اور وہ شجاع اور سخی و جواد تھے اور گھر پر بیٹھنے والے نہیں تھے

ھو الیم جودا کا لخفیف من العطا ولو قطرۃ کلا و لم فقط تنفد

وہ سخاوت اور بخشش کا سمندر تھے۔ اگر اس کا ایک قطرہ بھی رہ جا تو وہ ختم ہونیکا نام نہ لے۔

ففی الدین والدین مطاع کما لہ بملک و ملکوت اطاعۃ موجد

وہ دین و دنیا میں مطاع تھے۔ سب لوگ ان کی اسی طرح اطاعت کرتے تھے۔ جس طرح کہ فرشتے اور سارا عالم ملکوت ان کی اطاعت کرتا تھا۔

هو ابن ولی کامل غوث عالم   دعی حسن القدسی سیدٌ هل

وہ ایک ولی کامل اور دنیا کے مددگار کے لڑکے تھے جن کا نام حسن القدسی تھا وہ زاہدوں کے سردار تھے

واستاذه المشهور قطب محقق   محمد غوث اهل فضل وسودد

ان کے استاذ مشہور قطب وقت بزرگی اور سرداری والے یعنی محقق غوث گوالیاری تھے۔

له اسماء ذات فضل فانه   شهیر بعبد القادر المتفرد

ان کے بزرگ نام تھے اور وہ یگانہ روزگار عبد القادر کے نام سے مشہور تھے

فلما بحکم الله عزرال جاءه   لیلقی حبیبا باقیا بالتودد

جب حضرت عزرائیل اللہ کے حکم سے ان کے پاس آئے تاکہ وہ ہمیشہ باقی رہنے والے حبیب سے جاکر ملیں

احباب له سحرا بلیل مبارک   لیاء جماد آخر متمجد

ایک مبارک رات میں جمادی الآخری کے پاکی کی سحر کے وقت عزرائیل کے پیغام کو قبول کیا

لحجة راح البدر نحو بروجه لیزداد لمعانا و بالدال تزید

٢٠٩ ٢٣٧ ٦٤ ٢١٦ ٥٦ ١٩٢ ٤

اس سال میں جوکہ راح البدر نحو بروجه لیزداد لمعانا یعنے بدر اپنے
بروج کی طرف چلا گیا تاکہ اس میں چمک ہو جانے سے تاریخ نکلتی ہے۔ اس میں
دال کے چار نمبر اور زیادہ کر دیئے جائیں۔

بزوغا من المانکفور ود آفلا   بناهور عیشا مثل ناهور ورد

یہ آفتاب مانکپور سے طلوع ہوا تھا اور ناگور آ کر رہا اور وہیں ڈوبا۔

وهل یخسف الشمس المنیرة ضحوة ؛ وهل یکسف البدر المضئ بملحد

کیا سورج کو دوپہر کی گھڑی دھوپ میں گہن لگ سکتا ہے اور کیا روشن چودھویں
رات کا چاند قبر میں جاکر غائب ہو سکتا ہے۔

وهل یترع الآباء بزر شبیهه ؛ وتسعد النسوان یوما بمولد

اور کیا کوئی باپ ان کے مانند کسی اور کو پیدا کر سکتا ہے اور کیا عورتیں ان کی
جیسی کوئی اولاد جن سکتی ہیں۔

فیا اسفا یا ضیعتا یا مصیبتا   علی فقد غوث العالمین واوحد
پس افسوس اور نقصان اور مصیبت ہے یکتائے زمانہ غوث العالمین کے گم ہو جانے پر

فواحرقتا واھمتاہ واخسارتا   علی غیب شبل المصطفی صل محتد
پس افسوس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حقیقی سپوت کے گم ہو جانے پر ہمارے سینے فراق کی سوزش سے جل رہے ہیں اور ہمتیں جواب دے رہی ہیں۔

فیالیتنی من قبل ان اولد الربا   ترابا فلم اسمع بفرقة مسعدی
پس اے کاش میں پیدا ہونے سے پہلے ہی مٹی ہو جاتا تاکہ مجھے نیکبخت بنانیوالی جدائی کی خبر نہیں سنتا

ومن لی بجود مثل معشار جودہ   ومن لی بابعادی عن اللھو والدد
پس کون ہے جو ان کی سخاوت کا عشر عشیر بھی سخاوت کر سکتا ہو اور مجھکو لہو لعب اور شقاق سے باز رکھ سکتا

ومن للیتامی مشفق مثلہ ومن   لیتامھم فیناء یسلوہ مکمد
کون ہے جو آپکے مانند یتیموں پر شفقت ظاہر کر سکتا ہو اور غمگین اور خوفزدہ کو تسلی دے سکتا ہو

فھیھات ھیھات لمضاھاۃ بینہ   وبین اولی فضل واھل التسدد
پس افسوس افسوس آپکے اور بزرگی اور صلاح و تقوی والوں کے درمیان بہت فرق ہے

ولو ان عینی قد بکت بدل دمعة   دماء علیہ لم تسل وتخرد
اور اگر میری آنکھ آنسو کے بدلے خون بھی روئے تو مجھے تسلی حاصل نہیں ہو سکتی۔

فیبکی علیہ العرش والکرسی وما   علی ذین من مخلوق رب ممجد
آپ پر تو عرش و کرسی اور دونوں پر خدا کی جو مخلوق ہے وہ آنسو بہا رہی ہے

فیا ایھا الصدیق یوسف صابرن   علیہ جمیلا لیس ذا بتفقد
پس اے یوسف صدیق آپکی وفات پر پوری طرح صبر کریں کیوں کہ ان کا وفات پا جانا گم ہو جانا نہیں ہے۔

فان ھو الا نقلة الجسم من فنا   الی دار رضوان بیقی لسرمد
دار فنا سے ان کا جسم منتقل ہو گیا مگر وہ دار رضوان میں ہمیشہ باقی رہینگے

لکی یرزق اللقیا عیانا کما نوی   فیا طیب لقیاہ بدار مخلد

تاکہ وہ جیساکہ ان کی نیت تھی۔ اپنی آنکھ سے لقاء الٰہی کا شرف حاصل کریں۔ ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں ان کی لقاء الٰہی بھی کیا خوب لقاء ہے

نعم اتہ قد سار من شوق نفسہ الی جدہ العالی الرسول الممجد

ہاں وہ اپنے نفس کے شوق سے اپنے بزرگ ترین دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیلئے گئے

فقم فی مقام قام شیخک فیہ کن مرغبنا فی ما تقدم للغد

پس تم ان کی قائم مقامی کرو اور اپنے شیخ کی پیروی میں ہم لوگوں کو آئندہ کے لئے عمل کی رغبت دلاؤ۔

وتجلی صداء القلب عنا وتفرغ بعلمک فینا النور والعقل نھتد

تم ہمارے دل سے اس کے زنگ کو دور کرو اور اپنے علم سے ہمارے دلوں کو نور اور عقل سے بھردو تاکہ ہم ہدایت پائیں۔

جزی اللہ عنا غوثنا خیر ما جزی بحرمتہ یعفو خطاء ابن احمد

خدا ہماری طرف سے ہمارے غوث کو اچھا بدلہ دے اور آپ کی حرمت میں ابن احمد کی خطاؤں کو بخش دے۔

ولاسیما للعالم المتکرم یقال لہ حسن بن شیخ محمد

اور خاص طور سے عالم متکرم کو جن کو حسن کہا جاتا ہے اور وہ شیخ محمد کے لڑکے ہیں۔

یثبتنا اللہ الکریم بجاھہ دواما بقول ثابت لموحد

خدائے کریم آپ کے جاہ و مرتبت سے ہمیشہ ہم کو اسی طرح ثابت قدم رکھے جس طرح وہ ایک موحد کو ثابت قدم رکھتا ہے۔

فمرثیتی تمت علی عد عمرہ علیہا حمدت اللہ یا لک محمدی

پس میرا مرثیہ پورا ہوگیا اور اس کے اشعار کی تعداد آپ کی عمر کے سالوں کے تعداد کے مطابق ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور میری توفیقیں سب اسی کے لیے ہیں

فصل وسلم یا الٰہی علی النبی مع الآل والغوث الحمید المجدد

اے میرے خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل و مجدد غوث حمید پر درود و سلام بھیج

پانچواں باب
کرامات کا ذکر

قبر پر خضر علیہ السلام کا حاضری دینا

وفات کے بعد جب تیسرا دن آیا تو حضرت سید محمد یوسف صبح سویرے روضۂ مبارک پر پہنچے دیکھا کہ ایک فقیر قبر کے پائینتے کھڑے ہو کر دعا کر رہا ہے۔ جب وہ ختم کر کے آگے روانہ ہوا تو حضرت یوسف بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے کچھ دور جا کر آپ نے اسے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور مڑ کر دیکھا آپ نے پوچھا، آپ کون ہیں اس شخص نے جواب دیا میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ خضر ہوں آپ کے والد ماجد حضرت شاہ الحمید کی زیارت کیلئے آیا تھا۔ اس کے بعد کہا اے یوسف تم غم نہ کرو اور نہ افسوس کرو۔ خدا نے مجھے تمہارا ناصر و مددگار بنایا ہے میں جیسے تمہارے والد کے پاس ضرورت کے وقت فوراً حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ اسی طرح فوراً تمہارے پاس بھی پہنچ جاؤں گا اور میں تمہاری اور تمہاری اولاد کی امداد و اعانت کروں۔ حضرت یوسف یہ سن کر بہت خوش ہوئے پھر سلام کیا اور رخصت ہوئے

راوی کہتا ہے کہ حضرت قادر ولیؒ نے اپنی وفات کے وقت اپنے لڑکے یوسف کو یہ خبر دی تھی کہ اے یوسف غم نہ کرنا۔ میری وفات کے تیسرے دن ایک شخص میری قبر پر آئے گا وغیرہ وغیرہ تو یہ اس لئے کہا تھا کہ یوسف کو بھی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے اور دوسرے یہ کہ حضرت یوسف حضرت خضر کی زبان سے تعزیت کی باتیں سن کر تسلی حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خشکی اور تری کے تمام اولیاء کا ناصر و مددگار بنایا ہے۔

قبر سے سلام کا جواب آنا

جب حضرت یوسف کو حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی ملاقات کا شرف حاصل ہوچکا اور ان کی وجہ سے ان کے دل کا نور اور زیادہ ہوگیا اور ان کا ایقان پہلے سے زیادہ پختہ ہوگیا، تو فقراء سے کہا۔ اے لوگو! اب میں والد ماجد کی قبر پہ پہنچ کر سلام بھیجتا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ آؤ، اور میرے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوجاؤ۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت یوسفؒ نے قبر پر پہنچکر کہا۔ اے میرے والد ماجد اور میرے ہادی آپ پر سلام ہو۔ فوراً قبر سے سلام کا جواب آیا۔ اے میرے لڑکے تم پر سلام ہو اور پھر آواز آئی اے یوسف تم اور تمہاری اولاد یہیں رہو۔ میرے دروازے کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ نہ جاؤ۔ تمہارے لئے جو نذریں پیش کی جاتی ہیں۔ ان پر اپنی زندگی بسر کرو۔ میرے نام پر بہت سی جاگیریں اور مکانات وقف کئے جائیں گے بطناً بعد بطن مردوں اور عورتوں کیلئے ان کی آمدنی ہبہ ہوگی۔ یہاں تک کہ قیامت ہوگی۔ جب حاضرین نے والد اور ان کے لڑکے کے درمیان گفتگو سنی تو سمجھ لیا کہ انہیں خدا کی طرف سے بہت بڑا درجہ حاصل ہوگیا اور یہ مان لیا کہ وہ زندہ ہیں ان سے غائب نہیں ہیں۔ سب لوگوں نے کہا۔ خدا کی شان بڑی ہے کہ ہمیں ایسا اعلیٰ پایہ کا ولی عنایت فرمایا۔ دنیا اور برزخ دونوں جگہ کے وہ سلطان ہیں۔ پس خوشی ہے ان کے لڑکے یوسف کے لئے پھر تمام لوگوں نے ان سے مصافحہ کیا اور ان کی بڑی عزت اور تکریم کی۔ ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا ادب واحترام اختیار کیا۔ جس طرح ان کے والد ماجد کیساتھ اختیار کیا۔ وہ ہر وقت اور ہر بات میں ان کی خدمت کرتے رہے خدا ہمیں بھی ان لوگوں سے بنائے جن کو ان کا جنازہ اٹھانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور ان کے رشتہ داروں کی خدمت کرنے کی توفیق دی تھی۔

عرس میں حاضر رہنے کی تاکید

جب حضرت یوسف کو اپنے والد کی طرف سے خلافت ملی اور ان کے قائم مقام ہو گئے اور لوگ مرید ہونے لگے تو حضرت قادر ولی کے چاروں خلیفوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم نے سفر اور حضر اور بر و بحر میں شیخ محمد غوث گوالیاری کے حکم سے حضرت کی

صحبت اختیار کی اپنی زندگی میں حضرت قادر ولیؒ کو اپنے لڑکے یوسف سے بڑی محبت تھی۔ وفات کے بعد ان سے محبت اور زیادہ ہوگئی۔ جیسا کہ اس گفتگو سے ظاہر ہو چکا ہے جو قبر سے ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں ہم حضرت یوسف کی اجازت کے بغیر حضرت قادر ولیؒ کی قائم مقامی کیونکر کر سکتے ہیں اور لوگوں کو کس طرح سلوک اور تصوف کی طرف بلا سکتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم حضرت یوسف کی اسی طرح اطاعت و فرماں برداری کریں۔ جس طرح ہم حضرت قادر ولی کی اطاعت و فرماں برداری کرتے اور ہم ان کی اسی طرح خدمت کریں جیسی کہ ہم حضرت قادر ولی کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حرمین شریفین میں حضرت نے ہمیں اس کی وصیت کی تھی اور ان کو اپنا جانشین بنا کر ہم سے کہا تھا کہ ہم ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں مگر حضرت کی جدائی کے بعد ہمیں یہاں رہتے میں کوئی چین اور آرام نہیں ہے۔ ہم حضرت یوسف کی اجازت سے کہیں باہر چلے جائیں اور وہاں آرام حاصل کریں۔ تمام کی رائے یہی تھی کہ سیاحت اختیار کریں۔ چاروں خلفاء حضرت یوسف کی خدمت میں پہنچے اور کہا۔ اب ہمیں باہر جانے کی اجازت دیجئے اور آپ جب بھی چاہیں گے۔ ہم واپس آجائیں گے خدا آپ کو اس کا بڑا اجر دے گا۔ حضرت یوسف نے کہا اتنی جلدی مت کرو۔ تم لوگوں سے ہمیں بڑی اُلفت حاصل ہوتی تھی۔ کیا تم ہم کو چھوڑ کر چلے جانا چاہتے ہو۔ ابھی تو حضرت کی وفات پر چالیس دن بھی نہیں گذرے ہیں۔ تم لوگ باہر جا سکتے ہو بہ شرطیکہ جمادی الثانی کی پہلی کو یہاں جمع ہو جاؤ۔ تاکہ ہم حضرت کے نام پر ہر سال عُرس منائیں۔ چاروں خلفاء نے یہ شرط منظور کرلی۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو حضرت یوسف کی اجازت لیکر ناگور سے روانہ ہو گئے اور ہند و سندھ کے علاقوں میں گھومنے لگے اور جب جمادی الثانی کا مہینہ آتا تو اس کی چاند رات کو ناگور حاضر ہو جاتے تھے۔ اس وقت سے لیکر آج تک یہی دستور چلا آرہا ہے۔ چاروں خلفاء کی اولاد برابر ہر سال حضرت کے عرس میں شریک ہوا کرتی ہے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی جگہ پر وہ لوگ نمایندگی کریں جنہوں نے ان سے قادریہ۔ چشتیہ، طیفوریہ، سہروردیہ۔

نقشبندیہ اور شطاریہ طریقہ پر تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی ہے۔

قبر پختہ بنانا جب حضرت قادر ولیؒ کی وفات ہوگئی اور وہ دفن کر دیے گئے تو لوگ ان کے بعد مختلف عمارتیں بنانے لگے۔ سب سے پہلے آپ کی قبر پختہ بنائی گئی اور اس کے اطراف ایک چھوٹی سی دیوار تیار کی گئی۔ اس کو وہاں کے ماہی گیروں نے بنایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض ماہی گیر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ آپ کی برکت سے ان کے مال و دولت میں اضافہ ہوا اور انہوں نے بہت کچھ روپیہ پیسہ جمع کر لیا تھا۔ اور اس پیسے کو ایک جگہ دفن کر دیا تھا۔ چند دنوں کے بعد شیاطین نے اس پیسے کو گم کر دیا۔ جب انہوں نے وہ جگہ کھودی تو اپنا پیسہ نہ پایا۔ لوگ بہت متحیر اور پریشان ہوئے۔ انہوں نے حضرت قادر ولیؒ سے شکایت کی۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ پھر حکم دیا اس پانی کو لے جاؤ اور اس زمین پر چھڑک کر پھر اس کو پھر سے کھودو۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو ان کا دفن کیا ہوا روپیہ انہیں پھر سے مل گیا جس کو پا کر وہ بہت خوش ہوئے فوراً اس کو آپ کی خدمت میں لے آئے اور کہا کہ یہ کھویا ہوا روپیہ محض آپ کی برکت سے ہمیں ملا ہے۔ آپ اس میں سے جتنا چاہیں اٹھا لیں۔ حضرت نے کہا ہمیں اس پیسے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم لوگ اس کو لے جاؤ اور اپنے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر لو۔ اور جب آپ کی وفات پر چالیس دن گزر گئے، تو یہی ماہی گیر حضرت سید محمد یوسف کے پاس آئے اور ان سے قبر کے پختہ بنوانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دیدی۔ ماہی گیروں نے نہایت ہی قیمتی تختے خرید کر آپ کی قبر پر بچھائے اور اس کے اطراف ایک چھوٹی سی دیوار کھڑی کر دی جس پر آج قبہ کھڑا ہے۔

پہلا سالانہ عرس جب حضرت قادر ولیؒ کی وفات پر ایک سال گذرا اور پہلی جمادی الاخری کا چاند دکھائی دیا تو ہر طرف سے تمام فقیر جمع ہو گئے۔ یہ چار گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کے بانوا[1] ملنگ[2]

جلالی اور مداری تھا۔ پہلے قسم کے فقیر پیوند لگے ہوئے کپڑے اور عبائیں اور لمبی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کشتیاں اور چھوٹے بڑے عصا ہوتے تھے۔ دوسرے قسم کے فقیر اپنے سروں کے بال گوندھے رہتے تھے اور ہاتھوں اور گلوں میں تسبیحیں ڈالے رہتے تھے۔ ورعلین پہنتے تھے اور ہاتھوں میں عصا اور دف اور طبل لئے پھرتے تھے اور ان کو بجاتے تھے۔ جلالی فقراء صوف کا لباس پہنتے تھے اور اپنے کندھوں پر چھریں لگائے ہوئے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت زور سے کیا کرتے تھے اور مداری فقراء قمیص اور پاجامے پہنتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جھنڈیاں ہوتی تھیں وہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلتے تھے۔ ان میں پیدل بھی ہوتے تھے اور سوار بھی اور جب سب فقیر آپ کی قبر مبارک پر پہنچتے تو بڑی عقیدت کے ساتھ اس کو بوسہ دیتے تھے اور قرآن مجید پڑھ کر آپ کی روح کو ثواب بخشتے تھے۔ پھر سید محمد یوسف کے پاس پہنچتے اور ان کی طرف سے ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا پورا انتظام ہوتا تھا۔ اس زمانے سے لیکر اب تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ پھر حضرت یوسف نے ناگور کے اطراف کے مسلمانوں کو جن میں مالدار اور غریب دونوں قسم کے لوگ تھے۔ وہاں جمع کیا۔ کیوں کہ وہاں کی اصل آبادی کا فراد مشرک ماہی گیروں اور کاشتکاروں پر مشتمل تھی۔ آپ نے حضرتؒ کی قبر مبارک کے سامنے ایک ستون کھڑا کیا جس پر جھنڈا لگایا گیا۔ یہ دس جمادی الآخری تک لہراتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہاں کے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کی کچھ دھاک بیٹھ جائے۔ کیونکہ وہ اکثر مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جب مسلمان ہر طرف سے وہاں جمع ہو گئے۔ تو پھر یہ کفار ان سے ہیبت کھانے لگے۔ اس زمانے سے لیکر اب تک یہی حال ہے۔ یہ فقیر شریعت کے بہت پابند اور متقی اور پرہیزگار تھے۔ آجکل کے زمانے کے فقیروں کے جیسے نہ تھے۔ جنہوں نے فقیری کا لباس اختیار کر لیا ہے مگر ان سے تقویٰ و پرہیزگاری رخصت ہو چکی ہے۔ یہ صرف نام کے فقیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ لوگ نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں

گانجا اور چرس پیتے ہیں۔ رات بھر رنڈیوں کے گانے سنتے ہیں۔ ان کے سامنے کوئی جوتا پہن کر چل نہیں سکتا۔ خدا ہمیں ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں ان لوگوں کے جیسا بنائے جنکی کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و مشکور ثابت ہوئی ہیں۔

پھر ناگپٹن کے کچھ لوگ حضرت یوسف کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہماری سب سے بڑی تمنا تو یہ تھی کہ حضرت قادر ولیؒ ہماری سرزمین پر وفات پاتے اور ناگپٹن میں دفن ہوتے۔ آپ کی وجہ سے ہماری سرزمین کو بڑی برکتیں حاصل ہوتیں۔ مگر خدا کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ اس کا فیصلہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب ہمیں اجازت دیجئے کہ ہر سال آپ کے نام پر صندل کا ایک شاندار جلوس نکالیں اس کو ہودج میں رکھ کر روضۂ مبارک تک لے آئیں۔ چنانچہ ان کی اجازت سے ایک نہایت ہی شاندار ہودج کاغذی رنگ برنگ پھولوں سے سجایا اور اس میں شمعیں روشن کیں اور ہودج کے اوپر ایک کوزے میں صندل بھرا ہوتا تھا۔ وہ تین میل پیدل اس ہودج کو اپنے سروں پر اٹھائے دف اور طبل بجاتے ہوئے قسم قسم کی یاد ت سلگائے، اور پھول چھڑیاں بکھیر لے ہوئے روضۂ مبارک تک پہنچتے اور آپ کی قبر مبارک پر صندل چڑھاتے۔ حضرت یوسف نے ان کی اس بدعت کو پسند کیا اور انہیں اس طرح صندل چڑھانے کی اجازت دیدی۔ حضرت قادر ولیؒ کی زندگی میں ان کا ایک برہمن خدمت گار تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت سیّد یوسف نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے صندل گھس کر تربت کے پاس لے آئے۔ حضرت یوسف اپنے ہاتھ سے وہ صندل مبارک پر چڑھاتے اور پھر جب باہر آتے تو برہمن آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیکر تبرک اور برکت حاصل کیا کرتا تھا۔ یہ طریقہ ایک جانشین سے دوسرے جانشین تک ہوتا ہوا ہمارے زمانے تک آیا۔ صندل گھسنے کی خدمت اس برہمن کی اولاد میں نسلاً بعد نسل جاری رہی۔ صندل چڑھانے کے

بعد لوگ قرآن مجید پڑھ کر فاتحہ دیتے تھے اور آپکی قبر کا طواف کر کے آپ کی زیارت کرتے تھے اور جب صبح میں اپنے گھروں کو واپس لوٹتے تھے تو ان کی ساری مرادیں پوری ہو جاتی تھیں. یہ طریقہ ہمارے زمانے تک برابر جاری ہے مگر ہمارے زمانے میں برہمن کی ایک اولاد نے نامناسب کام کیا جس کی وجہ سے اس کو صندل گھسنے کی خدمت سے الگ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک مسلمان کو مقرر کیا گیا۔

بدعی امور کو اجازت دینے کی وجہ

یہ جان لو کہ حضرت یوسف نہایت متشرع اور پرہیزگار آدمی تھے. اس قسم کے بدعی امور کو پسند نہیں کرتے تھے، تاہم انہوں نے محض کفار ہندوستان کو سمجھانے کی خاطر اس قسم کے بدعی امور کے کرنے کی اجازت دیدی. عرس کا مقصد محض لوگوں کو سالانہ یہاں جمع کرنے کا تھا اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ غیر شرعی امور کے کرنے کی اجازت دی جائے. خدا ہم کو ان لوگوں سے نہ بنائے جو نماز روزوں کو ترک کرتے ہیں اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور رنڈیوں کا گانا سنتے ہیں اور ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جن سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہے. در حقیقت شیطان اس قسم کے لوگوں کو ایسے برے کاموں پر ورغلاتا ہے. اسکی وجہ سے لوگ خدا کو بھول کر گناہ کے کام کرنے لگتے ہیں. اس کی بناء پر اولیاء اللہ سے ایک قسم کی بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے. وہ لوگ ہرگز ہرگز اس قسم کے برے افعال سے راضی نہیں ہیں. خدا ہم کو اولیاء و صلحاء کے متعلق بدگمانی سے بچائے کیونکہ خدا اور اس کا رسول اور اس کے اولیاء کسی وقت بھی برے کاموں کے کرنے کا حکم نہیں دیتے۔

قبر کا ایک معجزہ

حضرت قادولی کی زندگی میں آپکے بہت سے کرامتیں ظاہر ہوئی تھیں لیکن ان کی وفات کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہا. ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی قبر کی سطح پہلے جتنی تھی اتنی ہی اب باقی ہے. باوجود اس کے کہ ہر سال اس پر عرسوں کا صندل چڑھتا جاتا ہے لیکن

قبر کا موٹاپا اتنا ہی رہتا ہے جتنا کہ پہلے تھا اور یہ واقعی ایک عجیب بات ہے اور دوسری عجیب تر بات یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے اوپر کے چراغوں پر ایک پتنگا یا کیڑا آکر بیٹھ جاتا یا گر جاتا. اب تک کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ کبھی چراغ پر کوئی پتنگا آکر گرا ہو.

حضرت یوسفؒ کی اولاد

حضرت قادر ولیؒ کی زندگی میں حضرت یوسف کو تین لڑکے پیدا ہو چکے تھے جن کا اوپر ذکر ہوا. حضرت کی وفات کے بعد سید یوسف کو اور تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں. جن کے نام بہ ترتیب یہ ہیں. الشیخ السلطان الحقانی [۱]. الشیخ نور الدین الکاملی [۲]

[۱] ہمارے زمانہ کے ایک سجادہ ہمارے محبوب عالم و فاضل قاضی سلطان خلیفہ شطاری قادری متعنا اللہ بطول حیاتہ. انہی شیخ السلطانی الحقانی کی اولاد سے ہیں. ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے قاضی سلطان خلیفہ شطاری قادری ابن السلطان الحقانی الثالث القادری، ابن محمد خلیفہ القادری بن العالم الفاضل والعارف الکامل الشیخ سلطان الحقانی الثانی الشطاری القادری ابن الشیخ عبد القادر القادری ابن الشیخ حسن القادری ابن الشیخ میراں حسن القادری ابن الشیخ حسن الکامل القادری. ابن الشیخ سلطان الولایۃ العارف باللہ القادری ابن الشیخ السلطان الحقانی الاول بن مولانا و سیدنا الشیخ شاہ سید محمد یوسف رحمہم اللہ سجادہ مذکور کے دو لڑکے بھی ہیں جن کا نام عبد الصمد اور ابو القاسم ہے ان کے تین فرزندان ہیں. ان کے نام یہ ہیں. شیخ حسن اور سلطان خلیفہ اور خلیفہ شاہ سید میر محمد ۱۲ ہے. خدا ان دونوں کو تا دیر سلامت رکھے آمین. الشیخ العالم الفاضل و العارف الکامل السلطان الحقانی الثانی المذکور کے ایک دوسرے لڑکے بھی تھے جن کا نام قاضی الشیخ ابو الحسن الحقانی الشطاری القادری المرحوم تھا. السید السعید القادری الشطاری المرحوم انہی قاضی الشیخ ابو الحسن الحقانی کے صاحبزادے تھے جن سے تین لڑکے ہوئے یعنی السید الحاج عبد القادر القادری الحاج محمد عبد الحی القادری اور الشیخ میراں القادری نیکے فرزند عبد الحق الثانی ۱۲. پیر سلطان عبد القادر القادری المذکور کا ایک لڑکا ابو الحسن حقانی بھی ہے جو اب تک زندہ ہے. خدا اس کو تا دیر سلامت رکھے

[۲] روضہ مبارک کے ایک سجادہ اور ٹرسٹی خطیب. سید حسن قدوس ابن العالم الفاضل الخطیب السید نور الدین المرحوم انہی الشیخ نور الدین الکاملی کی اولاد سے ہیں.

الشیخ السلطان الصغیری[۳] بنت فاطمہ[۴] اور بنت زہرا[۵] حضرت کی وفات سے پہلے
جو تین لڑکے پیدا ہوئے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ بابا فخر الدین[۶]۔ شیخ حمید العاشقین

---

[۳] روضہ مبارک کے ایک مجاور اور ٹرسٹی السلطان الکبیر ابن السید یوسف المرحوم ان ہی
الشیخ محمد السلطان الصغیری کی اولاد سے ہیں۔ حمید العاشقین بن محی الدین مرحوم اور عبد الحمید
بن سلطان صاحب مرحوم کا سلسلۂ نسب بھی انہی سے جا ملتا ہے[۴] ہمارے زمانے کے ایک
مجاور اور ٹرسٹی محمد محی الدین ابن المحلی واپا صاحب المرحوم انہی بیبی فاطمہ کی اولاد سے ہیں
خواجہ بابا محی الدین ابن المحلی السید محی الدین اور ان کے بھائی پیر محمد کا سلسلۂ نسب بھی انہی
سے جا ملتا ہے۔ خواجہ بابا محی الدین کے دو صاحبزادے ہیں، جن کا نام خواجہ حولی ابو بکر
ہے خواجہ دانجور صاحب ہے۔ پیر محمد کا بھی ایک لڑکا ہے جن کا نام شیخ حسن بابو جی ہے۔
[۵] ہمارے زمانے کے ایک مجاور اور ٹرسٹی سید محمد قاضی الحسینی ہے۔ وہ خطیب سلطان
بابا مرحوم ابن الخطیب السید میراں مرحوم کے لڑکے ہیں۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ سید محمد قاضی الحسینی
المذکور کو ایک لڑکا تین لڑکیاں جن کا نام سلطان باوا صاحب دام فیضہٗ ہے۔
[۶] مولانا العلامۃ الفاضل والبحر الکامل الشیخ بابا فخر الدین جنہوں نے یہ مناقب شریف
سید محمد الملقب العالم العروس بن مولانا الکامل الشیخ احمد کبیل کری کے حوالے کئے۔ انہی
شیخ بابا فخر الدین کی اولاد سے ہیں۔ نیز ہمارے زمانے کے مجاور اور ٹرسٹی محمد غوث ابن
السید غلام محی الدین المرحوم اور ان کے سگے بھائی شیخ محی الدین اور ان کے فرزند ابو الفتح
صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی سید محی الدین بھی انہی کی اولاد سے ہیں۔ السید عبد اللطیف ابن
العالم الفاضل السید محی الدین اور ان کے بھائی الشیخ بابا فخر الدین اور السید احمد و محمد خلیفہ دام مجدہم
کا سلسلۂ نسب بھی انہی سے جا ملتا ہے۔

[۷] ہمارے محب مکرم السید محمد غوث المشہور بہ انجور خلیفۃ الثانی جن سے ہم نے یہ مناقب
شریف ان کے استاد اور شیخ سید رحمۃ اللہ قادری، الشطاری کے توسط سے حاصل
کئے ہیں۔ انہی حمید العاشقین کی لڑکی سیدتنا زہراء بی بی کی اولاد سے ہیں سید محمد غوث المشہور
بہ انجور خلیفۃ الثانی کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ السید محمد غوث المشہور بہ انجور خلیفۃ الثانی ابن شاہ السید سلطان احمد المرحوم الثانی

شیخ السلطان الکبیری؎ اس طرح حضرت یوسف کے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں | القادری الشطاری الناگوری ابن شاہ السید محمد غوث المشہور بو انجور فقیر الاول القادری

الشطاری ابن نواب شاہ السید محمد غوث القادری الشطاری ابن ناناصاحب شاہ السید میراں حسن المشہور بماما صاحب ابن ناناصاحب شاہ السید غیبی حسن القادری الشطاری بن شاہ السید میراں حسن القادری الشطاری بن شاہ السید اسمٰعیل القادری بن شاہ السید السلطان احمد الاول ولایتی ابن شاہ السید عبدالقادر العاشق الناگوری المعروف بہ چلا صاحب ابن الشاہ السید محمد حسین انگوابیادی سید محمد حسین انگوابیادی گوابیاد سے ناگور تشریف لائے اور شیخ یوسف العارف باللہ کے لڑکے شیخ حمید العاشقین مذکور کی لڑکی سیدہ ننا زہرا بی بی سے شادی کی۔ سید محمد حسین گوابیادی مذکور سیدنا قطب الاقطاب فرد الاحباب سید عبدالقادر الجیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ شاہ السید محمد حسین انگوابیادی ابن شاہ السید علی انگوابیادی بن شاہ سید محمد میراں البخاری بن شاہ سید محمد حسین البخاری بن شاہ سید میراں حسین بن شاہ السید حسین ولایتی الیمنی ابن السید عبدالرزاق تاج الدین الیمنی بن السید عماد الدین ابی صالح نصر بن السید عبدالرزاق تاج الدین ابن مولانا السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔ سید محمد غوث المعروف بو انجور الفقیر الثانی القادری الشطاری مذکور کے چار لڑکے ہیں۔ سید محمد حسین القادری کو دو فرزندان دو لڑکیاں ہیں، فرزندوں کا نام یہ ہے۔ خواجہ سلطان کبیر شاہ الحمید اور السید حسن قدوس لڑکیوں کے نام یہ ہیں سیدہ فاطمہ زہرا بی بی اور سیدہ محمد جمیلہ بی بی ہیں ۱۲۔ (جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کروایا اور شائع کیا۔ مترجم)۔ [۲] سید محمد اسمٰعیل القادری۔ [۳] سید عبدالقادر القادری اور [۴] سید السلطان احمد الثالث القادری۔ سید محمد غوث موصوف کی دو لڑکیاں بھی ہیں جن کا نام سیدہ خدیجہ بی بی اور سیدہ فاطمہ بی بی ہے۔ نیز سید محمد غوث موصوف کے ایک دوسرے باپ سے بھائی بھی ہیں۔ جن جن کا نام السید علی بن الشاہ السید السلطان احمد الثانی الناگوری القادری الشطاری ہے۔ سید محمد غوث موصوف کے چچاؤں میں سے ایک حسن قدوس جو محمد غوث المشہور بو انجور فقیر الاول القادری الشطاری کے لڑکے اور نواب شاہ سید محمد غوث القادری الشطاری (باقی صفحہ ۲۳۲ پر)

؎ شیخ السلطان الکبیری کی اولاد ہی سے ہمارے زمانے کے سجادہ اور ٹرسٹی (باقی صفحہ ۲۳۲ پر دیکھئے)

گویا ان کے متعلق حضرت کی وہ پیشین گوئی ہیچ ثابت ہوئی جو حضرت یوسف کی شادی کے انکار کے وقت کیگئی تھی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا تھا۔ خدا تیرے صلب سے میرے لیئے

ے (صفحہ ۲۳۱ کا بقیہ) کے پوتے ہیں۔ انہی چچاؤں میں سے ایک شاہ سید محمد غوث ابن سید محمد قاسم بن نواب شاہ السید محمد غوث القادری الشطاری بھی ہیں۔

ـ شیخ حمید انعا تستقین کی لڑکی سید نتاذ ہرا لی بی کی اولاد سے ایک اور مجادر اور ٹرسٹی سید محمد میراں حسن المشہور بماما صاحب الثانی ہیں۔ یہ سید ناٹامی چلا صاحب کے لڑکے ہیں جو ناٹامی سید محمد میراں حسن المشہور بہ ماما صاحب الاول شطاری القادری ابن ناٹامی شاہ السید یحیی حسن صاحب الشطاری القادری کے لڑکے تھے۔ سید محمد میراں حسن المشہور بہ ماما صاحب الثانی کے ایک لڑکے ہیں، جن کا انہوں نے اپنے الدماجد کے نام پر سید چلا صاحب رکھا ہے۔ ان چلا صاحب کے پانچ لڑکے ہیں۔ السید ۱ محمد باقر۔ السید ۲ یحیی حسن۔ السید ۳ محمد یوسف المعروف براوا صاحب۔ السید ۴ محمد اور السید ۵ الشیخ سلطان کبیر صاحب (السید محمد باقر صاحب کے تین فرزند ہیں، جن کا نام شیخ باوا فخر الدین صاحب، سید حسن قدوس صاحب اور عبد الیوسف صاحب ہیں تیرجم)

ہیں (صفحہ ۲۳۱ کا بقیہ) خلیفہ صاحب ابن السید قادر المرحوم ہیں۔ ان کے تین لڑکے ہیں۔ السید ۱ قادر۔ محمد ۲ سنان اور محمد خلیفہ ۳۔ شاہ سید رحمۃ اللہ صاحب القادری الشطاری بھی الشیخ السلطان الکبیری ابن سیدنا شیخ یوسف کی اولاد سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے شاہ سید رحمت اللہ صاحب القادری الشطاری ابن مولانا شاہ سید علی الناگوری القادری الشطاری ابن شاہ السید حسین العالم الشطاری القادری ابن شاہ السید عبد القادر الشطاری القادری بن شاہ سید محمد الشطاری القادری بن شاہ السید حسین البالاپوری الشطاری القادری بن شاہ السید علی البالاپوری الشطاری القادری بن شاہ السید حسین البغدادی الشطاری القادری بن السید محمد الزاہد الشطاری القادری بن شاہ السید ابراہیم الشطاری القادری بن شاہ السید عیسی الشطاری القادری ابن شاہ السید موسی الشطاری القادری ابن السید یحیی الشطاری القادری ابن السید عبد اللہ قدس سرہٗ ابن السید محمد البغدادی قدس سرہٗ ابن السید عبد الجبار البغدادی قدس سرہٗ

چھ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا کرے گا۔ یہ بھی خدا کی عجیب و غریب حکمت ہے کہ اس نے ان چھ لڑکوں اور دو لڑکیوں کیلئے ایک مقدس خاندان سے جوڑا فراہم کر دیا۔ ناگور کے ایک بزرگ شیخ بہاء الدین سہروردی تھے جنہوں نے بڑنے ناگور کو چھوڑ کر نئے ناگور میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ان کی چھ لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ حضرت محمد یوسف کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی انہی چھ لڑکیوں اور دو لڑکوں سے کردیں۔ چنانچہ آج روضۂ مبارک کے جو آٹھ مجاور لیجنے تڑسٹھ چلے آرہے ہیں وہ انہی آٹھ کی اولاد سے ہیں

قبر کے اطراف عمارت بنانا!

شیخ سید محمد یوسف اپنے والد کی وفات کے بعد ارشاد و ہدایت کی مسند پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ راست کی طرف لانے لگے آپ کے علوم سے وہاں کے لوگوں کو بہت فائدہ

ابن السید عبدالوہاب قدس سرہٗ ابن مولانا و سید قطب الربانی والقندیل النورانی السید الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

سید شاہ رحمۃ اللہ صاحب مذکور کی والدہ کا نام سیدہ زہرا بی بی تھا اور وہ سیدہ زلیخا بی بی بنت شاہ زین الدین کی لڑکی تھی۔ اور شاہ زین الدین مذکور الشیخ السلطان الکبیری کی اولاد میں سے تھے۔ ماں کی طرف سے سید شاہ رحمۃ اللہ کا نسب حسب ذیل ہے:۔

سید شاہ رحمۃ اللہ ابن سیدہ زہرا بی بی بنت سیدہ زلیخا بی بی بنت شاہ زین العابدین بن شاہ السید محمد الثانی ابن شاہ میراں بن سید محمد الاول ابن حسن کبیر بن سلطان عبدالقادر خلیفہ بن الشیخ السلطان الکبیری ابن الشیخ یوسف اللاہوری۔

سید رحمۃ اللہ موصوف کے ایک لڑکے سید علی قادری بھی ہیں، جن کا نام اپنے والد کے نام پر رکھا تھا۔ نیز سید رحمۃ اللہ کے ایک بھائی بھی ہیں جن کا نام السید نورالدین تھا۔ ان کا ایک لڑکا السید حسین المشہور بالسید صاحب القادری الشطاری اور پوتا السید نورالدین صاحب القادری شطاری ہے

ہونے لگا۔ ناگپٹن کا ایک رئیس اپنے بُرے کردار دل کی وجہ سے مصیبت اور تکلیف میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے صدقِ دل سے حضرت یوسف کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس کی تکلیف دور ہو گئی۔ اس رئیس نے حضرت یوسف سے حضرت قادر ولیؒ کی قبر مبارک کے اطراف ایک عمارت بنانے کی اجازت چاہی اور جب اجازت ملی تو اس کے اطراف مضبوط گارے سے ایک عمارت بنائی۔ اس عقیدت کی وجہ سے اس کو نہ صرف جسمانی صحت حاصل ہوئی بلکہ اس کی دولت بھی بہت بڑھ گئی۔ خدا ہم کو حضرت کے عقیدت مندوں میں سے بنائے اور ہمیں بھی قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھائے آمین۔

حضرت یوسف کی وفات

اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت یوسف کئی سال زندہ رہے اور عیش و آرام کی زندگی بسر کی۔ ہمیشہ خدا سے لو لگائے رہتے تھے اور اس سے ملنے کی خواہش رکھتے تھے یہاں تک کہ چورانوے ۹۴ سال کی عمر میں پیامِ اجل آیا اور ۳ ذی الحجہ ۱۱۳۰ھ کو پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ ان کی اولاد اور دیگر شرفاء نے ان کو غسل دیا۔ جنازے کی نماز ادا کی گئی اور پھر حضرت قادر ولیؒ کی قبر کے مغربی جانب ان کو دفن کیا گیا۔ آپ کی تجہیز و تکفین اور جنازے میں بے شمار لوگ شریک تھے۔ ہر ایک آپکی جدائی پر رنجیدہ تھا اور غم کے آنسو بہا رہا تھا۔ آپ کی وفات پر فرشتے، چرندے، درندے، پرندے اور بحر و بر کے تمام حیوانات رنجیدہ تھے اور اپنے آنسو بہا رہے تھے۔ حاضرین نے اولاد کے سامنے تعزیت ادا کی۔ ہم نے حضرت یوسف کی وفات سے پہلے ان کے رشد و ہدایت کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ وہ اس معاملے میں اپنے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے انہوں نے اپنی اولاد کو ذکر و اذکار، نماز روزے اور پابندیٔ شریعت کی تلقین کی اور ان سب کو اپنی طرف سے خرقہ پہنایا اور آئندہ لوگوں کو ہدایت کرتے رہنے کی تاکید فرمائی۔ یہ ساری باتیں مختلف کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان کو یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت یوسف کی سیرت اور ان کی عبادتوں اور

ریاضتوں کے متعلق بھی کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ اس بارے میں بھی اپنے والد ماجد کے مشابہ تھے، اکثر اعمال و افعال میں وہ اپنے والد ماجد ہی کا نمونہ تھے۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ لمبے قد کے تھے۔ ڈاڑھی بہت گنجان تھی اور لمبی تھی۔ ان میں وہ سب اوصاف حسنہ پائے جاتے تھے جو ان کے والد ماجد کے اندر موجود تھے (مصنف نے اس جگہ ایک مرثیہ عربی میں لکھا ہے، جس میں انکی تعریف کرنے کے بعد یہ بتایا ہے، کہ انہوں نے ۹۴ سال کی عمر پاکر ۳۱ ذی الحجہ ۱۰۳۱ھ کو وفات پائی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (طوالت کی وجہ سے اس مرثیہ کو یہاں حذف کیا جاتا ہے۔ مترجم)

پانٹن کے راجہ کا تحفہ بھیجنا!

حضرت یوسف کی اولاد ان کی قائم مقامی کے فرائض انجام دیتی رہی وہ اپنی حسن سیرت کی وجہ سے لوگوں میں بہت مقبول ہو چکے تھے۔ حضرت قادر ولی کی کرامتیں لوگوں کے اندر مشتہر ہونے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ پانٹن کے راجہ کو بھی ان سے گہری عقیدت ہوگئی اس نے حضرت کے روضہ کے لئے ایک نہایت قیمتی غلاف اور بہترین صندل کی لکڑی خریدی جس سے خوشبوئیں پھوٹ پھوٹ کر پھیلتی تھیں۔ اس کے ساتھ چاول کے چند بہترین بورے خریدے اور پانٹن کے راجہ کی طرف سے حضرت قادر ولیؒ کے نام ایک خط لکھ کر جس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ حضرت قادر ولیؒ کی طرف ایک ناچیز ہدیہ ہے۔ ان سب کو ایک نہایت عمدہ اور مضبوط تابوت میں رکھ کر رسیوں سے باندھا اور اس میں قفل لگایا اور اس کی کنجی ایک معتبر آدمی کے حوالے کر کے تابوت کو ایک کشتی پر رکھ کر ناگور کی طرف روانہ کیا۔ قضاء الٰہی سے کشتی پانی کے زور دار تھپیڑوں کی تاب نہ لا سکی۔ وہ راستے ہی میں ڈوب گئی۔ اور اس کے ساتھ ملاح اور دوسرے لوگ بھی ڈوب گئے، مگر یہ تابوت پانی پر تیرتا رہا اور ناگور ہی کی طرف بہتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ساحل کے کنارے پہنچا۔ گاؤں والوں نے اس کو دیکھ کر امیر کو اطلاع دی۔ سب لوگ دوڑے ہوئے چلے آئے۔ دیکھا کہ ایک تابوت بڑی تیزی کے ساتھ پانی پر بہتا ہوا ساحل کی طرف آرہا ہے گویا وہ بھی ایک کشتی ہے۔

جس کو ملاح کھینتا ہوا آگے بڑھاتا جا رہا ہے۔ جب یہ تابوت ساحل پر آ لگا تو انہوں نے تابوت پر حضرت قادر ولیؒ کا نام پایا تو درگاہ کے مجاوروں کو خبر دی۔ مجاور آئے اور اس کو روضہ تک لے گئے اور اس کا قفل کھولا اور اندر کی چیزیں اٹھائیں خط پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بانٹن کے راجہ کی طرف سے ہدیہ ہے۔ راستے میں کشتی ڈوب گئی۔ مگر تابوت صحیح و سالم ناگور تک پہنچ گیا۔ مجاوروں نے بانٹن کے راجہ کو اس کی تفصیلی اطلاع دی اس کو اور بھی تعجب ہوا اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور حضرت قادر ولیؒ سے اس کی عقیدت اور زیادہ ہو گئی۔

ترملے شطار کا نجات پانا اور تحفہ بھیجنا

ملاکا میں ایک کافر آدمی تھا جس کا نام ترملے شطار تھا۔ وہ بادشاہ کا خزانچی تھا۔ اس کے حکم سے سونے اور چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ ایک دن حرص و آز کے مارے اس نے یہ ارادہ کیا کہ سونے کے سکوں میں تانبا ملا کر سکے ڈھالے اور بچا ہوا سونا اٹھالے ملونی اور خالص سکوں کے درمیان شکل و صورت نقش و نگار اور رنگ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ یہ کھوٹے سکے کثرت سے بازار میں چل پڑے اور ترملے شطار نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک ماہر اور واقف کار آدمی نے اس کو پہچان لیا اور امیر کو کھوٹے سکے لیجا کر دکھلا دیا امیر بہت رنجیدہ ہوا۔ اس نے اپنے تمام افسروں کو حکم دے دیا کہ ذرا معلوم تو کرو کہ کون اس قسم کے کھوٹے سکے ڈھال کر بازار میں چلا رہا ہے۔ ہم پتہ چلانے والے کو انعام دیں گے، اور خائن دبدکار کو اس کے عمل کا پورا مزہ چکھائیں گے۔ لوگوں نے اس کا پتہ لگانا شروع کیا۔ ایک آدمی ترملے شطار کے پاس پہنچا اور حیلے سے اس راز کو دریافت کر لیا۔ اس نے رات کی تاریکی میں ترملے شطار سے کہا۔ ہم کیوں نہیں اس قسم کے سکے ڈھال کر بیوپار کریں اور خوب نفع کمائیں۔ ترملے شطار نے فوراً ہی اس کے خیال کی تائید کی۔ وہ آدمی فوراً سمجھ گیا اور امیر کو جا کر خبر کی ترملے شطار کو گرفتار کیا گیا۔ امیر نے اس کو خوب برا بھلا کہا۔

اور اس کے بعد اپنے دربار کے لوگوں سے مشورہ کیا کسی نے اس کو سولی پر چڑھانے کی رائے دی، کسی نے قید کا مشورہ دیا، کسی نے اس کو زندہ درگور کرنے کی رائے دی۔ امیر نے سردست اس کو قید خانہ بھیج دیا۔ تریلے شطار کو بیحد رنج ہوا۔ اس کا کھانا پینا چھوٹ گیا۔ قید خانہ میں رات دن روتا رہا۔ اس نے اپنے خدا وند کو پکارا مگر کہیں سے اس کی کوئی تائید نہ ہو سکی۔ وہ اس آفت سے نجات اور چھٹکارا نہیں پا سکا امیر نے آٹھ وزیروں سے اس کے متعلق رائے لی۔ ان سبھوں نے یہ فیصلہ دیا، کہ وہ سولی پر چڑھا دیا جائے۔ ان سبھوں نے وزیروں نے اپنے ہاتھ سے اس کی سولی کی سزا لکھی اور اپنے دستخط کر دیئے۔ یہ سن کر تریلے شطار اور بہت غمگین ہوا۔ اس نے حضرت قادر ولیؒ کی کرامتیں سن رکھی تھیں۔ اس نے صدق دل سے دعا کی اے دستگیروں کے دستگیر اور گنہگاروں کے پناہ گاہ۔ مجھ کو سولی سے نجات دلوایئے۔ آپ کے لئے یہ کچھ مشکل بات نہیں ہے اگر آپ خدا سے دعا فرمائیں تو فوری نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر میں اس مصیبت سے چھٹکارا پا جاؤں گا تو میں ضرور ایک کشتی بھر کے صندل کی لکڑی شیشہ کے ٹکڑے اور جادا کے بخور آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ یہ دعا کر کے وہ کچھ اونگھا ہی تھا کہ اس نے نیند کی حالت میں ایک فقیر کو دیکھا۔ فقیر نے کہا۔ اے شطار تو مت ڈر۔ غمگین مت ہو تو سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا۔ بلکہ تو چھوٹ جائے گا۔ یہ کہہ کر فقیر نے شطار کی پیٹھ پر اپنا عصا زور سے مارا جس کی وجہ سے وہ بیدار ہوا اور اپنی پیٹھ میں مار کا درد محسوس کرنے لگا۔ اس کو اس واقعے سے بڑا ہی تعجب ہوا۔ اسی رات تمام آٹھوں وزیروں نے خواب میں اس فقیر کو دیکھا۔ فقیر نے ہر ایک سے یہی کہا کہ شطار کو چھوڑ دو ورنہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اس کے بعد اس کی پیٹھ پر عصا کی ایک زبردست مار ماری اور پھر وہاں سے روانہ ہو گیا جب ہر ایک نیند سے بیدار ہوا تو اپنی پیٹھ میں مار کا درد محسوس کرنے لگا۔ ہر ایک کو اس واقعہ پر بڑا تعجب ہوا۔ ہر ایک وزیر دوسرے کے پاس گیا۔ تاکہ

اس کو رات کا واقعہ سُنائے۔ ہر ایک کی یہی حالت تھی۔ سب کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ شاید ہمارا فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم ایک بے گناہ کو سُولی پر چڑھا رہے ہیں۔ چلو دفتر میں اپنے ہاتھ سے جو عبارت لکھی ہے، اس کو بدل دیں۔ لیکن جب دفتر اٹھا کر دیکھا تو انہیں اور زیادہ تعجب ہوا۔ کیوں کہ اس میں بھی عبارت بدل چکی ہے۔ اس میں سُولی پر چڑھا دیا جائے کی بجائے سُولی پر چڑھایا نہ جائے لکھا ہوا ہے۔ امیر نے کہا اگر ہم اس شخص کو سُولی پر چڑھا دیں گے تو یقیناً فقیر کی طرف سے ہمیں سزا ملے گی۔ بہتر ہے کہ اس شخص کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ترملے شطار کو قید خانے سے نکالا گیا اور امیر کے سامنے اس کو ایک کرسی پر بٹھایا گیا پھر اس سے حقیقت دریافت کی گئی تو اس نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر سب کو تعجب ہوا۔ اس وقت سے ان کے دلوں میں حضرت قادر ولیؒ کی عقیدت گھر کر گئی۔ ہر ایک نے ترملے شطار کو تاکید کی کہ فوراً اپنی نذر پوری کرے، ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ترملے شطار کا نذر بھیجنا

جب ترملے شطار کو رہائی مل گئی۔ تو اس نے ایک بڑی کشتی تیار کی جس میں وہ سب سامان خرید کر رکھا جن کے بھیجنے کی اس نے نذر مانی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ کشتی بغیر کسی ملاح کے ناگور پہنچے اس نے اپنی طرف سے حضرت قادر ولیؒ کی طرف یہ خط لکھا۔ کہ وہ فلاں فلاں چیزیں ان کی خدمت میں روانہ کر رہا ہے۔ اس نے وہ خط اس کے ستون کو باندھ دیا اور کشتی کے پردے کھول دئے۔ کیبن کا دروازہ بند کر دیا اور اس کی کنجی اس کے اوپر رکھ دی۔ ترملے شطار نے امیر کو بھی بلایا تھا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ یہ کشتی ملاح کے بغیر کیوں کر سمندر کی سطح پر چلے گی۔ ترملے شطار نے کہا جو ہمیں اس طرح بچا سکتا ہے وہ بغیر ملاح کے کشتی کو بھی اپنی جگہ منگوا لے سکتا ہے۔ لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ملاح کے بغیر یہ کشتی ٹھیک رخ پر چل رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں کشتی ان کی نظروں

سے غائب ہوگئی۔ لوگ اپنے گھروں کو واپس آگئے۔ یہ کشتی ناگپٹن کے ساحل پر
نمودار ہوئی۔ سب سے پہلے ایک دوسری کشتی والوں نے اس کو دیکھا انہیں اس پر
بڑا تعجب تھا کہ یہ کشتی ملاح کے بغیر ہی چل رہی ہے۔ ناگپٹن کے والی تک یہ خبر پہنچائی
گئی۔ وہ سوار ہوکر ساحل تک آیا اور اس کشتی میں دوسرے لوگوں کے ساتھ سوار ہوا
اس میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس پر والی کو بہت تعجب ہوا۔ اس نے اِدھر
اُدھر نظر دوڑائی بنتوں سے ایک خط بندھا ہوا پایا۔ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت
قادر ولی کے نام تھا معلوم ہوا کہ یہ سب آپکی طرف تحفہ ہیں۔ اس نے دروازہ
کھول کر دیکھا تو اس میں صندل کی لکڑیاں، شیشم کے ٹکڑے اور جبادا
کے بخور ہیں۔ اس نے اس کشتی کو نہر میں لاکر ٹھہرا دیا۔ اور حضرت کی
درگاہ کے مجاوروں کو خبر دی۔

سیلاب کے پانی سے روضہ تک کشتی پہنچنا

حضرت قادر ولیؒ کی اولاد کو ترملے شطار کی نذر کی ہوئی چیزوں کے
پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ ناگپٹن کے امیر کے پاس گئے اور اس سے یہ چیزیں طلب کیں
اس نے کہا ہم یہ چیزیں نہیں دے سکتے بلکہ ان کو ہم اپنی کشتی میں رکھیں گے تاوقتیکہ
یہاں حضرت کی برکت سے بارش برس جائے۔ قحط سالی کی وجہ سے ہمارا بہت برا حال
ہو رہا ہے۔ اب ہمیں امید ہوگئی ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے یہاں ضرور
بارش ہوگی اور سیلاب کا پانی اس کشتی کو حضرت کے روضے تک بہالے جائے
گا۔ کیوں کہ آپ کے شیخ نے جب ملاح کے بغیر کشتی کو ملاکا سے یہاں تک
بلا لیا تو وہ اس کشتی کو اپنے روضے تک بھی کھینچ لے جاسکتے ہیں۔ ان چیزوں کی برکت
سے ہماری زمینیں بھی سرسبز و شاداب ہوجائیں گی۔ حضرت کی اولاد امیر کی یہ باتیں
سُن کر واپس ہوئی اور حضرت کی قبر مبارک پر جاکر شکایت کی اور امیر کی باتیں بیان
کیں۔ جب رات ہوئی تو بہت زور کی بارش شروع ہوئی، اور ٹیلوں کا پانی اس زور
سے بہنے لگا، کہ ملاکا سے آئی ہوئی کشتی بھی بہہ کر حضرت کے روضہ کے سامنے پہنچ گئی۔ اور

سارا روضۂ مبارک صندل اور بخور کی خوشبوؤں سے معطر ہو گیا۔ سارے جنگل اور میدان جل تھل ہو گئے۔ ندی نالے پانی سے بھر کر ابلنے لگے اور سارے چشمے بھر کر ابلنے لگے۔ کھیتیاں ہری بھری اور سر سبز و شاداب ہو گئیں۔ تمام لوگ خوشحال ہو گئے۔ حضرت کی اولاد نے وہ سامان اٹھایا اور کشتی فروخت کر ڈالی اور اس کی قیمت سے ماہی گیروں کی بنائی ہوئی لکڑیوں کی عمارت کی جگہ پر گارے اور اینٹ سے ایک جو گوشہ عمارت بنائی اور اس پر قبہ تعمیر کیا۔ پھر انہوں نے نر ملے شطار کو ساری کیفیت لکھ بھیجی وہاں کے لوگوں نے اس پر بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ اور وہاں کے دفاتر میں یہ کیفیت قلمبند کر لیگئی۔ خدا ہمیں اولیاء کی کرامات کا یقین دلائے اور ان کے ذریعے ہمیں بھی سعادت مند بنائے۔ آمین!

حضرت کی برکت سے اجرت پانا

جب حضرت قادر ولیؒ کی تربت کی زیارت کرنیوالے روز بروز بڑھتے گئے اور نزدیک اور دور کے لوگ آپ کی زیارت کیلئے آنے لگے اور روپیہ، پیسہ، چاندی، سونے اور کپڑے اور لباس کی صورت میں اپنی نذریں پیش کرنے لگے تو آپ کی اولاد نے مناسب یہ سمجھا کہ تربت کے سامنے ایک اونچی جگہ پر پیتل کی ایک بڑی ہنڈی رکھ دی جائے جس کے منہ کو بند کر کے اس میں چھوٹا سا لمبا سوراخ کر دیا گیا ہو۔ اس پر آٹھ مجاوروں کے خلیفہ اول کی مہر لگا دی گئی ہو۔ تاکہ لوگ اپنی نذریں اس میں ڈال کر جائیں۔ جب ایک مہینہ ہوتا تھا تو وہ مہر توڑ دی جاتی تھی اور یہ نذریں آٹھوں مجاوروں کے درمیان فرداً فرداً تقسیم کر لی جاتی تھیں۔ اسی میں سے روضے کے خدام کی تنخواہیں دیجاتی تھیں اور چراغ بتی کے لئے تیل بھی مہیا کیا جاتا تھا۔ پھر ان مجاوروں نے یہ فیصلہ کیا کہ روضے کے اطراف ایک فصیل بنائیں۔ انہوں نے مستریوں کو حکم دیا اور انہوں نے کام پورا کیا۔ مگر ان کی اجرت کا خیال ترک کر کے ساری نذریں تقسیم کر لی تھیں انہیں یہ یاد نہیں رہا تھا کہ انہیں اجرت بھی دینی ہے۔ بعض مجاورین نے کہا کہ کام لیکر اجرت دئے بغیر ان کو واپس کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ دوبارہ مہر

کھولی جائے اور دیکھا جائے کہ ہنڈی میں کوئی نذر موجود ہے یا نہیں۔ جب مُہر کھولی گئی تو اس میں اتنا برآمد ہوا کہ وہ اُجرت دینے کیلئے کافی ہو سکتا تھا۔ حضرت کی برکت سے سب مستری اور مزدور اپنی اپنی اجرتیں پاکر اپنے گھر روانہ ہوئے

تاڑ کے پتّے کا دو دھاری تلوار ہو جانا

تنجاور کا ایک کافر اور دلیر رئیس عامل تھا جو بانس کا محتاج تھا۔ جہاں کہیں سے بھی اسے مل جائے اس کو رضی یا زبردستی لے لیا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت قادر ولیؒ کے روضے میں بھی بانس کی چند جالیاں تھیں جو کاٹی نہیں جاتی تھیں۔ ان کو یونہی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ گرمی کے زمانے میں وہ زائرین کو سائے کا کام دے سکیں۔ جب اس کافر ملعون کو اس کی خبر لگی تو وہ خود پالکی میں سوار ہو کر آیا اور اس کے ساتھ اس کے سپاہی تھے انہوں نے مجاورین کی اجازت کے بغیر بانس کاٹنا شروع کیا۔ جب مجاور آئے۔ تو وہ بہت سے درخت کاٹ چکے تھے۔ سپاہیوں کی سرکشی اور ظلم کی بنا پر مجاوران کے قریب نہ جاسکے۔ ملعون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کو ایک کشتی پر چڑھا کر لے آئیں اور وہ پالکی میں سوار ہو کر واپس ہوا۔ مجاوروں نے حضرت کے روضہ پر پہنچکر اس ملعون کے خلاف فریاد کی۔ قبر شریف کے غلاف سے تاڑ کے پتّے کا ایک بند خط نکلا اور ہوا میں اڑنا شروع ہوا اس وقت وہ ملعون گاؤ تکیہ سے ٹیکا لگائے پالکی میں جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک خط بڑی تیزی سے ہوا میں اڑتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے اور جب اس کے قریب پہنچا تو جھپٹ کر اس کو پکڑ لیا اور اس کو کھولا۔ تاڑ کا وہ پتہ دو دھاری تیز تلوار میں تبدیل ہو گیا۔ ملعون کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور وہ تلوار اس کے حلق اور گردن کو کاٹتی اور ٹکڑے کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ کافر رئیس مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ یہ حالت دیکھکر مزدور اور سپاہی خوف سے کانپ گئے اور سمجھ گئے کہ حضرت قادر ولیؒ کے بانس کاٹنے کا یہ نتیجہ ہے تمام لوگ دوڑتے ہوئے روضے تک واپس آئے اور مجاوروں سے کہا

افسوس ہے کہ ہم نے اس ملعون کی بات مانی. کاش ہم اس کی بات مانتے نہ ہوتے اور یہ بالنس نہ کاٹے ہوتے. پھر سارے کٹے ہوئے بالنس اپنے ساتھ واپس لائے اور تربت کے سامنے سجدے میں گر کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور مجاوروں کو بہت کچھ دے دلاکر خوش کیا اور پھر صحیح و سالم اپنے گھر لوٹے. اس طرح حضرت کی کرامتوں کی شہرت دور دور تک پھیل گئی. ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب کسی نے اس ملعون کو بالنس کی جالیوں کی خبر دی تو اس لئے اپنے ایک معتبر آدمی کو روانہ کیا، تاکہ وہاں سے نمونے کے طور پر ایک بالنس لے آئے. جب وہ ایک بالنس لیکر چلا تو ایک سانپ نے اس کا پیچھا کیا اور ترداور کے قریب اس کو کاٹ کھایا. اس کے زہر سے وہ وہیں مرگیا. دوسرا سپاہی اس بالنس کو لیکر اپنے آقا کے پاس پہنچا اور وہ ایک پالکی میں سوار ہوکر ناگور پہنچا اور بالنس کاٹے. پھر اس کا وہی حشر ہوا جو کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے.

نذر مانے ہوئے مرغ کھانے کی سزا

جب کچھ زمانہ گذرا اور زائرین کی کثرت ہونے لگی اور ہر طرح کے نذرانے پیش کئے جانے لگے تو زائرین کا گروہ ایک جگہ سے گذرا تو ٹیڑ (یعنی بھنگی) قوم کی ایک کافر عورت نے ان کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تم سب لوگ کہاں جارہے ہو انہوں نے بتایا کہ ہم سب قادرولی کی زیارت کیلئے جارہے ہیں. وہ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں. ان کی برکت سے ایک بانجھ عورت صاحب اولاد بن جاتی ہے بیمار تندرست ہوجاتے ہیں. جوبھی ان کے نام پر نذر چڑھاتا ہے اس سے اسکو بہت فائدہ ہوجاتا ہے. اس عورت کا شوہر اور لڑکا بیمار تھا. کسی کے علاج سے ان کو فائدہ نہیں ہورہا تھا. اس لئے صدق دل سے نذر مانی کہ اگر اس کا شوہر اور لڑکا اچھا ہوجائے گا تو گھر کا مرغ لے جاکر حضرت کے نام پر نذر دیگی. دونوں نے مرغ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان کی طبیعت بہت اچھی ہوگئی. یہ تینوں عرس کے موقعہ پر ناگور جاکر اپنی نذر پیش کرنا چاہتے تھے. اتنے میں ایک ظالم سرکاری ملازم آیا. اس نے

یہ مرغ مانگا۔ عورت نے کہا کہ حضرت قادر ولیؒ کے نام پر نذر کیا ہوا ہے۔ اس نے نہیں مانا۔ اس کو زبردستی پکڑ لیا اور لے چلا۔ راستہ بھر مرغ اس کو ٹھونگ مارتا رہا لیکن وہ اپنے گھر لے جاکر اس کو ذبح کر دیا اور پکا کر کھالیا اور جب رات ہوئی تو بڑے زور سے درد شروع ہوا۔ اسکی بیوی اور دوسرے رشتہ دار پریشان ہو گئے کوئی دوا مفید نہیں ہو رہی تھی۔ جب لوگوں کو اصل حقیقت کی اطلاع ہوئی تو سبھوں نے کہا جاؤ اس عورت سے معافی مانگو تبھی تم درست ہو سکتے ہو۔ اس نے عورت کے پاس آدمی بھیجا مگر اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے گاؤں کے بعض مسلمانوں سے حضرت کی خدمت میں سفارش چاہی اور کہا اگر وہ تندرست ہو جائے تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گا اور اپنی ساری جائیداد حضرت کیلئے وقف کر دے گا۔ ان مسلمانوں نے اس کیلئے دعا کی اور وہ بہت جلد اچھا ہو گیا، چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اسلام کی تعلیمات سیکھیں اور ناگور جاکر حضرت کے روضے کی زیارت کی۔ اور اپنی تمام جائیداد وقف کر دی۔ پھر وہاں سے وہ اپنے گھر واپس آیا۔ یہ قصہ بہت مشہور ہے

اسی زمانے میں مجاوروں نے فصیل سے باہر کٹی گھر بنائے تاکہ وہ اور ان کی بڑھتی ہوئی اولاد ان میں زندگی بسر کرے۔ روضہ کے اندر کی عمارتیں ان کے اور زائرین کے لیئے کافی نہیں ہو رہی تھیں۔

بُری نیّت کی وجہ سے بصارت کا کھو جانا

ایک دن مجاور اپنی خدمت میں مصروف تھے انہوں نے ایک برہمن بڑھیا کو تربت کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا بالکل حیران اور پریشان تھی وہ اپنی بصارت کھو چکی تھی۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا حالانکہ وہ دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت عورت دکھائی دے رہی تھی۔ ایک مجاور نے پوچھا کیا بات ہے ابھی تو تم دیکھنے کی طاقت رکھتی تھیں اب اندھی کیونکر ہو گئی ہو، تم غمگین کیوں ہو اور تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں۔ اس عورت نے غمگین آواز میں کہا۔ میں ایک برہمن عورت ہوں۔ میرے شوہر کو سخت آشوب چشم کی شکایت

تھی۔ چند لوگ میرے گاؤں سے گزرے۔ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہم سب لوگ حضرت قادر ولیؒ کے روضے کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں اور وہاں اپنی نذر گزارنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ذات سے ہمیں یہ بھلائی حاصل ہوئی ہے۔ اس وقت میرے دل میں بھی یہ بات آئی کہ میں بھی اپنے شوہر کی صحت یابی کے لئے حضرت کے نام پہ نذر مانوں۔ میں نے کہا۔ اگر میرے شوہر کو شفا حاصل ہو جائے گی تو ایک ہنم قیمت کا گھی حضرت کے روضے کے چراغوں میں جلاؤں گی۔ اس نذر کا ماننا تھا کہ میرے شوہر کے آشوب چشم کی شکایت جاتی رہی۔ میں نے ایک ہنم قیمت کا خالص گھی خریدا اور جب اسکو یہاں لے آئی تو دیکھا کہ یہاں گھی بہت مہنگا ہے۔ میں نے وہ گھی تین ہنم میں فروخت کر دیا اور ایک ہنم کا گھی بازار سے خریدا اور اسکو یہاں لے آئی۔ دل میں خیال کیا، کہ میں نے تو ایک ہنم قیمت کے گھی کی نذر مانی تھی اور وہ پوری ہو رہی ہے، لیکن جب میں نے وہ گھی چراغوں میں اُنڈیلا، تو وہ گھی گھی نہیں تھا بلکہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ چراغ میں گھی کا پڑنا تھا، کہ میں اندھی ہو گئی اور اب میری یہ حالت ہو گئی ہے جسکو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ میری خیانت کی مجھے سزا مل چکی ہے۔ اب میں خون کے آنسو بھی روؤں تو اس خیانت کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اس عورت نے مجاوروں سے کہا۔ تم لوگ حضرت کے لاڈلے ہو۔ میرے لئے حضرت کی خدمت میں دُعا کرو۔ ممکن ہے کہ ان کی برکت اور تمہاری دُعاؤں سے میری آنکھیں اچھی ہو جائیں۔ مجاوروں نے کہا۔ ذرا ہمارے ساتھ چلو اور بتاؤ کہ تم نے کس کو یہ گھی بیچا ہے۔ چنانچہ سب لوگ اس شخص کے پاس گئے اور تین ہنم پیسہ واپس کر کے اصل گھی لے لیا اور اسے لاکر روضہ کے چراغوں میں جلایا۔ اس گھی کا ڈالنا تھا کہ اس کی بصارت لوٹ آئی اور وہ اچھی ہو گئی۔ یہ دیکھکر وہ عورت بیحد خوش ہوئی۔ اس نے کفارے کے طور پر اور بہت سی چیزیں نذر کیں اور خیانت سے ہمیشہ کے لئے توبہ کی اور اپنے وطن واپس ہوئی۔ خدا ہم سب کو ہر قسم کی خیانت سے محفوظ رکھے۔

دریا بی بی کا ہلاک ہونا

فتح محمد سرکار رئیس کی بیوی دریا بی بی اپنے وطن برہام الحرمین سے عرس کے موسم میں ناگور آئی۔ وہ فقراء کی حالت دیکھنا چاہتی تھی۔ امراء کی محبت سے خوش تھی اور ہر طرف سے فوج کی آمد کی منتظر تھی۔ اس نے اپنے لئے سرخ ریشمی کپڑے دیبا کا ایک شان دار شامیانہ نصب کروایا اور اس کے مددگار سپاہی زعفرانی رنگ کے الگ الگ شامیانوں میں مقیم ہوئے اس نے پیتل کی ہنڈی میں بہت سے دینار حضرت کے نام پر نذر کئے اور دس دن وہاں قیام کیا۔ دسویں دن روضہ کے خلیفے نے معتدل اور معمولی کھانا پتھر کے برتن میں بطور تبرک کے پیش کیا۔ بڑے بڑے لوگ بھی ان کو قبول کر لیا کرتے تھے مگر پتھر کے برتن میں معمولی کھانے کو دیکھ کر دریا بی بی آگ بگولا ہو گئی اور کہا تمہاری یہ ہمت کہ یہ ذلیل کھانا مجھ جیسے شاہی خاندان کی عورت کے سامنے پیش کریں۔ تم نے میری ہتک اور بے عزتی کی ہے۔ کیا تمہیں یہ کھانا پیش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم تمہیں کوئی نفع یا نقصان، نہیں پہنچا سکیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ روضہ میں داخل ہوئی تو دستور کے مطابق خلیفہ تعظیم کیلئے کھڑا نہیں ہوا۔ اس پر اس عورت کو بہت زیادہ غصہ آگیا۔ اس نے کہا میں تمام لوگوں کو آئندہ اس روضے کی زیارت سے روک دوں گی اور ان کے تمام گھر تباہ و تاراج کر دوں گی۔ اور ان کی جگہ پیر شاہ عتیق اللہ بیجاپوری اور ان کی اولاد کو لا کر یہاں بساؤں گی۔ یہ ہوا اس کو مٹا کر اس کی جگہ پر دوسری عمارت تیار کر دوں گی۔ اور اگر میں یہ نہ کر سکوں تو اپنی چھاتیاں کاٹ کر کتوں کے سامنے پھینک دوں گی۔ اس نے اس پر پوری قسم کھائی اور اپنی کتاب میں بھی یہ قسم لکھ لی۔ پھر وہ غصہ کی حالت میں ناگور سے نکلی اور شاہ عتیق اللہ بیجاپوری کے نام ایک خط لکھ کر اپنے ایک معتبر آدمی کے ذریعہ ان کے پاس روانہ کیا۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ اور ان کے اہل و عیال فوراً ناگور

چلے آئیں تاکہ ان کے لئے وہ ایک شان دار عمارت تیار کرے پھر وہ اپنے سارے زر و جواہر لیکر نجاور کی طرف روانہ ہوئی اور اس کو بطور ہدیے کے پیش کیا اور جھوٹ موٹ لگاکر اپنی بے عزتی کی ساری داستان کہہ سنائی۔ اس نے کہا میں ان مجاوروں کو میری بے عزتی کی سزا دینا چاہتی ہوں۔ اس سلسلے میں بعض سپاہیوں سے میری مدد کی جائے۔ نجاور کے امیر نے بھی اس کو سچ سمجھا اور سپاہیوں کی ایک تعداد اس کے حوالے کردی۔ وہ ان کو ساتھ لیکر ناگور کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ زبردستی کنجی خلیفے کے ہاتھ سے لے لی جائے۔ اس نے سپاہیوں کو خوب پیسہ دیا اور ان کو ساتھ لیکر آگے بڑھی۔ جب وہ کرڈا چیری پہنچی تو ایک زبردست آندھی اٹھی اور سارا آسمان غبار آلود ہوگیا اور اتنی تاریکی پھیلی کہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر سارے سپاہی حیران اور پریشان ہوگئے۔ انہوں نے وہیں سے راہ فرار اختیار کی۔ دریا بی بی سے اجازت تک نہ لی۔ دریا بی بی وہیں پالکی میں پڑی رہی۔ وہ حیران اور سرگرداں تھی۔ اتنے میں ایک کتا نمودار ہوا اور اس نے اس کی چھاتیاں نوچ لیں۔ وہ عورت دیوانی اور پاگل ہوگئی۔ اور جب صبح ہوئی تو لوگ اس کو اٹھالے گئے مگر کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ جب کوئی اس کے نزدیک پہنچتا تو وہ کتے کی طرح بھونکتی تھی اور کاٹ کھانے دوڑتی تھی کوئی علاج بھی اس کو مفید نہیں ہوسکا۔ وہ صرف تین دن زندہ رہ سکی۔ تیسرے دن زہر سے اس کا انتقال ہوگیا۔ راوی کہتا ہے کہ عرس کے زمانے میں معمولی موٹا چاول کا کھانا دیا جاتا تھا۔ حضرت یوسف نے اسی کی تاکید کی تھی۔ کیونکہ موٹا چاول ہمیشہ اور سستا مل سکتا تھا قیمتی و عمدہ چاول ہمیشہ دستیاب نہیں ہوسکتا تھا اس لئے عرس کے زمانے میں لڑکیوں کو بھی موٹے چاول کا کھانا دیا جاتا تھا۔ یہ رواج آج تک جاری ہے۔

شاہ عتیق اللہ بیجاپوری کی مصیبت

شاہ عتیق اللہ بیجاپوری دریا بی بی کا خط پاکر بہت خوش ہوئے وہ

حضرت قادر ولی کے فضائل ومناقب اور کرامات سے واقف تھے۔ تاہم ریاست کا
سودا سر میں سمایا اور وہ بلا سوچے سمجھے بیجاپور سے نکل کھڑے ہوئے جب راستہ طے
کر کے پیل ناگور پہنچے تو انہیں ہر طرف سے چیونٹیوں نے آگھیرا۔ کھانے کی تمام چیزوں
میں چیونٹے بھر گئے نہ تو وہ کچھ کھا سکتے تھے اور نہ پی سکتے تھے۔ جہاں کہیں بھی وہ بیٹھے
تھے انہیں چیونٹے گھیر لیتے تھے اور انہیں کاٹ کھاتے تھے۔ یہ دیکھکر وہ بیحد پریشان
ہوگئے۔ وہاں ایک یا دو دن رہے۔ بھوک پیاس کی تاب نہ لاکر وہاں سے واپس
ہوئے۔ نربدا ندی کے پار کرنے تک بھی چیونٹیوں نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔
جب کبھی وہ دریا بی بی سے ملنے کا عزم کرتے چیونٹیوں کی کثرت ہو جاتی تھی، اور
انہیں بڑی تکلیف پہنچتی تھی۔ وہ سمجھ گئے۔ یہ سب کچھ حضرت قادر ولی رح کے ساتھ
گستاخی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے صدق دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ اور
توبہ کی۔ اس کے بعد سے چیونٹیوں کی مصیبت ہمیشہ کیلئے دور ہوگئی۔ خدا ہمیں
بے ادبی اور گستاخی سے باز رکھے اور بزرگوں کی ناراضگی سے بچائے آمین ثم آمین۔

بابا رادت شاعر کو بیٹا پیدا ہونا

تنجاور میں تامل زبان کا ایک بہت بڑا شاعر
تھا۔ جس کا نام بابا رادت تھا۔ ایک
زمانے سے اس کو کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے بہت سی جنگلی بوٹیاں استعمال
کیں مگر ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ تھک کر خاموش ہو رہا۔ پھر اس کے دل میں
آیا کہ وہ اپنی بیوی کو لیکر حضرت قادر ولی رح کے روضے کی زیارت کرے۔ اس نے
تامل زبان میں حضرت قادر ولی رح کی تعریف میں بہت سے قصائد لکھے اور مجاورین اور
دوسروں کو سنایا۔ ان قصائد میں بڑی فصاحت اور بلاغت تھی۔ جو بھی سنتا تھا اس
کو بیحد پسند کرتا تھا۔ اس کے یہ تمام قصائد نندی تادگم کے نام سے مشہور ہیں۔ خلیفہ درگاہ
نے حضرت قادر ولی رح کے نام سے اس کو ایک متبرک دیا جسکو وہ خود کھایا اور بیوی کو بھی
کھلایا۔ اسی رات اس نے اپنی بیوی سے صحبت کی۔ جس کی بدولت وہ اسی رات خدا کی
اجازت سے حاملہ ہوگئی اور آگے چلکر ایک حسین اور خوبصورت لڑکا جنی۔ جسنے قرآن مجید

حفظ کیا اور اپنے باپ کی طرح ایک مشہور شاعر ہوا۔

حضرت کی برکت سے کان کی مکھیوں کا باہر نکل پڑنا

تنجاور ہی میں ایک زراعت پیشہ کثیر العیال مالدار رہتا تھا۔ جس کے پاس بہت سے جانور بھی تھے۔ ایک دن اس کے ایک کان کے سوراخ میں مکھی گھس گئی اور اس کو بہت ستانے لگی۔ طبیبوں نے اس کو مار کر باہر نکالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ مکھی نے اپنا گھر بنالیا اور اس کے اندر بچے پیدا کر دیئے جس کے درد کے مارے وہ مالدار رات دن تڑپنے لگا آخر اس نے حضرت قادر ولی ؒ کی درگاہ میں عاجزی کے ساتھ دعا کی اور روضہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا اے میرے آقا اور دستگیر۔ آپ کے سوا میری کوئی دوسری پناہ گاہ نہیں ہے۔ جب سے مکھی میرے کان میں گھسی ہے میں اطمینان کی نیند نہیں ہو سکا ہوں۔ اب آپ ہی اس کو دفع کیجئے۔ رات میں اس نے عاجزی کے ساتھ پھر یہ دعا شروع کی تو اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور اس طرح سانس لینے لگا کہ گویا اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ جب اس کے رشتہ داروں نے اُسکی یہ حالت دیکھی، تو وہ بہت خوش ہوئے۔ پھر ایک دن وہ سو رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں اس کے کان سے مکھیاں مر کر باہر نکل پڑیں۔ ان کے سر کٹے ہوئے تھے۔ ان کے بچوکھٹے اُکھڑے ہوئے تھے۔

اندھے اور گونگے بچے کا اچھا ہو جانا!

ناگور کے مغربی حصے میں ایک بہت ہی مالدار آدمی رہتا تھا۔ قضائے الٰہی سے اس کے ادبار کا وقت آگیا اور وہ دھیرے دھیرے اپنی ساری دولت کھو بیٹھا۔ وہ اپنے کھانے پینے کا بھی محتاج ہو گیا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور بچہ تھا جس کو دیکھکر وہ تسلی حاصل کیا کرتا تھا۔ مگر بدقسمتی سے وہ بھی اندھا ہو گیا اور گونگا بن گیا۔ اس کی وجہ سے مالدار کو اور زیادہ رنج ہوا۔ اس نے تمام طبیبوں کیطرف رجوع کیا۔ مگر کوئی بھی اس کا علاج نہیں کر سکا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا کا فیصلہ ہے۔

راس میں ہمارے علاج کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اولیاء اس قسم کے رنج وغم کو زائل اور دفع کر سکتے ہیں۔ اگر تم اپنے لڑکے کو لیکر حضرت قادر ولیؒ ناگوری کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دعا کرو تو شاید تمہارے لڑکے کا اندھا پن اور گونگا پن دور ہو جائے گا۔ چناں چہ وہ اپنے لڑکے کو لیکر آپ کی تربت مبارک پر حاضر ہوا اور تمام مجاوروں سے التدعا کی تاکہ وہ اپنے لڑکے کی حضرتؒ سے سفارش کریں۔ اگر حضرت خدا سے دعا فرمائیں تو یہ اندھا پن اور گونگا پن دور ہو سکتا ہے۔ چند دن دعا کی گئی۔ اس کے بعد بعض مجاوروں نے یہ رائے دی کہ لڑکے کو روز اس درخت کے نیچے جو مقبرے کے شمالی جانب ہے اور جہاں حضرت قادر ولیؒ اپنی زندگی میں بیٹھا کرتے تھے، سُلایا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کی برکت سے لڑکے کی بصارت اور اس کا نطق لوٹ آئے۔ چناں چہ چند دن ایسا ہی کیا گیا۔ یہاں تک کہ لڑکے کا اندھا پن اور گونگا پن دور ہو گیا اور وہ پہلے سے زیادہ اچھا دیکھنے اور بولنے لگ گیا۔

نذر کی ہنڈی لیجانے کی سزا

تنجاور کے راجہ کی فوج کا ایک زبردست اور طاقتور سپہ سالار تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کثرت سے حضرت قادر ولیؒ کے روضے کی زیارت کرنے لگے ہیں، اور روضہ کے سامنے ہنڈی میں اپنی نذر کی ہوئی چیزیں ڈال رہے ہیں۔ تو اس کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ اس ہنڈی پر قبضہ کرے اور اسکو اپنے راجہ کی خدمت میں پیش کرے۔ اس کی وجہ سے راجہ کی محبت اس سے بڑھ جائے گی اور وہ سب کی آنکھوں میں قدر و عزت والا ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر وہ ایک زائر کی حیثیت سے ناگور آیا اور ہنڈی کے پاس کھڑے ہو کر اپنے خادموں کو حکم دیا کہ وہ ہنڈی وہاں سے اٹھا کر لے چلیں۔ مجاوروں نے اپنی آنکھوں سے اس کو لے جاتے ہوئے دیکھا۔ مگر اس کو روکنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔ جب یہ خدمت گار اس ہنڈی کو اسکی پالکی میں رکھ چکے اور کہار اس کو لے کر آگے بڑھے اور تھوڑا طے کیا تو قبر مبارکؒ کے غلاف سے ٹاٹ کا پتہ ہوا میں اڑا اور اس سپہ سالار کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کے قریب پہنچا، تو

سپیلا نے اس کو جھپٹ کر اپنے ہاتھ میں لیا اور کھولا تو نیتۃً اچانک ایک زہریلا
سانپ بن گیا اور اس کو ڈسنا شروع کیا۔ اس کے زہر سے سپیلا فوراً
مر گیا اور پالکی سے نیچے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر کہار بھی بیحد خوف زدہ ہو گئے اور وہ
ہنڈی کو لیکر واپس پلٹے اور اس کو مجاورین کی خدمت میں پیش کیا اور اپنی
طرف سے بہت معذرت کی اور نیز اپنا بہت سامال بھی حضرت کی خدمت میں بطور
نذرانہ پیش کر دیا۔ اور آئندہ اس قسم کے برے کام نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

قحط سالی میں چیونٹیوں کا سونا اور غلہ لاکر دینا

ایک مرتبہ ناگور اور اس کے اطراف میں
ایک زبردست قحط پڑا مگر روضے
کے مجاور عیش کی زندگی گذار رہے تھے۔
کیونکہ نذر و نیاز کے ذریعے اتنا روپیہ پیسہ اور غلہ مل جاتا تھا جو ان کے لئے کافی
تھا۔ جب ایک زمانے تک بارش نہیں ہوئی تو ساری کھیتیاں سوکھ گئیں اور
کہیں سے غلہ اور اناج کے پہنچنے کی کوئی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجاورین کی
اولاد اور اہل و عیال تنگی محسوس کرنے لگے۔ یتیموں اور بیواؤں کی تکلیفیں بڑھ
گئیں۔ زائرین کی نذر و نیاز بھی بہت کم ہوگئی۔ لوگ ہر طرف سے ناگور پہنچ گئے اور
حضرت قادر ولیؒ سے شکایت شروع کی۔ مرد عورت اور بچے دن رات روضے ہی
میں رہنے لگے اور اپنے لئے کھانا پانی طلب کرنے لگے۔ مجاورین کے لئے ان کا سنبھالنا
مشکل ہو گیا۔ حضرت کی اولاد میں سے ایک عارف کو کشف ہوا۔ حضرت آئے۔ اور
انہوں نے کہا۔ تم لوگوں کو خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری قبر کے دروازے
کے نیچے سے غیبی مال اور غلہ حاصل ہوگا۔ تمہاری ساری تکلیفیں دور ہوتی چلی
جائیں گی۔ جب وہ اس کشف سے بیدار ہوئے تو اپنے دوسرے لوگوں کو اس
کی اطلاع دی۔ یہ سنکر سب لوگ خوش ہو گئے انہیں یقین ہو گیا، کہ اب
کشادگی اور خوشحالی کا زمانہ آ گیا ہے۔ جب صبح میں آپ کے
روضہ کا دروازہ کھولا گیا تو اندر سے چیونٹیوں کی فوج نمودار ہوئی ایک کے

منہ میں سونے کا ہیم اور دوسرے کے منہ میں ایک دانہ تھا۔ یہ چیونٹے تربت کے سامنے دانہ اور سونا لاکر جمع کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان دونوں کی ایک ڈھیر لگ گئی۔ یہ دونوں حضرت کی تمام اولاد کیلئے کافی تھی۔ لوگ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ مجاورین نے اس سونے کو بیچکر غلہ حاصل کیا اور سب کو کھلایا پلایا، یہاں تک کہ بارش ہوئی اور قحط سالی دور ہوگئی۔ لوگ پھر سے خوش حال ہو گئے۔

سلطان ابراھیم خان کا منارہ بنانا

سلیخ کی سرزمین میں ایک والی تھا، جس کا نام سلطان ابراھیم خان تھا

اس نے جب حضرت قادر ولی کی کرامتیں سنیں تو دل میں خیال کیا کہ اگر وہ اس کے خواب میں آکر اس کا مقصد پورا کردیں تو وہ ان کے نام پر ایک منارہ تیار کرے گا اور روضہ کے سامنے ایک ہال تعمیر کرے گا۔ ایک دن وہ سو رہا تھا تو حضرت اس کے خواب میں آئے اور اس کا مقصد پورا ہوگیا۔ چنانچہ وہ اپنی نذر پوری کرنے کیلئے دو ماہر مستریوں[1] میراں راوت اور مدار راوت کو منتخب کیا، اور انہیں خلیفہ درگاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس وقت خلیفہ درگاہ سلطان عبدالقادر بن سلطان کبیری تھے۔ ان دونوں مستریوں نے انہیں سلام کیا اور سلطان ابراھیم خان کا پیام پہنچایا اور کہا کہ آپ جس شکل و ہیئت کا منارہ بنوانا چاہتے ہیں، فرمائیں ہم بنادیں گے۔ سلطان عبدالقادر نے کہا۔ اچھا ذرا انتظار کرو میں اپنے دادا سے پوچھ بھی لوں اور ان سے اجازت لے لوں پھر روضے کے سامنے کھڑے ہوکر دونوں راوت تریوں نے جو کہا تھا۔ اس کو دہرایا، اور منارہ بنوانے کی اجازت چاہی۔ اس رات حضرت ان کے خواب میں آئے، اور کہا کہ تربت کے سامنے ایک ہال بنادیں اور قبے کے شمال میں ایک منارہ تعمیر کردیں۔ جب بیدار ہوئے تو ان دونوں مستریوں کو بلایا اور انہیں منارہ اور

---

[1] ایک نسخہ میں سنتر لکھا ہے۔ (مؤلف)

ہال بنانے کی ہدایات کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب خلیفہ درگاہ سلطان عبدالقادر نے حضرت سے اجازت لینے کی مہلت مانگی تو دونوں مستری اپنے گھر واپس ہوگئے۔ جب صبح کو روضہ کے احاطے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ رات میں خدا کی قدرت سے ایک منارہ کھڑا ہوگیا ہے۔ ان دونوں مستریوں نے اسی پر اپنا منارہ تعمیر کیا اور اس کو مکمل کیا۔ روضہ کے سامنے کا وہ ہال تعمیر کیا جس کو آج درمیانی ہال کہا جاتا ہے۔ منارے کا نام صاحب منارہ ہے۔ کیونکہ وہ حضرت یوسف کی قبر سے لگا ہوا ہے۔ یہ منارہ سات درجوں کا ہے۔ اس میں پیتل کے دو چراغ بنائے تھے اور ان کو درگاہ کی ملک قرار دیا تھا اور یہ منارہ ۱۸۵۰ء میں بنایا گیا تھا۔ اس کی بلندی ۸۰ فیٹ ہے۔

سینگ والا ناریل

ایک دن ایک شخص ایک ناریل لے آیا جس پر بکرے کی طرح ایک سینگ بھی نکلا ہوا تھا اس کو تربت کے سامنے لاکر رکھا۔ لوگ اس کو تعجب سے دیکھنے لگے اور اس کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے کہا میرا ناریل کا ایک باغ ہے، جس میں بہت سے درخت تھے۔ انہی کی آمدنی پر میرے اور میرے اہل و عیال کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ مگر یہ تمام درخت یکایک سوکھ گئے اور ان کے سارے پتے گر گئے۔ یہ دیکھکر مجھے بجید رنج پہنچا۔ میں نے لوگوں کی زبانی حضرت قادر ولیؒ کی بہت سی کرامتیں سُن رکھی تھیں۔ میں نے آپ کے نام پر یہ نذر مانی کہ اگر میرے باغ کے تمام درخت ہرے بھرے ہوجائیں، اور پھل لانے لگیں تو ایک درخت کا محصول حضرت کے لئے خاص کردوں گا۔ چنانچہ یہ تمام درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ میں نے ایک درخت آپ کے لئے مخصوص کردیا اس کے ناریلوں کو میں نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ باقی درختوں کے میں نے ناریل توڑ لئے۔ میں چاہتا تھا کہ اس درخت کے تمام ناریلوں کو توڑ کے حضرت کی بارگاہ میں پیش کروں۔ اتنے میں ایک ظالم فوجی آدمی آیا۔ اس نے اور درختوں میں ناریل نہ پاکر اس درخت کا ناریل توڑنا چاہا۔ اس نے درخت پر نشانا کو

پرچڑھا یا اور کہا کہ ناریل توڑ کر نیچے پھینکے۔ میں نے اس فوجی سے کہا کہ یہ حضرت قادر ولی کے نام پر نذر ہیں۔ ان کو ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تمہیں ان سے سخت نقصان پہنچے گا۔ اس نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ کیا اس ناریل میں سینگ بھوت ما گئے ہیں کہ ہم اس کو کھا نہیں سکتے۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں اس کو روک نہیں سکا۔ شانار نے ایک ناریل توڑ کر نیچے پھینکا اس میں ایک سینگ موجود ہے جس کو دیکھ کر وہ فوجی خوف کھا گیا۔ وہ دل میں ڈرا کہ اگر اسکو ہاتھ لگایا، تو پھر اس کی خیریت نہیں ہے۔ فوجی وہاں سے بھگا، اور شانار بھی درخت سے اُتر کر فرار ہوگیا۔ گویا وہ دونوں کوئی بڑے چور تھے جو اپنی چوری کے ڈر سے بھلگے جارہے تھے۔ پس میں وہی ناریل اٹھایا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ لوگوں کو اس قصے پر بہت ہی تعجب ہوا۔ یہ ناریل اب تک نیچ کے ہال میں رکھا ہوا ہے۔

سعید علی مرکار کا منارہ بنانا

ناگپٹن میں ایک مالدار آدمی تھا۔ جس کا نام سعید علی مرکار تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے مال و دولت سے حضرت کے روضہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس درمیان میں اسے ایک سخت مشکل پیش آئی۔ جس کے دور ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی تھی۔ سعید علی مرکار نے نذر مانی کہ اگر اسکی مشکل حل ہو جائے تو وہ آپ کے نام پر ایک منارہ تعمیر کریگا۔ چناں چہ اس کی مشکل حل ہو گئی۔ سعید علی مرکار نے خلیفہ درگاہ سے اجازت لی اور ان کے حکم کے مطابق روضہ کے مغربی جانب ایک بلند اور شان دار منارہ بنایا جس پر بہت زیادہ لاگت آئی تھی مگر اس کی وجہ سے اس کے مال و دولت میں بہت اضافہ ہوا اور پہلے سے زیادہ خوش حال ہوگیا تھا۔ یہ منارہ ۱۱۰۰ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کی اونچائی ۹۳ فٹ ہے۔

پیر نینا مرکار کا منارہ بنانا

جب بندر ملکا کے مشہور مالدار پیر نینا مرکار نے یہ سنا کہ سعید علی مرکار نے اپنی مشکل کے حل ہونے پر ایک منارہ تیار کیا ہے تو اس نے بھی یہ نذر مانی کہ اگر اسکی مراد پوری

ہو جائے تو وہ بھی ایک زبردست منارہ تعمیر کریگا. چناں چہ خدا کے فضل و کرم سے اس کی مراد بھی پوری ہوگئی. پیر نیا مرکار اور سعید علی مرکار کے درمیان دوستی تھی. اس نے سعید علی مرکار کو لکھ بھیجا کہ حضرت کے نام پر خلیفہ درگاہ کی اجازت سے ایک شاندار منارہ تعمیر کرے. چناں چہ اس غرض سے اس نے بہت سارا پیسہ ناگور بھیجا جس کی مدد سے مطبخ کے قریب روضہ کے مشرقی جانب سعید علی مرکار نے ایک نہایت ہی بلند اور شاندار منارہ تعمیر کیا. یہ منارہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں بنایا گیا تھا.

گستاخ استاد (ر.آ.) کا مسخ ہو جانا

حضرت یوسف کی اولاد میں سے ایک بزرگ مجاور تھے جن کا نام سید احمد تھا. وہ حسن اخلاق میں بہت مشہور و معروف تھے مگر ان کا رنگ سیاہ تھا. وہ ایک مرتبہ ناگور سے جاوا کے ایک گاؤں کڈا کی طرف روانہ ہوئے. جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا، کہ وہاں کے فلاں قریے میں شہر کے راجہ کا استاد رہتا ہے. راجہ نے اس گاؤں کی ساری آمدنی اس کے نام لکھ رکھی تھی. اس کی وجہ سے وہ بہت بڑا جاگیردار ہوگیا تھا. لوگ ڈر کے مارے اس کے پاس نہیں جاتے تھے مگر اسکی عادت تھی کہ عرس کے زمانے میں حضرت قادر ولیؒ کے نام پر سوفر السیمی ریال کا کھانا پکاتا تھا، اور لوگوں کو کھلایا کرتا تھا. جب سید احمد نے اس کی یہ حسن عقیدت دیکھی تو اس کے پاس گئے اور اسے سلام کیا. اس نے کہا. تم کون ہو؟ یہاں کس لئے آئے ہو؟ سید احمد نے کہا. میں حضرت قادر ولیؒ کی اولاد سے ہوں. یہاں اس لئے آیا ہوں، کہ حضرت کے نام پر جو نذریں پیش کی جاتی ہیں، ان کو وصول کروں. اس نے کہا. تم بڑے جھوٹے معلوم ہوتے ہو. صورت سور کی پائی ہے. اس پر یہ دعوی کرتے ہو، کہ حضرت قادر ولیؒ کی اولاد سے ہو. کیا تمہیں اس قسم کا دعوی کرتے شرم نہیں آتی. تمہاری صورت بتاتی ہے کہ تم ان کی اولاد سے نہیں ہو. جب کچھ بولنا چاہا تو کہا. سور! یہاں سے نکل جاؤ ہم سے بات تک مت کرو. جب اس قسم کا برا خطاب سنا تو سید احمد نے اپنا سر جھکالیا اور پھر راجہ کے استاد سے کہا. میں ہرگز

جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں اگر تم صاحبِ فراست ہو تو میری سیرت کو دیکھو۔ اکابرین کی اولاد کو سیرت سے پہچانا جاتا ہے۔ صورت سے پہچانا نہیں جاتا۔ راجہ کے استاد نے کہا ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہم سے بات چیت مت کرو۔ پھر اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اس سور کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دو۔ نوکر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ یہ دیکھ کر سید احمد کو بڑا رنج ہوا۔ وہاں سے فوراً کڑا قربے کی طرف چلے گئے اور ایک گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے۔

راجہ کا استاد اپنی جگہ پر بہت خوش تھا کہ اسے ہر چیز کی اطلاع رہتی ہے لیکن جب اس رات وہ سویا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت سور کی سی بنا دی تھی۔ جب صبح وہ بیدار ہوا تو اس کی صورت بدل چکی تھی۔ اس کے اہل و عیال اور رشتہ دار یہ دیکھ کر حیرت میں آ گئے۔ سب لوگ اس سے ڈر کر بھاگنے لگے۔ بعض لوگوں نے راجہ کو خبر دی اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا آیا۔ دیکھا اس کا استاد واقعی سور کی صورت میں ہے اور اپنی ناک سے چیختا چلاتا ہے۔ یہ دیکھ کر راجہ بھی رو پڑا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا واقعہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں کیا ہوا۔ کل ناگور سے ایک صاحب آئے ہوئے تھے اور استاد کو سلام کیا۔ مگر انہوں نے ان کی کالی صورت ہونے کی بناء پر اس کو سور کی گالی دی اور انہیں دھکے دے کر باہر نکلوا دیا۔ اس کے بعد رات میں استاد کی صورت مسخ ہو گئی۔

راجہ نے حکم دیا کہ استاد کو زنجیروں میں باندھ کر کڑا لے چلو۔ وہاں اپنے جاسوسوں کو چھوڑ کر ناگور والے صاحب کو تلاش کیا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملے۔ آخر اسے یہ اعلان کرنا پڑا کہ جو بھی ناگور کے صاحب کو اپنے ہاں چھپا کر رکھے گا اور اس کو ظاہر نہیں کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کا گھر جلا دیا جائے گا۔ اور اس کی اولاد غلام بنائی جائے گی۔ یہ اعلان سن کر وہ لوگ ڈر گئے جنہوں نے سید احمد کو اپنے ہاں چھپا رکھا تھا۔ مجبوراً ان کو راجہ کی خدمت میں لا کر حاضر کیا۔ سید احمد بھی ڈرتے ڈرتے دربار میں پہنچے۔ انہیں گمان تھا کہ راجہ انہیں قتل کرا دے گا۔ اس لئے

وہ حضرت قادر ولیؒ سے استغاثہ کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ جب راجہ جی نے انہیں دیکھا تو ان کے پیر پر گر پڑا۔ اس کے پیچھے تمام فوجی بھی سر بسجود ہو گئے۔ سید احمد نے کہا اے راجہ اپنا سر اٹھاؤ۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ راجہ نے کہا۔ میں اس وقت تک سر نہیں اٹھاؤں گا۔ جب تک آپ اس بات کی ضمانت نہ دیں گے کہ آپ میرے استاد کے لیئے دعا فرمائیں گے جو اپنی بدقسمتی سے سور کی صورت میں مسخ ہو گیا ہے اور نیز اس بات کی ضمانت نہ دیں کہ آپ اس کی گستاخی کو معاف کرتے ہیں۔ سید احمد نے کہا۔ اچھا میں ان دونوں باتوں کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم اپنا سر اٹھاؤ۔ راجہ نے اپنا سر اٹھا لیا۔ سید احمد نے وضو کا پانی منگوایا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو راجہ کے استاد کیلئے صدق دل سے دعا مانگی۔ ان کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی، کہ راجہ کے استاد کا چہرہ بدل گیا اور وہ پہلے سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو گیا۔ وہ فوراً سید احمد کے قدموں پر گر پڑا، اور کہا کہ میں نے اپنی بدقسمتی سے آپ کو گالی دی۔ خدا کے لیئے مجھے معاف کر دیجئے۔ آئندہ سے ایسی گستاخی نہ ہوگی۔ میں اس کی وجہ سے تمام لوگوں میں مضحکہ کی چیز بن گیا ہوں بڑے چھوٹے میرا مذاق اڑائیں گے۔ جب سید احمد نے اسے معاف کیا اور اس نے اپنا سر اٹھایا تو راجہ نے واقعہ دریافت کیا۔ استاد نے کہا۔ جب میں اس رات سویا ہوں تو چند فقیر میرے خواب میں آئے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی انہوں نے مجھے گھیر لیا اور خوب پیٹنا شروع کیا۔ ان میں سے ایک نے مجھے کہا۔ اے سور تو اسی وقت میرے سر میں دو سینگ پیدا ہو گئے جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ اولیاء کی شان بھی کتنی بڑی ہے وہ قبروں میں رہ کر بھی تصرف کیا کرتے ہیں۔ راجہ نے سید احمد کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے جا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور انہیں بہت سی چیزیں بطور تحفے کے پیش کیں۔ جب عرس کا زمانہ آیا، تو بہت سی نذریں دیکر انہیں کشتی پر سوار کر کے ناگور روانہ کیا۔ خدا ہمیں بھی ان کی

اولاد کے عقیدت مندوں اور مریدوں سے اٹھائے۔ آمین۔ ثم آمین

محمود بندر کے ایک تاجر کا منارہ بنانا

محمود بندر کا ایک مالدار تاجر حضرت قادر ولیؒ کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ وہ اکثر ناگور آتا تھا اور نذرانے پیش کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ یہ نیت کی کہ اگر اس کی مراد پوری ہو جائے تو آپ کی تربت سے قریب ایک شاندار منارہ تیار کرے گا۔ عرس کے بعد وہ اپنے وطن واپس ہوا۔ وہاں اس کی مراد حاصل ہوگئی اس لئے فوراً ناگور پلٹ آئے اور اس نے خلیفہ درگاہ کی اجازت سے ہال کے شمالی جانب ایک بلند اور شاندار منارہ تیار کیا اور یہ منارہ ۱۱۳۷ھ میں تعمیر کیا گیا اسکی اونچائی ۷۷ فیٹ ہے۔

حضرت کی اولاد سے خدمت لینے کی سزا

حضرت قادر ولیؒ کی اولاد میں سے دو حقیقی بھائی میراں صاحب اور یوسف صاحب جاوا کے ایک شہر ملاکا روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگوں نے ان دونوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ صبح و شام اور رات دن لوگ ان کے پاس آتے تھے اور کھانے کپڑے، اور تحفے تحائف سے ان کی خدمت کرتے تھے۔ ان میں سے ایک بھائی کو پیٹ کا سخت درد پیدا ہوا۔ جس کے علاج سے تمام اطباء عاجز آگئے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ جن سے لوگوں کو بڑی عقیدت ہے۔ ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان سے وسیلہ اور شفاعت چاہتے ہیں مگر چوں کہ ان کے اطراف ہاتھی اور شیر رہتے ہیں۔ اسلئے کوئی ان کے پاس پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا۔ یہ سن کر دونوں بھائی ان کو دیکھنے کے مشتاق ہوئے اور ان کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگوں نے ان کو بہت کچھ منع کیا۔ لیکن وہ نہیں مانے اور آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ ان لوگوں کی ہمت پر سب لوگوں کو تعجب ہو رہا تھا۔ ہاتھی اور شیر ان کے

قریب تک پھٹک نہیں سکے۔ ان دونوں بھائیوں نے نزدیک پہنچ کر اس ولی کو سلام کیا۔ اس ولی نے کہا اے شاہ الحمید کی اولاد آؤ آؤ اور ہمارے نزدیک بیٹھو۔ اس ولی نے دونوں کو اپنے سجادے پر بٹھایا اور کہا۔ کیا تم دونوں اس جنگل سے بھی مجھے بھگانے کے لئے آئے ہیں ان میں سے ایک نے کہا۔ نہیں ہم نے آپ سے پیٹ کے درد کی شفا مانگنے آئے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم آپ کو یہاں سے بھگا کیسے سکتے ہیں۔ ولی نے کہا۔ اگر تم چاہو تو اپنے دادا قطب الاولیاء شاہ الحمید کے ذریعے مجھے بھگا بھی سکتے ہو۔ دونوں نے کہا۔ ایسی بات کا یہاں کیا موقع ہے۔ ولی نے کہا۔ میں فلاں دن ناگور آیا تھا، اور روضہ حضرت قادر ولی کے احاطہ میں داخل ہوا۔ میں روضہ کے مغربی جانب ایک ٹیلے پر رہا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے تنبا کو پینے کے لئے آگ کی حاجت ہوئی۔ میں نے مجاوریں کے ایک بچے سے کہا ذرا مجھے آگ تو لادو۔ وہ آگ لینے کیلئے گیا۔ ایسی حالت میں مجھے کشف ہوا کہ حضرت قادر ولیؒ مجھ پر سخت خفا ہیں۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ تم بڑے بے ادب ہو۔ میری اولاد سے تم کیوں کر خدمت لے سکتے ہو۔ یہ دیکھ کر میں بہت ڈر گیا۔ پھر حضرت نے اپنے ایک جن کو حکم دیا کہ مجھے اٹھا کر دور ایک جنگل میں پھینک آئے اس نے مجھے اٹھالیا۔ میں نے خدا سے بڑی دعائیں کیں اور حضرت سے وسیلہ چاہا۔ جن نے کہا اگر تم حضرت کا وسیلہ نہیں چاہے ہوتے تو میں تمہیں مشرق کے آخری کنارے پر پھینک دیتا۔ اب تمہیں اس جنگل میں چھوڑ جاتا ہوں۔ اس وقت سے لیکر میں اسی جنگل میں رہتا ہوں۔ اگر تم حضرت کے حکم کے بغیر مجھ سے شفا طلب کروگے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ہم سب پر غصہ ہو جائیں گے اور جن کو اسی طرح مسلط کر دیں گے۔ جس طرح انہوں نے مجھ پر مسلط کیا تھا۔ یہ سنکر دونوں بھائی بہت حیران اور متعجب ہوئے۔ پھر ان دونوں کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ وہاں سے واپس آجائیں۔ جب وہ وہاں سے

چلنے لگے تو اس ولی نے بہت سے کپڑے اور مال و صندل کی لکڑیاں بطور تحفہ کے پیش کیں۔ ان دونوں نے ان کو قبول کر لیا اور نوکروں کے سر پر رکھکر اٹھا لائے۔ لوگوں نے ساری کیفیت پوچھی تو انہوں نے شروع سے لیکر آخر تک پوری روداد سنائی۔ اس کو سن کر لوگوں نے بڑا تعجب کیا۔ پھر جب یہ دونوں بھائی سوئے تو اس بھائی نے جس کے پیٹ میں درد تھا دیکھا کہ ایک فقیر اسے ڈانٹ رہا ہے اور کہتا ہے۔ کیا تم اپنی ضرورت دوسرے کے پاس لے جانے ہو حالاں کہ خدا ہمارا اور تمہارا مددگار کافی ہے۔ اگر تم اس سے شفا طلب کرتے تو ہم تم پر بہت ناراض ہو جاتے۔ فقیر نے کہا اپنا منہ کھولو۔ فقیر نے منہ سے بال کی ایک گرہ نکالی جس کے بعد پیٹ کا درد گویا جاتا رہا۔ وہ بھائی بیدار ہوا، اور درد نہ پاکر بیحد خوش ہوا۔ پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر حضرت قادر ولیؒ کے روضہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور قرآن مجید پڑھکر حضرت کی روح کو ثواب پہنچایا۔

جب یہ دونوں بھائی وہاں سے چلنے لگے تو لوگوں نے ان کی بڑی عزت کی اور بہت سے تحفے تحائف دے کر انہیں ناگور رخصت کیا۔

پرتاپ سنگھ کا منارہ بنانا

تنجاور کے راجہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو کوئی اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے حضرت قادر ولیؒ کی بہت سی کرامتیں سن رکھی تھیں۔ اس لئے وہ اپنے پیروؤں کو لیکر حضرت کی درگاہ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ جب وہ ناگور میں داخل ہوا، تو پیدل حضرت کی تربت تک پہنچا اور مجاورین پر بہت سے زر و جواہر نثار کئے پھر روضہ کے سامنے باادب کھڑے ہو کر دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالے نے مجھے ہر طرح کی نعمت دے رکھی ہے۔ مال و متاع، دولت و سلطنت، قوت و شوکت سب کچھ موجود ہے مگر مجھے اسکی فکر کھائے جا رہی ہے کہ میری نسل سے کوئی لڑکا نہیں ہوا جو میرے بعد میری دولت و حکومت کا جائز وارث بن سکتا ہو۔ اگر میری یہ مراد پوری ہو جائے تو

ہیں آپ کے نام پر ایک شاندار منارہ تعمیر کروں گا اور اس کیلئے ایک بڑی جاگیر وقف کروں گا۔ پھر وہ اپنے وطن واپس گیا، اور اپنی بیوی سے صحبت کی۔ اسی رات وہ حاملہ ہوگئی اور متعینہ مدت کے بعد ایک خوبصورت لڑکا جنی جس کا نام تلجا مہاراج رکھا گیا۔ مہاراج پرتاپ سنگھ اپنے خاص آدمیوں کو ناگور بھیجا تاکہ خلیفہ درگاہ کی اجازت سے اس کی نذر کے مطابق ایک شاندار منارہ تعمیر کریں۔ خلیفہ درگاہ نے اجازت دیدی، اس کے بعد گارے سے وہ مضبوط منارہ بنایا گیا جو سب سے اونچا اور دس منزل کا ہے اور ان میں گارے ہی کی سیڑھیاں تیار کی ہیں۔ یہ منارہ روضہ کی غربی جانب بنا ہوا ہے۔ اسکی چوٹی سے شہر کی ساری عمارتیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ منارہ ۱۲۷۷ھ میں ختم ہوا تھا اسکی اونچائی ۱۳۱ فٹ ہے اور آج بھی مہاراج پرتاپ سنگھ اپنے لڑکے اور اپنی بیوی کو ساتھ لیکر ناگور پہنچا اور بہت سے نذر وجواہر نثار کئے۔ لڑکے نے اپنے گال تربت کی زمین پر رکھدیئے اور تینوں نے روضہ کے اطراف طواف کیا۔ پھر ایک بڑی جاگیر حضرت کے نام پر وقف کی اور اس کا وقف نامہ حضرت کی اولاد کے حوالے کیا تاکہ ہمیشہ کیلئے اس کی آمدنی استعمال کرتے رہیں۔ پھر ان کی اجازت لیکر اپنے گاؤں واپس ہوا۔ مجاوروں نے اس کے لئے اور اس کی بیوی اور بچوں کے لئے تبرک دیا تھا۔ جس کو لیکر کھایا اور خوش خوش اپنے وطن واپس ہوئے۔

تلجا مہاراج کا چوہدہ قریے وقف کرنا

جب باپ کی وفات کے بعد تلجا مہاراج تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت قادر ولیؒ کی زیارت کا قصد کیا۔ وہ ہمیشہ حضرت کا ذکر خیر کیا تھا کیوں کہ وہ انہی کی برکت سے پیدا ہوا تھا۔ رات دن وہ انہی کو یاد کیا کرتا تھا۔ کسی وقت بھی اس کا ذہن حضرت سے غافل نہیں ہوا وہ اپنے اہل وعیال اور فوج کو لیکر بینڈ اور باجے کے ساتھ ناگور آیا اور آپ کی تربت کے سامنے کھڑے ہوکر عاجزانہ دعا کی۔ پھر آپ کے کھڑاویں اٹھاکر اپنے سر پر رکھے۔ ہنڈیاں میں روپیہ اور پیسہ

ڈالتا تھا اور کبھی یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کو خیر خیرات کرتا تھا۔ وہ ان تمام عمارتوں کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھتا جاتا تھا جن کو اس کے والد نے تیار کیا تھا۔ اس کے بعد وہ درگاہ کے خلفاء مجاورین سے ملا اور ان کی خیریت دریافت کی۔ اس نے کہا۔ تم لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ ان عمارتوں کا خرچ کیونکر پورا ہو رہا ہے اور ان میں چراغ بتی کا خرچ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ خدایوں تو تمہیں ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا کسی کو اندازہ نہیں ہے تاہم تمہاری اولاد بڑھ چکی ہے اور پھیل چکی ہے۔ ایسی حالت میں میں تم لوگوں کے نام کچھ جاگیریں دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم ان کو قبول کرو گے۔ مجاورین نے کہا۔ ہم تمہارا ہدیہ کیونکر قبول نہیں کر سکتے۔ جبکہ تم ہمارے ہی دادا کی برکت سے پیدا ہوئے ہو۔ تلجا مہاراج نے چودہ قریوں کی آمدنی ان سب کے نام پر وقف کی۔ جن میں سے ہر ایک قریہ تو میل تھا، یا طول و عرض کے لحاظ سے دو میل تھا۔ ہر ایک کا نام اور ان کی تفصیل چکبندی کے ساتھ ایک پروانہ لکھا اور اپنے دستخط کر کے ان کے حوالے کیا اور کہا یہ تم پر اور تمہاری اولاد پر ہمیشہ کیلئے وقف ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانے سے کوئی تم کو منع نہیں کر سکتا۔ پھر یہ پروانہ دفتر میں بھی لکھ دیا گیا۔ وزیروں اور برہمنوں کے سامنے اس کو بار بار پڑھ کر سنایا گیا تاکہ وہ آئندہ اس کی مخالفت نہ کر سکیں کہا جاتا ہے کہ جب تلجا مہاراج ناگور آیا تو وہاں کے ایک ہندو امیر نے اسے دعوت دی اور روضہ پہنچنے سے پہلے اس کو اپنے گھر بلا لیا۔ تلجا مہاراج نے اس کی دلدہی کی خاطر اس کی دعوت قبول کر لی۔ مگر جب وہ اس کے گھر جا کر بیٹھا تو چھت پر ایک زہریلا سانپ دیکھا۔ تلجا مہاراج خوف زدہ ہو گیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ شاید اس بے ادبی کی سزا ہے کہ میں روضہ کو چھوڑ کر پہلے اس امیر کے گھر آیا۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا، اور روضہ تک پہنچ کر اس کی زیارت کی اور مجاورین سے ملاقات کی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ یہ بات برہمنوں کو ناگوار گذری۔ اسی خیال سے اس نے پروانہ بار بار پڑھ کر انہیں سنایا۔ پھر بہت سا مال لوگوں کو بخشا اور خلیفہ درگاہ سے اجازت

لیکر وہاں کے تبرکات حاصل کرتا ہوا اپنے وطن واپس ہوا. حضرت کی برکت سے اس کے مال و دولت، قوت و شوکت اور سلطنت میں بڑی ترقی ہوئی اور وہ لاکھوں کی دولت کا مالک بن گیا۔

فرانسیسیوں کی شکست

فرانسیسیوں کی ایک جماعت جو نصرانی ہیں ایک بڑا لشکر لیکر موشی للی کی سرگردگی میں تنجاور کے راجہ کے خلاف پھلچری سے روانہ ہوئی. جب ناگور کی نہر کو پار کیا اور روضہ کا بلند منارہ دکھائی دینے لگا تو فوج کو اس پر گولہ باری کرنے کا حکم دیا. چار پانچ مرتبہ گولے برسائے گئے مگر اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا. پھر وہ ناگور کے اندر داخل ہوا اور روضہ کے کبوتروں کا شکار کیا اور ان کو کھا لیا. پھر ہال میں بیٹھکر وہ شراب پینے لگا. اس کے ساتھی بھی اس کی پیروی کر رہے تھے. ان کے شدت تمرد و عصیان کی بنا پر کوئی مجاور ان سے گفتگو کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا. پھر اس نے وہ کھڑاویں اٹھا لیئے جو آپ کے روضہ میں رکھے ہوئے تھے اور نیز روضہ کے فانوسوں پر قبضہ جمایا اور ان سب کو پھلچری (پانڈیچری) بھیج دیا. اور یہ ناگور سے تین دن کی مسافت پر ایک شہر ہے. پھر وہ اپنی فوج کو لیکر تنجاور کی طرف بڑھا اور فصیل کے باہر پڑاؤ ڈالا: وہ صبح کو تنجاور پر حملہ کرنا چاہتا تھا. راجہ یہ سُن کر بہت غمگین ہوا. اس نے اپنی فوج کو شبخون مارنے کا حکم دیا مگر فرانسیسیوں پر حملہ کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوسکی. آخر لشکر میں سے ایک بہادر باہر نکل آیا. اس کا نام آدم خان تھا. اس نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ ساٹھ سواروں کو لیکر فرانسیسیوں پر حملہ کر دوں. راجہ نے اجازت دے دی. وہ اپنے ساتھ ساٹھ سپاہیوں کو لیکر نکلا. فرانسیسی سردار کے خیمے کے سامنے سنتری سویا ہوا تھا. آدم خان نے آگے بڑھ کر اس کو قتل کیا اور پھر خیمے کے اندر گھس کر فرانسیسی سپہ سالار موشی للی ہی کے ٹکڑے کر ڈالے اس کے بعد آدم خان نے اپنے سپاہیوں کو للکارا اور فرانسیسی فوج پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا. ان کا ٹوٹ پڑنا تھا کہ فرانسیسی گھبرا کر وہاں سے

بھاگ کھڑے ہوئے۔ آدم خان کے سپاہیوں نے دشمن کے ہزاروں آدمیوں کو
تہہ تیغ کردیا۔ فرانسیسیوں کی باقی فوج بھاگ نکلی اور پانڈیچری روانہ ہو گئی
یہ واقعہ بہت طویل ہے مگر میں نے اس کو مختصر کر کے بیان کیا ہے۔ اس کے
بعد ایک مسلمان نے فرانسیسیوں سے کھڑا وال خریدا اور اس کو پھر روضے میں لاکر
رکھا۔ جو اب تک موجود ہیں۔ تنجاور کے راجہ کی عقیدت حضرت قادر ولی کے ساتھ
اور زیادہ ہوگئی۔ وہ اپنے آپ کو حضرت کا زر خرید غلام سمجھتے تھے۔ تلجا مہاراج کے
لڑکے اچینپا نائکن کے زمانے سے اب تک یہ دستور چلا آرہا ہے۔ کہ ہر سال
عرس کے موقعہ پر روضہ کے لئے ایک شاندار غلاف تیار ہو کر آتا ہے
اور روضہ پر ڈالا جاتا ہے۔

آگ میں حضرت کے نام کا کاغذ صحیح وسالم رہتا

جب انگریز ہندستان کے راجاؤں پر غالب
ہوگئے تو انہوں نے تنجاور کے راجہ کو بھی
اپنا مطیع و فرماں بردار بنانا چاہا اور
اس سے لڑائی کرنی چاہی مگر آگے چل کر راجہ اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ
ہوگیا۔ انگریزوں نے راجہ کی ریاست پر قبضہ کرلیا اور اس کے بدلے ریاست
کی آمدنی کا پانچواں حصہ راجہ کو دینا منظور کیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے ان
تمام جاگیروں پر بھی قبضہ کرلیا جو راجہ کی طرف سے ہندوؤں، چھتروں اور مندروں
اور مسلمانوں کی مسجدوں کو دی گئی تھیں، مگر حضرت قادر ولیؒ کے نام پر۔ جو جاگیریں
دی گئی تھیں، ان کو ہاتھ نہیں لگایا۔ کیوں کہ انہیں موشی لی کا قصہ
معلوم تھا کہ کس طرح اس نے روضہ کے منارے پر گولہ باری کی اور ناکام رہا
ایک دن برہمن اور دوسرے جہنت پجاری انگریزوں کے سردار سے ملے اور
شکایت کی کہ یہ کیا انصاف ہے کہ ہمارے مندروں، چھتروں اور منڈپوں کی
جاگیریں ضبط کرلی گئیں اور روضۂ حضرت قادر ولیؒ کی جاگیر ضبط نہیں کی گئی۔
انگریزوں کے سردار نے کہا تم لوگ خدا کے ولی کے متعلق کوئی شکایت مت کرو

اگر ہم ان کی جاگیروں پر ہاتھ ڈالیں گے تو ہم جل کر مر جائیں گے۔ تمہارے بُت ان کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب انگریزوں نے ان کی بڑی تعریف کی، تو برہمنوں نے کہا ہمارے بُت ان سے زیادہ قوت والے ہیں۔ انگریزوں نے کہا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ برہمنوں نے کہا۔ اچھا آؤ، آزما کر دیکھ لیں۔ انگریزوں نے کہا اچھا لکڑیوں کا ایک گٹھا جلایا جائے اور ہر بڑے بُت کا نام کاغذ پر لکھکر لکڑیوں میں رکھ دیا جائے اور ایک کاغذ پر حضرت قادر ولیؒ کا نام بھی لکھکر لکڑیوں میں رکھ دیا جائے۔ جو کاغذ جل جائے وہ کمتر سمجھا جائے گا۔ برہمنوں نے اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ بتوں کے اور حضرت قادر ولیؒ کے نام الگ الگ کاغذ پر لکھکر لکڑیوں کے گٹھے میں رکھا گیا اور اس میں آگ لگائی گئی۔ لکڑیوں کے جل جانے کے بعد دیکھا گیا تو معلوم ہُوا کہ بتوں کا کاغذ جل کر خاک ہو گیا ہے اور حضرت قادر ولی کے نام کا کاغذ یونہی صحیح و سالم رکھا ہوا ہے۔ جب برہمنوں نے یہ حالت دیکھی تو شرم سے اپنا سر جھکایا اور تجربہ کا مطالبہ کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ انگریزوں کے سردار نے مدراس کے انگریز گورنر کے نام یہ ساری کیفیت لکھ بھیجی۔ گورنر نے جواب دیا آئندہ سے کبھی روضہ حضرت قادر ولیؒ کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ نہ کیا جائے اور اولیاءؒ مسلمین کے مقابر پر جو جاگیریں وقف کی گئی ہیں، ان پر قبضہ جمانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس زمانے سے لیکر اب تک یہ تمام جاگیریں محفوظ ہیں اور انشاءاللہ قیامت تک بھی باقی رہیں گی۔ مصنف کہتے ہیں کہ میں نے "کمبکونم" کے اکثر معتبر حضرات سے جن میں سے بعض مذکور تجربہ کی مجلس میں شریک تھے، یہ بات سُنی ہے۔

نواب محمد علی والا جاہ کی امداد

ایک مرتبہ شیخ ابوبکر طنڈی[1] جو بڑے عارف کامل تھے۔ ناگور تشریف لائے اور حضرت قادر ولیؒ کی درگاہ کی کئی مرتبہ زیارت کی۔ وہ اپنے ایک رشتہ دار کے گھر میں

---

[1] جنوبی ہند کا ایک مشہور ہے۔

اُترے ہوئے تھے۔ ایک رات بعض مصروفیتوں کی وجہ سے وہ وقت مقررہ پر درگاہ کی زیارت کو نہیں جا سکے۔ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا تو انہیں، اپنی غلطی محسوس ہوئی۔ وہ فوراً درگاہ تشریف لے گئے، مگر اس کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ دیکھکر آپ کو بہت رنج ہوا۔ کیوں کہ وہ ہمیشہ اس وقت درگاہ کی زیارت کرتے تھے جبکہ دروازہ کھلا ہوا رہتا تھا۔ مجبوراً قرآن مجید کی کچھ آیتیں پڑھ کر حضرت کی رُوح کو ثواب پہنچایا اور پھر وہاں سے اپنے گھر واپس ہوئے ابھی کچھ دُور بھی نہیں گئے تھے کہ پیچھے سے ایک فقیر آیا اور کہا حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ جب واپس آئے تو دروازے کے پیچھے سے آواز آئی۔ اے ابوبکر دروازہ کھولو اور اندر آؤ۔ شیخ ابوبکر دروازہ کھول کر اندر پہنچے۔ حضرت قادر ولیؒ کے قدموں کا بوسہ لیا اور ان سے بات چیت کی جب یہ سرگوشی ختم ہوئی تو حضرت قادر ولیؒ نے فرمایا اے ابوبکر پھلچرّی (پانڈیچری) جاؤ اور نواب محمد علی والاجاہ کی مدد کرو۔ جو اس وقت ڈوپلے کے ماتحت فرانسیسیوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔ ابوبکر نے کہا حضور میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ شیخ ابوبکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ درگاہ کا دروازہ خود بہ خود کھلا اور بند ہوگیا۔ اس کے بعد انہیں خبر ملی کہ اسی رات نواب محمد علی والا جاہ نے پھلچرّی (پانڈیچری) پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ اور ڈوپلے کی فوج شکست کھا کر فرار ہوگئی۔

حبیب محمد کا کشتی بنانا

ملکہ حبیب محمد کیل کری مالدار اور سخی آدمی تھا۔ اس نے حضرت کے نام پر ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ کرکے ایک عمدہ کشتی بنائی اور اس کو ناگور کی نہر میں اُتارنا چاہتا تھا مگر سینکڑوں آدمیوں کے کھینچنے کے باوجود وہ نہر میں اتر نہیں سکی۔ نہر کا پانی بہت کم تھا۔ حبیب محمد بہت رنجیدہ ہوا۔ اس نے اس کی نذر مانی تھی کہ درگاہ کے اطراف حضرت کے نام پر چند عمارتیں تعمیر کرے گا۔ اتنے میں اس پر

کچھ غنودگی طاری ہوگئی۔ اس نے ایک بزرگ فقیر کو دیکھا، وہ کہہ رہا تھا۔ اے حبیب محمد تم غم نہ کرو۔ خدا کی قدرت سے یہ کشتی نہر میں اتر جائے گی۔ صبح نہر کے پاس گیا تو دیکھا کہ کشتی پانی پر کھڑی ہے۔ حبیب محمد یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے کشتی کا نام قادری بخش رکھا اور آس پاس کے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو سمندر میں کھینچ لے چلیں۔ حبیب محمد نے درگاہ کے مغربی جانب گیارہ[۱] دکانیں تیار کی تھیں، جن کا کرایہ درگاہ کے لئے وقف کیا تھا۔ یہ دکانیں اس ہال کے بالمقابل ہیں جن کو مشہور تاجر شیخ عبدالقادر کیبل کری نے تیار کیا تھا۔ حبیب محمد نے قصر ذی القرنین کی دیواروں پر گارہ چڑھایا اور استرکاری کی اور دانجور میں حضرت کی خلوت گاہ پر دو دہلیزیں بھی تیار کیں اور مجاورین کو بہت سا زر بہیہ دیا۔ جس کی برکت سے اس کے مال و دولت میں بھی بہت بڑا اضافہ ہوا۔

شاہ مولی محمد غوث کی روایت

شیخ شاہ مولی محمد غوث الشطاری القادری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ناگور سے مدراس گیا اور نواب صاحب سے ملاقات کی۔ ان کی مجلس میں دو اور مسلمان بھی، موجود تھے۔ میں نے ان دونوں کو سلام کیا اور انھوں نے جواب دیا، پھر نواب صاحب نے ان سے میرا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ حضرت قادر ولی رح کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ ان دونوں نے اٹھ کر میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا، ان میں سے ایک نے کہا۔ حضرت قادر ولی رح کا مرتبہ اولیاء میں بہت اونچا ہے اور ان کی بہت سی کرامتیں ہیں۔ پھر کہا کہ میں پہلے شیعہ تھا اور اولیاء کی کرامات کا منکر تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ حضرت قادر ولی رح کی جتنی کرامات بیان کی جاتی ہیں، وہ جھوٹ ہیں۔ مگر ایک مرتبہ مجھ پر ایسے واقعات گذرے جن کی وجہ سے مجھے بھی ان کرامات کا قائل ہونا پڑا۔ پھر تو پوچھنے پر بتایا کہ وہ ایک مرتبہ چار نصرانیوں کے ساتھ ایک سیلونی مسلمان کی کشتی پر سوار ہو کر کولمبو روانہ ہوئے۔ راستے میں

---

[۱] کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اصل میں مؤلف نے ۲۳ دکانیں لکھی تھیں۔ اور اس کے بعد اپنے قلم سے کاٹ کر گیارہ کا عدد لکھا ہے۔

تیز ہوائیں چلنے لگیں اور پھر طوفان شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے کشتی ڈگمگ ہونے لگی۔ کشتی کے مالک نے کہا آؤ ہم سب ملکر حضرت قادر ولیؒ کے نام پر نذر چڑھائیں آپ کی برکت سے ہماری کشتی صحیح و سالم رہے گی۔ میں نے کہا۔ قادر ولی بھی ہمارے جیسے ایک انسان ہیں۔ کیا وہ ہمیں ڈوبنے سے بچا سکتے ہیں۔ میرا اعتراض سنکر کشتی کا مالک چپ ہو گیا۔ لیکن طوفان کی شدت کم نہیں ہو رہی تھی۔ ہوائیں پہلے سے زیادہ زور سے چلنے لگیں۔ چار دن کھانا پانی بھی نہ کھا سکے۔ میں اپنی جگہ پر حیران پریشان بیٹھا رہا۔ اتنے میں مجھ پر ایک غنودگی طاری ہو گئی۔ میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں عصا لیکر مجھ پر لوٹ پڑنا چاہتا ہے۔ میں ڈر گیا۔ اس فقیر نے کہا کیا تم قادر ولیؒ کی قدرت سے انکار کرتے ہو۔ میں ہی ہوں عبدالقادر خدا نے مجھے بڑی قدرت دے رکھی ہے۔ اس لئے تم کیوں کر اولیاء اللہ کی قدرت کا انکار کرتے ہو۔ یہ دیکھکر ڈر کے مارے میں چونک پڑا اور فیصلہ کیا میں ہرگز اولیاء کی کرامات کا انکار نہیں کروں گا۔ میں نے کشتی کے مالک سے اس کا تذکرہ کیا اور پھر چار دن لوگوں انہیں کو ترغیب دلائی، کہ وہ بھی حضرت کے نام پر نذر چڑھائیں۔ مجھ سے جتنا طلب کیا تھا۔ اس سے دُگنا پیسہ دیا اور نذر کا یہ سارا روپیہ حضرت کے نام سے یہ تھیلی میں باندھ کر کشتی کے ستون کو باندھ دیا گیا۔ طوفان اسی وقت تھم گیا اور ہماری کشتی ڈوبنے سے بچ گئی۔

ایک مسلمان کا غرق ہونے سے بچنا!

ایک مسلمان شخص ایک مرتبہ مدراس کے ساحل پر سے انہوں کی کشتی میں سوار ہوا۔ راستے میں تیز ہوائیں ہو گئیں اور طوفان کی وجہ سے یہ کشتی ڈوب گئی۔ اس مسلمان کے سوائے کشتی کے تمام لوگ ڈوب گئے۔ کشتی کے ٹوٹے ہوئے تختہ سے چمٹ کر مسلمان پانی پر تیرتا رہا۔ چونکہ مغرب کی جانب سے تیز ہوا چل رہی تھی۔ اس لئے وہ مسلمان ساحل تک پہنچ نہیں پاتا تھا۔ اس کو

ہلاکی کا پورا یقین ہوگیا۔ اس نے فوراً حضرت قادر ولی کے نام پر نذر مانی اور یہ نیت کی کہ اگر وہ بچ گیا تو ناگور پہنچکر اپنی نذر گذارے گا۔ فوراً سمندر کے اندر سے دو جانور باہر نکلے اور تختہ کے دونوں کنارے اپنے منہ میں لیکر مغرب کی جانب ہوا کے مقابلے میں روانہ ہوئے۔ وہ مسلمان تین دن اور تین رات تختے سے چمٹا رہا۔ آخر یہ جانور اس کو کڈلور کے سمندر کے پاس کنارے لے گئے جہاں کاپل پٹنم کی ایک کشتی بھی لنگر ڈالے ہوئے تھی۔ وہ غذا کے نہ ہونے کی وجہ سے اتنا ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا کہ اس میں بات کرنے اور حرکت کرنے کی طاقت تک باقی نہیں رہی تھی۔ کشتی والوں نے اس کو کھلایا پلایا۔ جب چلنے کی طاقت پیدا ہوگئی تو وہ فوراً ناگور پہنچا اور اپنی نیت کے مطابق حضرت کے روضے پر پہنچکر اپنی نذر ادا کی۔

یہاں تک تو حضرت قادر ولی کے واقعات بیان کئے گئے۔ اب تھوڑا سا تذکرہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کا بھی پیش کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ حضرت قادر ولی کے استاد اور شیخ تھے

شیخ محمد غوث گوالیاری

نام و نسب اور ولادت

راویوں کا پورا اتفاق ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری ایران کے ایک شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور گوالیار میں وفات پائی۔ ان کے والد ماجد کا نام سید خطیر الدین تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ شیخ محمد غوث گوالیاری ابن سید خطیر الدین ابن سید عبد اللطیف ابن سید معین الدین ابن سید ظفر الدین۔ ابن سید بایزید ابن سید فرید الدین ابن سید احمد الصادق ابن سید نجیب الدین ابن سید محمد ابن سید اسمٰعیل ابن سید جعفر الصادق ابن سید محمد الباقر ابن سید زین العابدین بن الامام السید الحسین بن الامام المرتضےٰ السید علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

فضائل و مناقب

شیخ محمد غوث گوالیاری بڑی کرامتوں والے بزرگ تھے ان سے کئی خارق عادت چیزیں وجود میں آئیں۔ بہت بڑے زاھد و عابد آدمی تھے۔ ہمیشہ خدا سے لو لگائے ہوئے رہتے تھے انہوں نے تین مرتبہ دنیا کو طلاق دیدی تھی۔ وجود میں تین مرتبہ فانی ہوئے خدا کے سوا، انہیں کسی کا ڈر اور خوف نہیں تھا۔ خدا کے سوا کسی سے وہ کوئی امید لگائے نہیں بیٹھتے تھے۔ آپ کے فضائل و مناقب میں۔ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

تصنیفات

ان کی دو تصنیفات بہت مشہور ہیں۔ ایک جواھر خمسہ، جو علم سلوک میں ایک بے نظیر کتاب ہے۔ دوسری اوراد غوثیہ، جس میں اوراد و وظائف کے طریقے بتائے ہیں۔ شیخ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ آٹھویں صدی ہجری میں ان کے مقابلے کا کوئی قطب نہیں تھا۔ بچپن ہی سے

بہت سے کرشمے دکھائی دینے لگے تھے۔

فرشتوں کی خدمت

ان میں سے ایک یہ ہے کہ بچپن ہی میں فرشتے ان کے پاس آتے تھے اور ان کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ان کے دہن مبارک سے جو بھی الفاظ نکلتے تھے ان کو موتیوں کی طرح اٹھا لیتے تھے انہیں وضو کا پانی لاکر دیتے تھے۔ ایک دن ان کے والدین نے دیکھا کہ کچھ اجنبی انہیں پانی لاکر دے رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ شیخ نے فرمایا کہ یہ فرشتے ہیں۔ حضر اور سفر دونوں جگہ وہ میری خدمت کرتے رہتے ہیں، اور وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ یہ سن کر ان کے والدین کو بہت تعجب ہوا۔ وہ اپنی آنکھوں سے ان فرشتوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا کرتے تھے۔

شیخ کی تلاش

ایک مرتبہ شیخ نے اپنے والدین سے پوچھا میں کس سے علم حاصل کروں اور کس کے ہاتھ پر بیعت کر کے وظائف اور اذکار سیکھوں اور اس سے خرقہ پہنوں۔ والدین نے کہا۔ بیٹا! تم خود اس کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ شاید خدا تمہارے لئے کسی ایسے شخص کو استاد مقرر کرے جس سے ہم ابھی تک واقف نہیں ہو سکے ہیں۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ شخص زمین پر رہتا ہے یا جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے یا پہاڑوں میں بیٹھکر ریاضت کر رہا ہے۔ تم خود اسکی تلاش کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو ہمارے بارے میں کوشش کریں گے ان کو ہم اپنا راستہ دکھائیں گے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پا بھی جاتا ہے۔ جب شیخ محمد غوث نے اپنے والد کی یہ سچی باتیں سنیں، اور ان کی دلی محبت کو معلوم کیا تو ان سے اجازت چاہی کہ باہر نکل کر کسی شیخ کی تلاش کریں۔ والدین نے بخوشی اجازت دے دی۔

شیخ ظہور الحق والدین اور ہدایت اللہ سرمست سے ملاقات

شیخ محمد غوث گوالیاری شیخ کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا سے کئی مرتبہ

یہ دعا کی کہ انہیں ایک کامل شیخ عطا فرمائے۔ وہ جنگل کی راہ کاٹنے لگے
ایک بیابان میں ایک شیخ کو دیکھا جس کے چہرے پر خدا کا نور برس رہا تھا۔
شیخ محمد غوث نے اپنے دل میں کہا ہاں! یہی وہ شیخ ہے جسکی مجھے تلاش ہے۔ انہوں
نے نزدیک جاکر سلام کیا اور اپنے دل کی بات بھی نہیں کہنے پائی تھی کہ اس شیخ
نے سلام کا جواب دیا اور کہا تم کو جس شخص کی تلاش ہے۔ وہ میں نہیں ہوں۔
تم جاؤ اور شیخ ہدایت اللہ سرمست کو تلاش کرو۔ وہ فلاں جگہ رہتے
ہیں۔ شیخ محمد غوث گوالیاری یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور فوراً اس
طرف روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں وہ مل گئے۔ شیخ نے انہیں سلام کیا اور
ان سے اپنے دل کی بات کہنا چاہتے تھے مگر ان کے کہنے سے پہلے ہی انہوں نے
سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں ایک مغلوب الحال آدمی ہوں۔ میں تم جیسے
آدمی کو راستہ نہیں بتا سکتا۔ جب میں کسی حال واقف ہوتا ہوں تو دوسرا
حال مجھ پر غالب آجاتا ہے۔ تم اسی شخص کی طرف جاؤ جس نے تمہیں میرے
پاس بھیجا ہے۔ کیونکہ وہ ایک کامل محقق اور مدقق مرشد ہیں۔ وہ واصل الی اللہ
ہیں۔ ان کا نام حاجی حضور شیخ ظہور الحق والدین ہے۔ یہ سنکر شیخ محمد غوث
شیخ حاجی حضور کی طرف پلٹے اور انہیں شیخ ہدایت اللہ سرمست کا ارشاد
سنایا۔ یہ سن کر وہ مسکرائے اور کہا۔ جاؤ سرمست ہی سے سلوک کی تعلیم حاصل
کرو۔ شیخ محمد غوث پھر ہدایت اللہ سرمست کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا
انہوں نے کہا اچھا اس سامنے کی خانقاہ میں رہو۔ ہم بہت جلد تم سے بیعت لیں گے
یہ کہکر وہ اپنے ان مریدوں کیطرف متوجہ ہوئے جو پہلے ہی سے ان کی ارشاد و ہدایت
اور بیعت کے منتظر تھے۔ انہوں نے ہر ایک کو اپنے اپنے کام کی نوعیت بتائی۔

لکڑی لانے کی خدمت

یہ دیکھ کر شیخ محمد غوث بھی بڑے ادب کے
ساتھ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا

اے استاد ان مریدین کی طرح مجھے بھی کوئی خدمت سپرد کیجیے۔ تاکہ میں بھی کچھ خدمت

کر سکوں۔ استاد نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کے سپرد یہ خدمت کی گئی ہے، کہ وہ جنگل جاکر لکڑیاں لایا کریں۔ تم بھی جاؤ اور لکڑیاں لے آؤ۔ شیخ محمد غوث بھی ان کے ساتھ جنگل روانہ ہوئے اور سب سے پہلے وہ لکڑیوں کا چھوٹا گٹھا اپنے سر پر اٹھا لائے۔ جب باورچی نے ان کو جلایا تو پورا کھانا تیار کرنے کے باوجود آدھی سے زیادہ لکڑیاں بچ گئیں۔ جب سب لوگ اپنے اپنے گٹھے اٹھا لائے تو دیکھا کہ کھانا پہلے ہی تیار ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر سب کو تعجب ہوا۔ تقریباً پچاس مرید تھے۔ ہر ایک کی لائی ہوئی لکڑی بمشکل ایک وقت کے کھانے پکانے کے لئے بس ہوتی تھی۔ لیکن جب باورچی نے شیخ ہدایت اللہ سرمست سے یہ کیفیت بیان کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ کھانا دن میں ایک مرتبہ کی بجائے دو مرتبہ پکایا جائے اور غریبوں کو کھلایا جائے۔ شیخ سرمست کے مریدین اس وقت سے شیخ محمد غوث گوالیاری کی بڑی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔

شیخ سرمست کی وفات

ایک دن شیخ سرمست نے کہا بیٹا تم میرا بہت کام کر چکے۔ خدا تمہیں اس کا بدلہ دیگا اور تمہیں ترقی دے گا اور تمہیں بہت بڑے مرتبہ کا مرید بنائے گا۔ اب تم جاؤ اور حاجی حضور شیخ ظہور سے ذکر اور برکت حاصل کرو۔ کیونکہ تمام عوالم میں انکو قدرت حاصل ہے اور سب ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ جب ان کا یہ حکم سنا تو شیخ محمد غوث وہاں سے اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے جہاں حاجی حضور شیخ ظہور رہا کرتے تھے۔ راستے میں جبکہ وہ پہاڑ کے دامن سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے آواز سنی اے خطیر الدین کے لڑکے اے محمد غوث! انہوں نے پلٹ کر پہاڑ کی طرف دیکھا کہ کون ان کو غوث کے نام کے ساتھ پکار رہا ہے وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے وہاں ایک شخص کو مردہ پایا۔ اس میت کا چہرہ سورج کی طرح روشن اور چمکدار تھا۔ شیخ محمد غوث ان کے قریب پہنچے اور رونے لگے۔ انہوں نے کہا۔ آپ نے مجھے غوث کے نام سے پکارا اور میں آپ کو دیکھنے کا کتنا مشتاق تھا۔ جب سے میں نے

آپ کی آواز سُنی میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ کے پاس چلکر تعلیم حاصل کروں گا اور
آپ کے ذریعہ خدا کی قربت پاؤں گا۔ مگر افسوس یہ کہ میرے نصیب میں نہیں
تھا۔ وہ غمگین وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں کلہاڑی
اور کدال تھی۔ اس کے ساتھ کفن کافور سُرمہ وغیرہ بھی تھا۔ اس کے پیچھے ایک
بڑی جماعت تھی۔ سب نے ملکر قدِ آدم لمبی اور چوڑی قبر کھودی۔ پھر وہاں کے
چشمے کے پانی سے میّت کو غسل دیا، کفن پہنایا۔ پھر باقاعدہ جنازے کی نماز
پڑھی اور پھر اس کو قبر میں دفن کر دیا اور قبر مسطح کر دی۔۔ شیخ محمد غوث نے
کہا۔ اے لوگو! تم کون ہو! یہ مردہ کون تھا جس کو تم نے دفن کیا۔ کس نے
مجھے غوث کے نام سے پکارا۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ ہم سب فرشتے ہیں اور
تمہارے خادم ہیں۔ ہم ہی تمہارے لیئے وضو کا پانی لاکر دیا کرتے تھے
ہمہیں اللہ نے آواز دی تھی۔ یہ مردہ شخص شیخ ہدایت اللہ سرمست ہیں، جو
صاحب کفن لے آئے۔ وہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جب دفن سے
فارغ ہوئے تو فرشتوں نے کہا۔ ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ جب بھی آپ ہم کو
یاد کرو گے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں گے۔

حاج حضور سے ملاقات

شیخ محمد غوث گوالیاری پہاڑ سے اُتر آئے
اور حاج حضور کی ملاقات کیلئے روانہ
ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ آواز آئی۔ اے محمد غوث۔ پھر قریب آ گئے
اور ان سے بغلگیر ہوئے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر
اپنی خانقاہ کی طرف لے گئے اور انہیں اور ان کے بھائی شاہ پھولی بن خطیر الدین
کو دو سوکھی مسواکیں دیں اور کہا انہیں لے جاؤ اور زمین میں گاڑ دو۔ اور
ان کے قریب رہ کر خدا کی عبادت کرو۔ جب یہ دونوں مسواکیں ہری بھری
ہو جائیں گے تو ہم اس وقت تم سے بیعت کریں گے۔ یہ کہہ کر شیخ حاج حضور
اپنے مکان کی طرف چلے گئے اور یہ دونوں وہیں ٹھہر کر کئی دنوں تک خدا

کی عبادت اور اس کے مراقبے اور مشاہدے میں لگے رہے۔ آخر ایک دن ان کے بھائی شیخ شاہ پولی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم کب تک ان مسواکوں کے ہری بھری ہونے کا انتظار کرتے رہیں گے۔ چلئے اور شیخ سے تلقین ذکر سیکھ کے برکت حاصل کریں گے لیکن شیخ محمد غوث نے ان کی پیروی کرنے سے انکار کردیا۔ ایک مرتبہ شاہ پولی نے اپنے بھائی کو ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ لیکن وہ جانے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ وہ اسی طرح عبادت الٰہی میں مصروف رہے جیسا کہ انہیں شیخ نے حکم دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد خود شیخ حاجی حضور تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ شیخ محمد غوث کی مسواک چیگر گئی ہے اور پتے نکل چکے ہیں مگر شاہ پولی کی مسواک یونہی سوکھی باقی رہی۔ بلکہ اور خشک ہوتی جارہی تھی۔ انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر قطب ہونے کی علامتیں پیدا کردی ہیں اور تمہیں اپنے محبوب ہونے کا درجہ عطا کیا ہے۔ پھر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور انہیں ذکر کی تلقین کی۔ پھر خرقہ پہنایا اور ان سے کہا کہ پہاڑ کی چوٹی پر فلاں جگہ پر بیٹھ کر خدا کی عبادت کریں۔ یہ کہکر انہیں پہاڑ پر لے گئے اور ایک مخصوص جگہ لے جا کر بٹھادیا۔ ان کے بھائی شاہ پولی کو اپنی خانقاہ میں لے گئے۔ اور اپنے دوسرے تلامذہ کے ساتھ ان کو بٹھادیا۔

شدید ریاضت

اس کے بعد سے شیخ محمد غوث نے شدید ریاضت شروع کردی۔ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نماز پڑھا کرتے تھے۔ نیم کے پتوں سے افطار کیا کرتے تھے۔ جب ان پر بھوک کا غلبہ ہوتا تو نیم کے پتے جمع کر کے انہیں کھایا کرتے تھے۔ وجدان ہی ان کا کھانا تھا۔ اور شوق ہی ان کا پانی تھا۔ اس پہاڑ پر انہوں نے تیرہ سال اور کچھ مہینے ریاضت کی۔ اور جب اپنے استاد کو دیکھنے کا شوق ہوا تو انہوں نے اپنی نظر

اوپر اٹھائی۔ اس وقت وہاں کے امیر کا لڑکا ہرن کے شکار کیلئے اس طرف
آیا ہوا تھا۔ اس پر جلالی نظر پڑی تو وہ لڑکا بے ہوش ہوگیا اور ایک روایت میں
ہے کہ وہ مرگیا۔ فوراً اس کے ساتھیوں نے امیر سے جاکر واقعہ سنایا۔ وہ روتا
ہوا شیخ حاجی حضور کے پاس آیا اور کہا خدا کے لئے میرے لڑکے کو جلا دیجئے
شیخ حاجی حضور یہ واقعہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر
امیر سے کہا ایک پالکی لے آؤ جو دو گول پہیوں پر لڑھکتی جا رہی ہو۔ جب شیخ
پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو شیخ محمد غوث کو اس کا کشف حاصل ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ
سے ان کی ملاقات کیلئے اٹھنا چاہتے تھے۔ مگر کمزوری کی وجہ سے وہ اپنی جگہ
سے اُٹھ نہ سکے۔ وہ مجبوراً نیچے لڑھک آئے تاکہ شیخ کے قدموں پر آپڑیں۔ یہ
دیکھ کر شیخ حاجی حضور فوراً پالکی سے اُتر پڑے اور لپک کر زمین پر گرنے سے پہلے ان
کو پکڑ لیا اور سینے سے لگا لیا۔ امیر نے ان دونوں کو پالکی میں بٹھا کر ان کی جگہ
لے گیا۔ اس کے بعد امیر کا بیہوش یا مردہ لڑکا سامنے لایا گیا۔ شیخ حاجی حضور
نے کہا خدا سے دعا کرو تاکہ اس لڑکے کو پھر سے زندگی مل جائے۔ شیخ محمد غوث
نے اس کے لئے دعا کی اور وہ پھر سے زندہ ہوگیا۔ امیر یہ دیکھ کر بہت
خوش ہوگیا۔ اس نے دونوں کے قدم چومے اور ان کی اجازت سے اپنے لڑکے
کو ساتھ لیکر اپنے محل کی طرف خوش خوش روانہ کیا۔

تعلیم و تلقین

شیخ حاجی حضور نے تمام اصولی اور فروعی علوم کی
ظاہری و باطنی تعلیم دی۔ اور اسماء کے پڑھنے کی
کیفیت سکھائی۔ شیخ حاجی حضور نے کہا: میں نے یہ سارے علوم ایک سو تیس
سال کی مدت میں ایک سو تیس شیوخ سے حاصل کئے ہیں۔ اس وقت شیخ حاجی حضور
کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ انہوں نے کہا بیٹا! خدا کی عنایت سے یہ سارے علوم تمہارے
پاس امانت ہیں۔ تم ان کو کبھی ضائع مت کرو اور نا اہلوں کے درمیان ان کو تقسیم
مت کرو۔ شیخ حاجی حضور نے انہیں یہ بھی حکم دیا کہ اپنے بعد اپنے بھائی

شیخ شاہ پولی کو جبکہ ان کا دل اور صاف ہو جائے اپنا خلیفہ اور جانشین بنائیں

شیخ حاجی حضور کی وفات

چند دنوں کے بعد شیخ حاجی حضور کی وفات ہو گئی۔ شیخ محمد غوث نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور پھر علماء و صلحاء کی ایک بڑی جماعت کو لیکر ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔ اس جنازے کی نماز میں بہت سے فرشتے بھی موجود تھے۔ شیخ محمد غوث نے اپنے استاد اور شیخ کی قبر پر چالیس دن چلہ کشی کی۔

گوالیار کو واپسی

وہاں سے پھر شیخ محمد غوث گوالیار واپس تشریف لے گئے اور اپنے والدین سے ملاقات کی اور زندگی بھر ان کی خدمت میں مصروف رہے۔

مرید اور خلفاء

گوالیار واپس آنے کے بعد دور دور تک ان کی شہرت پھیل گئی۔ عرب اور عراق کے لوگ ان سے علم حاصل کرنے کی غرض سے ان کے پاس آنے لگے۔ ان کے چار ہزار چار سو مرید تھے۔ ان میں سے ایک سو تیس کو خلافت عطا کی گئی تھی۔ لیکن ان کے چار بڑے خلیفے تھے۔ یعنی (۱) شیخ شاہ الحمید یعنی حضرت قادر ولی (۲) خود ان کے بھائی شیخ شاہ پولی رحمۃ اللہ (۳) شیخ شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی (۴) شیخ شاہ گنج شکر۔ ان چاروں خلیفوں کے مناقب بہت مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے دریافت کیا آپ کے مریدین میں سے کس نے سب سے زیادہ کمال حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے کمال کو ڈھائی حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ شیخ شاہ الحمید یعنی حضرت قادر ولی کو ملا۔ ایک حصہ باقی تینوں مذکورہ خلیفوں نے حاصل کیا۔ آدھا جو رہ گیا تھا، وہ باقی خلیفوں اور مریدوں میں تقسیم ہو گیا۔

فضل و کمال

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری ابتدا میں علماء خلف کے پیرو رہے لیکن چلتے چلتے انہوں نے سلف کی

فضل و کمال کی منتہا کو پہنچ گئے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے کس سے یہ علوم حاصل کئے جن کو اس زمانے کا کوئی عالم حاصل نہیں کر سکا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پہلے تو میں نے یہ علوم اپنے استاد اور شیخ طارح حضور شیخ ظہور الحق والدین سے حاصل کئے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے براہ راست اپنے استاد اور شیخ حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان علوم کی تکمیل کی۔ اس قول کی تائید دوسری کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔

جواہر خمسہ کی فضیلت

مصنف کہتا ہے کہ میرے نزدیک قرأت اسماء کی کیفیت میں جواہر خمسہ سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس میں قرأت اسماء کے بہترین آداب و شروط مذکور ہیں۔ اور نفل نمازوں کی تفصیل پائی جاتی ہے۔ چودہ طریقوں سے مختلف متعین اوراد و وظائف اور اذکار کا مفصل ذکر ہے۔ طریقت کی سند حاصل کرنے کے لئے اور سالکین کیلئے جو ضروری چیزیں ہوتی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں مل سکتی۔ اے بھائی! یہ کتاب بہت اہم ہے۔ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھ اور ایک ذی عقل شیخ کامل کے ذریعہ اس کتاب سے جتنا فائدہ اٹھا سکتا ہو اٹھائے۔ اس سے فائدہ اٹھانے میں کسی قسم کی کوتاہی مت کر کیونکہ ایسی کتاب کہیں نہیں پائی جاتی۔ خدا پر یہ محال نہیں ہے کہ اس جیسی کتاب سے عمل کرنے والے کو پیدا کرے اور خدا کی عنایت شامل حال ہو تو تم اس کتاب کے اثرات کو اپنے اندر پیدا کر لو گے۔ میں نے کیمل کرے کے ایک آدمی کو دیکھا، جس نے جواہر خمسہ کے صرف پہلے جوہر پر پابندی کے ساتھ عمل کیا تھا اور اس نے اپنے اندر بہت بڑی کیفیت پیدا کر لی تھی۔

ایک راجہ کا حملہ کرنا اور ہلاک ہونا

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے مریدین میں ایک نوجوان مرید تھا۔ وہ اپنے شہر کی سڑک سے گذر رہا تھا کہ اس کی نظر راجہ کی حسین و جمیل لڑکی پر پڑ گئی

وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ پھر وہ راجہ کے پاس پہنچا اور دامادی میں لے لینے کی درخواست کی۔ راجہ نے کہا کیا تو پاگل ہوگیا ہے۔ جا یہاں سے نکل جا، ورنہ تجھے سخت سزا دوں گا اور تیری پٹائی کروں گا۔ نوجوان باہر چلا آیا۔ مگر اس پر اتنا عشق غالب تھا کہ وہ دوسرے دن راجہ کے پاس پہنچا۔ اور کل کی طرح دامادی میں لے لینے کی درخواست کی۔ راجہ نے خوب اس کو جھڑکا اور محل سے چلا دیا۔ تیسرے دن بھی نوجوان راجہ کی خدمت میں پہنچا اور اس کی لڑکی سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ راجہ اس پر بیحد خفا ہوا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ اس کو خوب پیٹ کر باہر چلتا کرو۔ نوجوان مار کھاکر روتا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کیفیت بیان کی۔ جب انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ اس نوجوان کا عشق سچا ہے تو انہوں نے کاغذ پر طلسم لکھکر اس کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اس کو لے جاکر محل کے سامنے کھڑے ہوکر طلسم کا نیچا حصّہ محل کی طرف رُخ کرکے دکھاؤ اور پھر اس کو الٹ دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب طلسم کو الٹ دیا تو راجہ کی لڑکی خود بخود باہر چلی آئی اور اس نوجوان کے ساتھ ہوگئی۔ اس کو اپنے شیخ کی خدمت میں لایا۔ شیخ محمد غوث نے اس سے پوچھا آیا وہ نوجوان کے ساتھ بیاہ کرنے پر راضی ہے۔ لڑکی راضی ہوگئی۔ شیخ نے ایک بڑی جماعت کے سامنے اس کا نکاح پڑھا۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان خلوت صحیحہ ہوگئی۔ شیخ نے کہا۔ تم اس طلسم کو پھر سے الٹ دو تو وہ لڑکی اپنے محل چلی جائے گی اور جب تم اس لڑکی کو بلانا چاہو تو پہلے کی طرح عمل کرو۔ اس طرح وہ لڑکی نوجوان کے پاس آتی تھی اور چلی جاتی تھی۔ جب دو تین مہینے گذر گئے تو وہ حاملہ ہوگئی۔ باپ نے ایک دن دیکھکر کہا کہ تم پر حمل کے آثار ہیں، حالاں کہ تمہاری اب تک شادی نہیں ہوئی ہے۔ لڑکی نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں، میں فلاں رات بستر پر سوئی تھی کہ میں بیدار ہوئی۔ اپنے آپ کو شیخ کی مجلس میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آیا میں اس نوجوان سے شادی کرنے پر

رضامند ہوں. میں نے اپنی رضامندی ظاہر کی. شیخ نے میرا اس سے نکاح پڑھایا اور اس طرح خلوت ہوگئی. پھر میں اپنے بستر پہ پہنچ گئی. روز اس قسم کی کیفیت ہوتی ہے. جب راجہ نے لڑکی کی یہ روداد سنی تو وہ بہت خفا ہوا. اس کا سارا تخت ہلنے لگا. اس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا. انہوں نے کہا کہ اس نوجوان، اور شیخ دونوں کو قتل کر دینا چاہئے. چناں چہ راجہ نے ایک بڑی فوج تیار کی، اور اسے گوالیار روانہ کیا. وہاں اس فوج نے شیخ محمد غوث کا پتہ پوچھا. مگر لوگوں نے ان کا پتہ نہیں دیا. پتہ نہ بتانے کی وجہ سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا. اس ظلم کی خبر شیخ محمد غوث تک پہنچی. وہ بہت برافروختہ ہوئے اور اپنے خادم مریخ کو بلایا اور کہا کہ اس راجہ اور اس کی فوج کو ختم کر دو. مریخ اپنی تیز شعاعوں کے ساتھ آسمان سے نیچے اترا. راجہ اور اس کی فوج اس کی شعاعوں سے جل کر خاک ہوگئی. اس کے بعد وہ سرزمین پھر سے سرسبز و شاداب ہوگئی.

وفات شیخ محمد غوث گوالیاری نے حضرت قادر ولی سے آٹھ سال پہلے ۱۴ ربیع ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۹۷۰ھ کو گوالیار میں وفات پائی.

چھٹا باب[1]

نصائح!

والدین سے گذارش حضرت قادر ولیؒ جب اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے والدین سے رخصت ہو کر تحصیل علم کی غرض سے سفر پر نکلے، تو

---

[1] اصل کتاب میں یہ باب موجود نہیں ہے. مواہب المجید فی مناقب شاہ الحمید کے مصحح محمد عظیم بن محمد مدراسی نے چھٹا باب لکھ کر یہ فرمایا ہے کہ چھٹا باب علم توحید کے بارے میں تھا. اصل نسخہ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے. ہم نے اس کو بہت تلاش کیا مگر وہ دستیاب نہیں ہو سکا. آئندہ اگر کسی کو مل جائے تو اس میں شامل کرے. ہم نے اس باب میں حضرت قادر ولی کی چند نصیحتیں نقل کی ہیں، جو دوسری کتابوں میں مذکور ہیں. (مترجم)

اپنے والدین سے یوں کہا۔

اے میرے پیارے والدین۔ میری باتوں کو ذرا کان دھر کر سنئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین اور یہ پانی اپنی مخلوق کے فائدے کے لئے بنایا ہے۔ زمین میں بیج بونا، اور اس سے درخت پیدا کرنا ضروری ہے۔ شیخ کو طلب کرنا، بیج کو طلب کرنے اور اس کے اقوال پر عمل کرنا، بیجوں کو زمین میں بونے کی مثال رکھتا ہے۔ اسی کے بعد سے اپنے دل کی مراد حاصل ہوگی۔

دنیا میں بڑے سے بڑا مالدار یا بادشاہ یا عالم ہو اور اسکو زمین کی مٹی کا اندازہ لگانے کی قوت میں ہو یا غیب دان ہو اور اسکو بارش کے قطرات کو گننے کی قوت ہو، یا آسمان میں اڑنے والا ہو تب بھی وہ دین و دنیا میں بے نصیب ہوگا۔ جبتک کہ اسکو خدا کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح وہ شخص بھی بالکل بے نصیب ہوگا۔ جو اپنے نفس امارہ کی پیروی کر کے آنکھ، کان، ناک، زبان اور بدن کے ظاہری مزے حاصل کرتا ہے اور صرف دنیا اور نفس کا خواہش مند ہو کر یا اپنے شکم کا بندہ بن کر اپنی ساری زندگی گذار دیتا ہے۔ یہ دنیا ایک خواب خرگوش کیطرح ہے اور ہمارا جسم پانی کے حباب کی طرح ہے۔ اس جسم سے یہ امید کرنا کہ یہ ہمیشہ قائم رہے گا فضول ہے۔ لوگ اسی دنیا کی خواہش میں فنا اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے انکو ہمیشہ کا رنج اور افسوس و غم اٹھانا پڑے گا۔ اگر کوئی اس دنیا پر غور و فکر کرے اور اپنے خالق کو معلوم کرنے کی کوشش کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہی زندگی کا سب سے اہم کام ہے۔ اس کے خیال اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے سوا جتنے کام ہیں، وہ بیکار ہیں۔ دنیا کی لذتوں میں غرق ہو کر فنا ہونے والا بڑا بد نصیب شخص ہوگا۔ یہ دنیا ہر ایک کو چاہے وہ بڑے سے بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو مگر فریب دیتی ہے اور اسکو اپنے مکر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلے لوگ، دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی گذارتی ہے اور وہ دنیا سے اسکی لذتوں کو اٹھائے بغیر اسی طرح چلے گئے ہیں۔ جس طرح پانی کی سطح کے اوپر کا پتہ پانی سے

بھیگے بغیر نکال لیا جاتا ہے۔ ہر ایک آدم کے بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کو سمجھے دنیا کی برائیوں کو چھوڑ کر نیک عمل کرے اور ایک شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ یہ کہاوت مشہور ہے کہ جسکو پیر یا شیخ نہیں ہے اس کو لبھارت حاصل نہیں ہے آں حضرت ؐ کا فرمان ہے جس کا کوئی پیر نہیں ہے اس کا پیر شیطان ہے۔ خدا فرماتا ہے

وَمن کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔

پس جو اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور زیادہ گمراہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ میں ایک شیخ کامل کی طلب میں باہر جانا چاہتا ہوں آپ دونوں مجھے اجازت عنایت فرمائیں۔

جنوں کو نصیحت

حضرت قادر ولیؒ اپنے فقیروں کے ساتھ حج کے ارادے سے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک جنگل سے ان کا گذر ہوا آپ نے فرمایا اس جنگل میں اکثر جن رہتے ہیں جو حضرت آدم کی اولاد سے ایک نوجوان شاہزادی کو انہوں نے ظلم سے گرفتار کیا ہے۔ اور اسکو اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ آپ نے اپنے جن صخر سے کہا جاؤ اور ان سب جنوں کو یہاں بلا لے آؤ۔ سب جن حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ اے جنو! کیا تمہیں اس پاک پروردگار، قہار و جبار خدا کا خوف نہیں ہے جس کے قبضۂ قدرت میں دنیا کی تمام مخلوقات ہیں۔ اس نے تمام مخلوقات میں سے انسانوں اور جنوں کو منتخب کیا اور انہیں احکام شریعت کی تعلیم دی۔ نیز عقل اور تمیز بھی عطا کی تاکہ ان دونوں سے کام لیکر خیر اور شر کے درمیان تمیز کر سکیں۔ اس نے بیشمار پیغمبر روانہ کئے اور انہیں معجزے دئے تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو راہ ہدایت پر لائیں۔ اس نے اپنا کلام پاک بھی روانہ کیا۔ جو بھی خدا کی ان نعمتوں کو قبول کرکے اس کی رشد و ہدایت کی پیروی کرے گا اسکو فلاح و نجات اور خوشی حاصل ہوگی۔ وہ جنت میں داخل ہوگا، اور خدا کا دیدار حاصل کرے گا۔ اور جو ان سب کو چھوڑ کر نفس امارہ کی پیروی کرے گا۔ اور حیوانوں کی زندگی بسر کرے گا وہ دین و دنیا میں بدنصیب ہوگا اور دوزخ کے عذاب سے اسکو کبھی چھٹکارا نہیں ملے گا۔ خدا اور رسول ؐ کی تابعداری ضروری اور لازمی ہے ایک بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ان دونوں کی تابعداری سے انکار نہیں کر سکتا۔ نافرمانی سے اسکو

افسوس اور بے اطمینانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور وہ دوزخ کے سوا کسی اور جگہ اس کا ٹھکانہ نہ ہوگا۔ اے جنو! جانتے ہو؟ دوزخ کس لئے پیدا کی گئی؟ جو انسان اور جن اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اس کے برخلاف بہشت ان لوگوں کیلئے بنائی گئی ہے جو ہر حال میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ حد سے زیادہ ظلم و ستم کرنے والا انسان یا جن ہرگز خدا کے قہر اور غیظ و غضب سے بچ نہیں سکتا۔ تم لوگ یہ خوب سمجھ لو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ اپنے اعمال کی جواب دہی کیلئے تیار ہے ہر ایک کو ایک دن اس کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اگر حالت یہ ہو تو اے جنو! تم کس بنا پر ایک آدم زاد نوجوان لڑکی کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے؟ اسکی رضامندی کے بغیر تم اس سے صحبت کرتے ہو! کس مذہب کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب بھی اسکو روا نہیں رکھتا۔ تم لوگ خدا سے ڈرو، اور اس قسم کے کاموں سے ہمیشہ کیلئے توبہ کرو۔ خدا کے تابعدار بندے بن جاؤ۔ آپ نے قرآن مجید کی بہت سی آیتیں پڑھکر سنائیں، جن کی برکت سے ان کے اندھیرے دل نور سے بھر گئے اور انہوں نے حضرت کی نصیحتیں قبول کیں اور تمام جنوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

گوالیار کے رافضیوں کو نصیحت!

ایک مرتبہ گوالیار کے رافضیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ انسان ہی کی جزا و سزا کے لئے پیدا کی ہے، جو شخص حضرت محمد الرسول اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے گا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ خدا کی قسم۔ اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے، کہ دنیا اور اس کے اندر کی تمام لذتوں سے بہتر جنت ہے اور دوزخ ایسی جگہ ہے، جہاں دنیا اور اس کے اندر کی مصیبتوں سے کئی گنا بڑھ کر عذاب ملتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ جنت کی آرزو کرتے رہو اور دوزخ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ ہر مسلمان آدمی اور جن پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھے۔ اس عقیدے کے مطابق عمل کرنا قبول ہوتا

ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کو جنت ملتی ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے۔ اس کا عمل قبول نہیں ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے علاوہ جتنے عقیدے اور طریقے ہیں۔ وہ سب بدعتی ہیں۔ بدعت کا کرنے والا برا ہوتا ہے اور بڑا بدنصیب ہوتا ہے جو بھی بدعت پر عمل کرے گا۔ اس کو اس دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کا مسلک قرآن مجید اور اقوال و افعال آں حضرت پر مبنی ہے۔ تمام جلیل القدر صحابۂ کرام کا بھی یہی مسلک تھا۔ رافضی مذہب کی بنیاد بدعت پر ہے جو بھی اس پر عمل کرے گا، وہ بدنصیب ہوگا۔ اس مذہب سے توبہ واستغفار کر کے اہل سنت والجماعت کے مذہب میں داخل ہونا اور ایمان اور اسلام کے تمام ارکان کی حفاظت کرنا ضروری ہے اہل سنت والجماعت صحابۂ کرام اور اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ ان سے محبت کرنے والے ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اے بھائیو! بہشت میں جا کر اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں بہتر ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے، اور ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ اور وہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا۔ اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ جنتی فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ کیوں کہ وہی آپ کے اصحاب کے طریقہ پر ہیں۔ باقی دوسرے تمام فرقے دوزخی ہیں۔ رافضی عقائد غلط ہیں ان کے اسباب کو پیش کر کے کہا کہ ان عقائد کو چھوڑ کر اہل سنت والجماعت کے مسلک میں داخل ہونا ہر ایک پر فرض ہے۔ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی امتیں توراۃ اور انجیل میں تحریف و تبدیل کر کے اور اپنے عقائد کو بدل کر گمراہ ہوئیں۔ اسی طرح رافضیوں اور خارجیوں نے قرآن پاک کی تعلیمات میں تغیر و تبدل کر کے اور اپنے عقائد کو بدل کر گمراہی اختیار کی۔ تم لوگ ان باتوں پر غور و فکر نہیں کرتے۔ خدا ہی تمہارا حافظ اور ہادی ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذی عقل و شرافت مخلوق کے دس حصے کئے ایک حصہ انسانوں کا اور نو حصے فرشتوں کے بنائے ہیں۔ انسانوں کے اس حصے کو ایک سو پچیس حصوں پر تقسیم کیا۔ ان میں سے ایک سو حصے یاجوج اور ماجوج

کے نکلے، چوبیس حصے یہودیوں، نصرانیوں، مجوسیوں، دشمنوں اور کافروں کے قرار پائے۔ ایک حصہ مسلمانوں کا قرار پایا۔ پھر اس ایک حصے کے تہتر ۷۳ فرقے بنے ان میں سے بہتر ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی ہوگا اور وہ وہ ہوگا، جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کے طریقے پر ہوگا۔ یہ جنتی فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اے لوگو! اس ایک فرقہ کے پیرو بنو اور جنت کے مستحق ہو جاؤ۔

میل ناگور کے لوگوں کو نصیحت

ضلع تنجاور میں موجودہ ناگور کے مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر ایک قریہ تھا۔ جس کا نام میل ناگور تھا۔ یہاں کے لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور کشتی بھی چلاتے تھے۔ باغ بغیچے اور پھل پھلاری بہت زیادہ تھے۔ دولت و ثروت کی بہتات اور فراوانی تھی۔ دولت مند اور مالدار زیادہ تھے۔ زن و فرزند، مال و متاع کی زیادتی کی وجہ سے ہر ایک مغرور و متکبر اور نخوت و تکبر سے سرشار تھا۔ مسجدیں شاندار بنی ہوئی تھیں مگر ان میں خدا کا ذکر کرنے والا کوئی نہیں پایا جاتا تھا۔ صرف مفلس اور غریب نمازوں کے لئے آتے تھے۔ دولتمند خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہوکر بھی خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ ہر قسم کی برائیاں موجود تھیں۔ قتل و غارتگری زیادہ تھی۔ لوگ شراب زنا اور جوے کے عادی تھے ڈاکہ اور چوری عام ہو چکی تھی۔ جھوٹ اور چغلی میں ان کی کوئی برابری نہیں کرسکتا تھا اگر کوئی خدا کا بندہ ان کو ان برائیوں کے دور کرنے کی طرف توجہ دلاتا تو اس کا مذاق اڑانے لگتے تھے اور اس کی اہانت اور تذلیل پر اتر آتے تھے۔ ہر ایک نماز، روزے صدقہ و زکوٰۃ، خیر خیرات، قرآن خوانی اور حج کے فرائض سے بالکل بے بہرہ تھا۔ صرف چند ہی لوگ ایسے تھے جو ان محرمات شرعی سے بیزار تھے اور ان کو برا سمجھتے تھے۔ جب حضرت قادر ولی نے ان کی یہ حالت دیکھی تو بہت افسوس کیا اور ایک دن انہیں اس طرح نصیحت کرنی شروع کی۔ آپ نے فرمایا:۔

اے لوگو!۔ میری باتیں ذرا کان دھر کر سنو۔ یہ دنیا فانی ہے اور اسکی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔ اب تو لوگ اپنی عیش و عشرت میں اتراتے ہیں۔ مزے مزے کے کھانے

کھاتے ہیں نفیس قسم کے عمدہ ترین لباس پہنتے ہیں۔ بہترین سواریوں پر سفر کرتے ہیں۔ جب ایک دن ایسا آئے گا اور یہ سب نعمتیں ان سے چھن جائے گی تو یہی لوگ کھانے کھانے کو ترسنے لگیں گے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہننے پر بادل ناخواستہ مجبور ہو جائیں گے۔ عمدہ اور نفیس سواریوں کی جگہ پیدل چلکر اپنی جوتیاں چٹخاتے پھریں گے اس وقت انہیں حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ دنیا کیا ہے ایسی فانی نعمتوں پر فخر کرنا اور ان سے بھلائی کی امید رکھنا کیونکر روا ہے؟ ایسے متکبر لوگ خدا کی نعمتوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ جب تنگدستی ہوگی اور بھوکے پیاسے ریتیلے گرم گرم میدانوں سے گذرنا ہوگا تو پھر یہاں آرام لینا اور اپنے عیش و عشرت پر فخر کرنا کیسا ہے۔ انسان آرزوؤں کا پتلا ہے۔ وہ اپنے خواب خرگوش میں رہ کر طویل عیش و عشرت کے خواب دیکھتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے آیا ہے۔ حالاں کہ اس کی زندگی بارش سے پہلے بجلی کی چمک اور قوس قزح کے مانند ہے اسکی زندگی ایک سراب ہے جو دور سے تو پانی دکھائی دیتا ہے۔ جب نزدیک پہنچو تو وہ ایک جلتا ہوا ریتیلا میدان ہوتا ہے، اس ریتیلے میدان کی بھاپ کو پانی تصور کرنا اور انسان کا اپنی زندگی کو اور اپنی جوانی کو قائم دائم سمجھنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ انسان جو امید رہی لگائے بیٹھا ہے وہ محض ایک خیال محال اور جنون کی باتیں ہیں ؎

این خیال است و محال است و جنون

انسان کے پانچوں حواس برابر نہیں ہیں۔ دل، زبان، آنکھ، کان، ناک آپس میں مختلف ہیں۔ جب ان میں اختلاف پایا جاتا ہے تو پھر زندگی کا کیا بھروسہ کہ وہ ہمیشہ قائم و دائم رہیگی۔ ایک انسان اپنے بدن سے محبت کرتا ہے۔ اپنی بیوی بچوں کو بڑے لاڈ پیار سے پالتا ہے۔ جب اسکی موت آتی ہے تو سب لوگ اس کے اطراف جمع ہو کر اس کا ماتم کرتے ہیں اور زار و قطار آنسو بہاتے رہتے ہیں لیکن جب وہ مر جاتا ہے تو اسے اٹھائے جاتے ہیں اور کوٹھی میں دفن کر کے چلے آتے ہیں۔ پھر انہیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ان کا کوئی عزیز مر گیا ہے۔ وہ اسی طرح عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جس

طرح کہ مرنے والا عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ پھر ایسے مرنے والے پر گریہ وزاری کے کیا معنے ہیں؟ ہم اس خالق ارض و سما کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں کرتے جس نے ہم سب کو پیدا کیا اور ہماری روزی اور عیش و عشرت کے سامان مہیا کئے جو کوئی اس کو اپنا رب سمجھ کر اس کی تابعداری نہیں کرتا اور اس کے رسولوں کے پیغامات پر عمل نہیں کرتا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ محض اسلامی لباس پہنکر اور کلمۂ طیبہ کو اپنی زبان سے ادا کر کے کوئی حقیقی معنے میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اپنے نفسِ امّارہ کی پیروی کر کے اپنی عمر کو برباد کرنے والے آخر میں اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔ حرمان و یاس کے سوا انہیں کچھ نصیب نہ ہوگا۔ اے لوگو! خدا سے ڈرو اور اسی کی بندگی کرو۔ فرشتے اس کے خادم اور نوکر ہیں اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ قرآنِ مجید اور بہت سے صحیفے روانہ کئے۔ حضرت آدم سے لیکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء آئے وہ سب اسی کے رسول تھے۔ ان کا کام فرزندِ آدم کو راہ راست پر لانا تھا۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جبکہ ہم سب اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور ہمیں اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہوگا ہمیں اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا اور برے کاموں کی سزا ہوگی۔ اگرچہ خیر اور شر خدا ہی کی طرف سے ہے مگر خدا ہرگز شر سے راضی نہیں ہے۔ زبان و دل سے اقرار کرو اور روز و شب میں پانچ وقت خدا کی عبادت کرو۔ اللہ نے جس زر و دولت سے تمہیں نوازا ہے۔ اس سے اپنے بھائیوں کو بھی کچھ حصہ پہنچاؤ۔ خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو۔ توحید میں ثابت قدم رہ کر اپنی خواہشات نفسانی کو روک کر اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو کر روزہ رکھا کرو۔ روزہ دار کے منہ کی بدبو جنت کی حوروں کو لپیٹ رہی ہے اگر کسی میں اتنی استطاعت ہو کہ وہ حرمین شریفین کی زیارت کر سکے تو وہ ضرور زیارت کر آئے۔ حج کرنا ہر صاحب استطاعت آدمی پر فرض ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت واجب ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں جنت میں جگہ ملے گی۔ تم یہ خیال نہ کرو کہ تم جو برے کام کرتے ہو اس کو کوئی نہیں جانتا ہر ایک کے ساتھ خدا ہی موجود ہوتا ہے۔ دو یا تین، یا چار یا پانچ یا اس سے بڑھ کر تعداد رکھنے والے کچھ آدمی ملکر کوئی اچھا یا برا کام کرتے ہیں تو خدا بھی ان

کو دیکھتا ہے۔ اس لئے تمہاری کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی کا کام
مخفی نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا ہے۔ بیج سے درخت اگتا ہے اور درخت سے بیج پیدا ہوتا ہے
اسی طرح نطفہ سے آدمی کو پیدا کرتا ہے اور آدمی سے نطفہ بنتا ہے۔ اگر کوئی خدا کی اس
قدرت کو سمجھ جائے تو وہ ہرگز برائی اور بدی کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ جو شخص اس دنیا میں
اپنے پروردگار کو نہ دیکھے گا۔ وہ آخرت میں بھی اپنے رب کے دیدار سے محروم رہے گا۔ جو بھی اس
دنیا میں اندھا ہوگا۔ وہ قیامت میں آں حضرتؐ کی شفاعت سے محروم ہوگا۔ کتنے
انبیاء ایسے ہیں، جنہوں نے آں حضرتؐ کی امت میں ہونے کی آرزو کی ہے۔ ایسی حالت
میں امت محمدی کو گمراہی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ دنیا میں شداد نمرود اور فرعون
جیسے ظالم گذرے ہیں، جنہیں اپنے مال و دولت پر بہت زیادہ فخر و غرور تھا۔ انہوں نے خدائی
کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ شداد نے زمین پر ہی ایک بہشت بنائی۔ نمرود نے بڑائی کا
دعویٰ کیا۔ فرعون نے اپنے بڑے رب ہونے کا اعلان کیا مگر آج وہ لوگ کہاں گئے۔ ان
کی بادشاہت اور سلطنت کیا ہوئی۔ ان کا فخر و غرور کہاں گیا؟ یہ سب مٹی میں مل گیا
فانی چیزوں سے محبت کرنا اور خدا کو بھول کر اپنی دولت پر فخر کرنا فضول ہے۔ اس کا نتیجہ
سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم سے بہت بڑا گناہ سرزد
ہوگیا ہے۔ اب خدا ہمیں معاف نہیں کرسکتا۔ خدا بہت بڑا رحیم و کریم ہے جو بھی صدق دل
سے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ خدا اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ تم لوگ اپنے گناہوں
کی معافی مانگو اور صدق دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ خدا یقیناً تمہیں معاف کرے گا
اور تم پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے گا۔

اے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور انہیں ایک چھینک آئی تو
انہوں نے فوراً خدا کی تعریف کی اور الحمد للہ کہا۔ اس کے جواب میں یرحمک اللہ۔ اللہ تجھ پر
رحم کرے کی آواز آئی۔ اس سے حضرت آدمؑ کو معلوم ہوگیا کہ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ تم
لوگ بھی اس رحیم و کریم کے طلبگار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں صاف طور پر بتا
دیا ہے کہ قیامت کے دن کیا ہوگا۔ تمہیں اپنا نفع نقصان اور خیر و شر سب کچھ اچھی طرح

سمجھا دیا ہے پس. اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسولؐ سے ڈرو اور ان کے احکام کی
فرماں برداری کرو۔ خدا تمہیں اپنی رحمت ونعمت سے مالا مال کرے گا۔ اپنی عمروں کو ضائع
مت کرو ـــــ جب حضرت قادر ولیؒ نے اس قسم کی نصیحتیں کرنی شروع کیں
تو میل ناگور والے خفا ہو گئے اور حضرت کا مذاق اڑانے لگے۔ بعض نے طعن کے طور پر کہنا
شروع کیا۔ یہ آدمی کہاں سے یہاں آ نکلا ہے؟ اور یہ کیا بکواس کرتا ہے؟ جب حضرت
نے ان کی یہ دل خراش باتیں سنیں تو بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے فقیروں کے ساتھ وہاں سے
روانہ ہو گئے۔ خدا کو میل ناگور والوں کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ
تعالٰی فرماتا ہے۔ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔ پس جو بھی میری
وجہ سے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا۔ میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں
جب حضرت اپنے ساتھیوں کو لیکر میل ناگور سے نکل گئے تو وہاں کے متکبر لوگوں پر قہر الٰہی
نازل ہونا شروع ہوا پہلے تو گوبری اور چیچک پھیلی۔ پھر ہیضہ اور طاعون پیدا ہوا،
اس کے بعد بخار شروع ہوا پھر برص اور جذام کی بیماری پھیلنے لگی۔ بہت سے لوگ تو
ان بیماریوں کی نذر ہو گئے اور بعض وہاں سے بھاگ نکلے۔ سارا قریہ ویران ہو گیا۔ ان
کی کھیتیاں جل گئیں، کشتیاں ٹکرا کر ختم ہو گئیں۔ صرف ایک بزرگ حضرت بہاؤ الدین
تھے۔ جنہوں نے حضرت قادر ولیؒ کی باتیں سنیں وہ ہجرت کر کے موجودہ ناگور شریف
تشریف لائے اور وہاں حضرت کی خدمت میں اپنی زندگی گذار دی اس کی وجہ سے
وہ تمام آسمانی وارضی بلاؤں سے محفوظ ہو گئے۔ حضرت کی دعا نے انہیں بچا لیا۔

تمّت وبالخیر عمّت

نیشنل فائن لیتھو پرنٹنگ ورکس بنگلور ۲۱

خداوندا ـــــ! انبیاء واولیاء خصوصاً حضرت شاہ الحمید قادر ولی قدس سرہٗ
کی دعاؤں کے طفیل اس کتاب کے پڑھنے والوں، اسکے سننے والوں، اور اسکی اشاعت کرنیوالوں کو آفتوں اور
بلاؤں سے بچا کر جنت میں تیرا اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے سرفراز فرما۔ (دعاگو) مترجم ایس. وی. یم حسین عالم ۱۲

رضامند ہوں۔ میں نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ شیخ نے میرا اس سے نکاح پڑھایا اور اس طرح خلوت ہوگئی۔ پھر میں اپنے بستر پر پہنچ گئی۔ روزانہ اس قسم کی کیفیت ہوتی ہے۔ جب راجہ نے لڑکی کی یہ روداد سنی تو وہ بیحد خفا ہوا۔ اس کا سارا تخت ہلنے لگا۔ اس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس نوجوان، اور شیخ دونوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ چنانچہ راجہ نے ایک بڑی فوج تیار کی، اور اسے گوالیار روانہ کیا۔ وہاں اس فوج نے شیخ محمد غوث کا پتہ پوچھا مگر لوگوں نے ان کا پتہ نہیں دیا۔ پتہ نہ بتانے کی وجہ سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس ظلم کی خبر شیخ محمد غوث تک پہنچی وہ بیحد برافروختہ ہوئے اور اپنے خادم مریخ کو بلایا اور کہا کہ اس راجہ اور اس کی فوج کو ختم کر دو۔ مریخ اپنی تیز شعاعوں کے ساتھ آسمان سے نیچے اترا۔ راجہ اور اس کی فوج اس کی شعاعوں سے جل کر خاک ہوگئی۔ اس کے بعد وہ سرزمین پھر سے سرسبز و شاداب ہوگئی۔

وفات شیخ محمد غوث گوالیاری نے حضرت قادر ولی سے آٹھ سال پہلے ۱۴/ یا ۱۵/ رمضان المبارک سنہ ۹۷۰ھ کو گوالیار میں وفات پائی۔

چھٹا باب[۱]

نصائح

والدین سے گذارش حضرت قادر ولیؒ جب اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے والدین سے رخصت ہوکر تحصیل علم کی غرض سے سفر پر نکلے، تو

۱؎ اصل کتاب میں یہ باب موجود نہیں ہے۔ مواہب الحمید فی مناقب شاہ الحمید کے مصحح محمد عظیم بن محمد ورداسی نے چھٹا باب لکھ کر یہ فرمایا ہے کہ چھٹا باب علم توحید کے بارے میں تھا۔ اصل نسخہ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہم نے اس کو بہت تلاش کیا مگر وہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ آئندہ اگر کسی کو مل جائے تو اس میں شامل کرے۔ ہم نے اس باب میں حضرت قادر ولی کی چند نصیحتیں نقل کی ہیں، جو دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ (مترجم)

۲۱۔ خضرؑ کی طرف سے بتایا ہوا مقام
(اس کا نام مطبخ ہے)

اس میں ہی حضرت کی رُوح پرواز ہوئی

۲۰۔ وہ صندوق جس میں حضرت کے
نعلین شریف رکھے ہوئے ہیں۔

۱۹۔ درگاہ شریف کے باہر کا مغربی دروازہ

۱۸۔ عرس کے زمانے میں مشرقی جانب سے مکمل
درگاہِ شریف کا منظر

ملنے کا پتہ :

مشتہر و مترجم : الحاج یس۔ وی۔ یم حسین عالم صاحب
۲۹ منارا نارتھ اسٹریٹ ناگور۔ ضلع تنجاور (یس۔ انڈیا)

Cover printed at Jameel Printing Press, 155-B, Veerapillay St.,